ہندوستان میں
سماجی تبدیلی اور ترقی

بارھویں جماعت کے لیے سماجیات کی درسی کتاب

ہندوستان میں سماجی تبدیلی اور ترقی

بارھویں جماعت کے لیے

این سی ای آر ٹی

विद्यया ऽमृतमश्नुते

एन सी ई आर टी
NCERT

5274

विद्यया ऽमृतमश्नुते

एन सी ई आर टी
NCERT

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

NATIONAL COUNCIL OF EDUCATIONAL RESEARCH AND TRAINING

ISBN 81-7450-797-3

کیوآر کوڈ سے متعلق ای-وسائل حاصل کرنے کے لیے ہدایت نامہ

ہر ایک باب کے اوپر کونے میں موجود کوڈ باکس کو Quick Response Code (QR Code) کہتے ہیں۔ یہ آپ کو باب میں دیے گئے موضوعات سے متعلق ای-وسائل مثلاً آڈیو، ویڈیو، ملٹی میڈیا، نصابی مواد وغیرہ حاصل کرنے میں مدد کرے گا۔ پہلا کیوآر کوڈ مکمل ای-کتاب حاصل کرنے کے لیے ہے۔ بعد کے کیوآر کوڈ ہر ایک باب سے متعلق ای-وسائل حاصل کرنے میں مدد کریں گے۔ یہ آپ کے پُرلطف طریقے سے آموزش میں مدد کریں گے۔

اپنے موبائل فون یا ٹیبلیٹ کے ذریعے مندرجہ ذیل مراحل پر عمل کریں اور ای-وسائل حاصل کریں۔

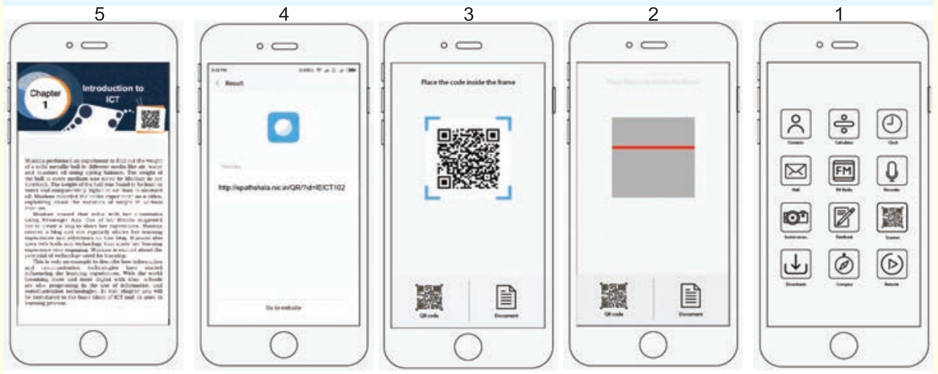

1. پلے اسٹور سے کیوآر کوڈ اسکینر ایپ انسٹال کریں اور کھولیں
2. کیوآر کوڈ اسکینگ ونڈو کو تیار رکھیں
3. اسکینر کو کیوآر کوڈ کے سامنے رکھیں
4. لنک کو منتخب کریں اور کلک کریں
5. دستیاب ای-وسائل کا استعمال کریں

کسی کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ پر ای-وسائل حاصل کرنے کے لیے نیچے دیے گئے اقدامات پر عمل کریں:

1. فائرفوکس ( ) اور کروم ( ) وغیرہ ویب براؤزر کھولیں۔
2. ای-پاٹھ شالا ویب سائٹ http//:epathshala.nic.in پر جائیں۔
3. 'ایکسیس (Access) ای-وسائل' والے باکس پر کلک کریں۔
4. ہر ایک کیوآر کوڈ (1055CH01) کے نیچے دیے گئے ابجد ہندسی (Alphanumeric) کوڈ کو ٹائپ کریں۔
5. اب جو لنک نمودار ہوئے ہیں، ان کے استعمال سے ای-وسائل تلاش کریں۔

بچو!

اگر کوئی شخص آپ کو غیر مناسب طریقے سے چھوئے اور آپ کو اچھا نہ لگے، تو آپ چُپ نہیں رہیں۔

آپ کو چاہیے کہ

1۔ خود کو الزام نہ دیں۔

2۔ اس کے بارے میں ایسے شخص کو بتائیں جس پر آپ کو بھروسہ ہو۔

3۔ آپ اس کی اطلاع **POCSO e-box** کے ذریعے نیشنل کمیشن فار پروٹیکشن آف چائلڈ رائٹس کو بھی دے سکتے ہیں۔

جب آپ کو غلط طریقے سے کوئی چُھوتا ہے، تو آپ کو بُرا لگ سکتا ہے، خود آپ کنفیوز اور مجبور محسوس کر سکتے ہیں۔
آپ کو بُرا محسوس کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

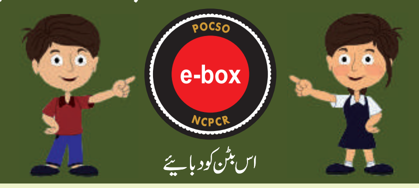

اس بٹن کو دبائیے

POCSO e-box پر NCPCR@gov.in دستیاب ہے۔

नए समाज की ओर
Towards a new dawn

اگر آپ کی عمر 18 سال سے کم ہے اور آپ پریشان ہیں یا کنفیوز ہیں یا آپ کے ساتھ غلط برتاؤ ہو رہا ہے یا مصیبت میں ہیں یا آپ کسی ایسے بچے کو جانتے ہیں جو ایسی حالت میں مبتلا ہو.....

کال کیجیے **1098**.....کیونکہ کچھ نمبر اچھے ہوتے ہیں!
جو زندگی بدل دیتے ہیں!!!

چائلڈ لائن 1098- ذہنی تناؤ میں مبتلا بچوں کے لیے یہ 24 گھنٹے جاری رہنے والی مفت ایمرجنسی فون کال کی خدمت ہے، جو وزارت برائے فروغ خواتین و اطفال کے تعاون سے چائلڈ لائن انڈیا فاؤنڈیشن کے ذریعے چلائی جا رہی ہے۔

नए समाज की ओर
Towards a new dawn

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

ھندوستان میں
سماجی تبدیلی اور ترقی

بارھویں جماعت کے لیے سماجیات کی درسی کتاب

© NCERT not to be republished

5274

جامعہ ملیہ اسلامیہ

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

Hindustan mein Samaji Tabdili aur Taraqqi
(Sociology Part-II)Text book for class XII

ISBN 81-7450-797-3

پہلا ایڈیشن

جنوری 2008 ماگھ 1929

دیگر طباعت

فروری 2014 ماگھ 1935
جون 2017 آشاڑھ 1939

PD 1H AUS

© نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ 2008

قیمت : ₹ 90.00

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

ہرش کمار، سکریٹری، نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اروندو مارگ، نئی دہلی نے

میں چھپوا کر

پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

جملہ حقوق محفوظ

- ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کیے بغیر، اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے ذریعے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانیکی، فوٹو کاپینگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔
- اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر، اس شکل کے علاوہ جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی، اس کی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کر کے، تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جاسکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جاسکتا ہے۔
- کتاب کے صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے۔ کوئی بھی نظر ثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا چیپی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے تو وہ غلط متصور ہوگی اور نا قابل قبول ہوگی۔

این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر

این سی ای آر ٹی کیمپس
شری اروندو مارگ
نئی دہلی - 110016 **فون** 011-26562708

108,100 فِٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بناشنکری III اسٹیج
بنگلور - 560085 **فون** 080-26725740

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
احمد آباد - 380014 **فون** 079-27541446

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
کولکتہ - 700114 **فون** 033-25530454

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
گواہاٹی - 781021 **فون** 0361-2674869

اشاعتی ٹیم

ہیڈ، پبلی کیشن ڈویژن	:	محمد سراج انور
چیف ایڈیٹر	:	شویتا اُپّل
چیف بزنس منیجر	:	گوتم گانگولی
چیف پروڈکشن آفیسر (انچارج)	:	ارون چتکارا
ایڈیٹر	:	سید پرویز احمد
پروڈکشن آفیسر	:	ونود دیویکر

سرورق اور لے آؤٹ
شویتا راؤ

تصاویر
بلیوِفش اور جوئل گِل

© NCERT
not to be republished

پیش لفظ

'قومی درسیات کا خاکہ—2005' میں سفارش کی گئی ہے کہ بچوں کی اسکول کی زندگی، ان کی باہر کی زندگی سے ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ یہ زاویۂ نظر، کتابی علم کی اس روایت کی نفی کرتا ہے جس کے باعث آج تک ہمارے نظام میں گھر اور سماج کے درمیان فاصلے حائل ہیں۔ نئے قومی درسیات کے خاکے پر مبنی نصاب اور درسی کتابیں اسی بنیادی خیال پر عمل آوری کی ایک کوشش ہے۔ اس کوشش میں مختلف مضامین کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے اور رٹ کر پڑھنے کے طریقۂ کار کی حوصلہ شکنی بھی شامل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان اقدامات سے قومی تعلیمی پالیسی 1986 میں مذکور 'تعلیم کے طفل مرکوز نظام' کی طرف مزید پیش رفت ہوگی۔

اس کوشش کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ اسکولوں کے پرنسپل اور اساتذہ بچوں میں اپنے تاثرات خود ظاہر کرنے اور ذہنی سرگرمیوں اور سوالوں کے ذریعے سیکھنے کی ہمت افزائی کریں۔ ہمیں یہ ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ بچوں کو اگر موقع، وقت اور آزادی دی جائے تو وہ بڑوں سے حاصل شدہ معلومات سے وابستہ ہو کر، نئی معلومات مرتب کرتے ہیں۔ آموزش کے دوسرے ذرائع اور محل وقوع کو نظر انداز کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب مجوزہ درسی کتاب کو امتحان کے لیے واحد ذریعہ بنانا ہے۔ بچّوں کے اندر تخلیقی صلاحیت اور پیش قدمی کے رجحان کو فروغ دینا اسی وقت ممکن ہے جب ہم آموزشی عمل میں بچّوں کو بحیثیت شریک کار قبول کریں اور اُن سے اسی طرح پیش آئیں۔ انھیں محض مقررہ معلومات کا پابند نہ سمجھیں۔

یہ مقاصد اسکول کے معمولات اور طریقۂ کار میں معقول تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ روزمرہ نظام الاوقات (Time-Table) میں لچیلا پن اُسی قدر ضروری ہے جتنی کہ سالانہ کیلنڈر کے نفاذ میں سخت محنت کی تاکہ مطلوبہ ایّام کو حقیقتاً تدریس کے لیے وقف کیا جا سکے۔ تدریس اور اندازۂ قدر کے طریقوں سے بھی اس امر کا تعین ہوگا کہ یہ درسی کتاب، بچوں میں ذہنی تناؤ اور اکتاہٹ کا ذریعہ بننے کے بجائے ان کی اسکولی زندگی کو خوش گوار بنانے میں کس حد تک مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ نصابی بوجھ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے نصاب سازوں نے مختلف سطحوں پر معلومات کی تشکیل نو اور اسے نیا رخ دینے کی غرض سے بچوں کی نفسیات اور تدریس کے لیے دستیاب وقت پر زیادہ سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی ہے۔ اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے یہ درسی کتاب سوچنے اور محسوس کرنے کی تربیت، چھوٹے گروپوں میں بحث و مباحثہ کرنے اور عملاً انجام دی جانے والی سرگرمیوں کو زیادہ اوّلیت دیتی ہے۔

این سی ای آر ٹی اس کتاب کے لیے تشکیل دی جانے والی ''کمیٹی برائے درسی کتاب'' کی مخلصانہ کوششوں کی شکر گزار ہے۔ کونسل مشاورتی کمیٹی برائے سینئر سیکنڈری سطح کی سماجی سائنس کی درسی کتب کے چیئر پرسن پروفیسر ہری واسودیون اور اس کتاب کے خصوصی صلاح کار پروفیسر یوگیندر سنگھ کی ممنون ہے۔ اس درسی کتاب کی تیاری میں جن اساتذہ نے حصّہ لیا، ہم ان کے متعلقہ

© NCERT not to be republished

اداروں کے بھی شکر گزار ہیں۔ ہم ان سب ہی اداروں اور تنظیموں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنے وسائل، ماخذ اور عملے کی فراہمی میں فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ ہم وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کے شعبہ برائے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کی جانب سے پروفیسر مرنال مری اور پروفیسر جی۔ پی۔ دیش پانڈے کی سربراہی میں تشکیل شدہ نگراں کمیٹی (مانیٹرنگ کمیٹی) کے اراکین کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت اور تعاون ہمیں دیا۔ ہم اس نصابی کتاب کے اردو ترجمے کی ذمے داری بخوبی انجام دینے کے لیے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شکر گزار ہیں، خاص طور پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحسن اور محترمہ رخشندہ جلیل کے ممنون اور شکر گزار ہیں جنھوں نے مرکز برائے جواہر لعل نہرو اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے آؤٹ ریچ پروگرام کے ذریعے اس عمل میں رابطہ کار کے فرائض بخوبی انجام دیے۔ کونسل اس کتاب کے اردو ترجمے کے لیے سید ظفر الاسلام کی شکر گزار ہے۔ باضابطہ اصلاح اور اپنی اشاعت کے معیار کو مسلسل بہتر بنانے کے مقصد کی پابند ایک تنظیم کے طور پر این سی ای آر ٹی تمام مشوروں اور آرا کا خیر مقدم کرتی ہے تاکہ کتاب کو مزید غور و فکر کے بعد اور زیادہ کار آمد اور بامعنی بنایا جا سکے۔

نئی دہلی	ڈائریکٹر
20 نومبر 2006	**نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ**

© NCERT not to be republished

کمیٹی برائے درسی کتب

چیئرپرسن، مشاورتی کمیٹی برائے سماجی علوم کی درسی کتب (اعلیٰ ثانوی سطح)

ہری واسودیون، پروفیسر، شعبۂ تاریخ، کلکتہ یونیورسٹی، کولکاتا

خصوصی صلاح کار

یوگیندر سنگھ، پروفیسر ایمریٹس، سینٹر فار دی اسٹڈی آف سوشل سسٹم، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

صلاح کار

میتریہ چودھری، پروفیسر، سینٹر فار دی اسٹڈی آف سوشل سسٹم، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

ستیش دیش پانڈے، پروفیسر، شعبۂ سماجیات، دہلی اسکول آف اکنامکس، دہلی یونیورسٹی، دہلی

اراکین

امیتا باوسکر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف اکنامک گروتھ، دہلی یونیورسٹی، دہلی

انجن گھوش، فیلو، سینٹر فار اسٹڈیز اِن سوشل سائنسز، کولکاتا

کرول اپادھیائے، وزیٹنگ ایسوسی ایٹ فیلو نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایڈوانسڈ اسٹڈیز، بنگلور

خامیابم اندرا، اسسٹنٹ پروفیسر، نارتھ ایسٹ ریجنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکشن، شیلانگ

کشال دیو، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ سماجیات، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، ممبئی

لتا گووندن نائر، سابق مدرس سماجیات، سردار پٹیل ودھیالیہ، نئی دہلی

نندنی سندر، پروفیسر، شعبۂ سماجیات، دہلی اسکول آف اکنامکس، دہلی یونیورسٹی، دہلی

نتیہ راما کرشنن، ایڈوکیٹ، دہلی ہائی کورٹ، دہلی

ساریکا چندر ونشی ساجو، اسسٹنٹ پروفیسر، ڈی ای ایس ایس، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

تسونگ نیومی، اسسٹنٹ پروفیسر، نارتھ ایسٹ ریجنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، شیلانگ

ممبر کوآرڈی نیٹر

منجو بھٹ، پروفیسر وصدر شعبہ، ڈی ای ایس ایس، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

© NCERT not to be republished

اظہار تشکر

ایک متعین وقت میں اس درسی کتاب کی تیاری کے چیلنج کو قبول کرنے اور اسے پورا کرنے میں جن افراد کی کوششیں شامل ہیں کونسل ان تمام لوگوں کی ممنون و مشکور ہے۔ سب سے پہلے ہم ادارتی ٹیم کے اراکین کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اسے انجام دیا۔

خصوصی صلاح کار پروفیسر یوگیندر سنگھ نے ہمیشہ ہماری حوصلہ افزائی کی اور پیش قدمی کے لیے ہمارے اندر اعتماد پیدا کیا۔ انھوں نے اور پروفیسر کرشن کمار، ڈائریکٹر، این سی ای آر ٹی نے ہمیں وہ ''ابھے ہست'' فراہم کیا جس سے ہماری اجتماعی کوششوں کو رہنمائی ملی اور ہم کامیاب ہوئے۔ پروفیسر سویتا سنہا، پروفیسر اور ہیڈ، ڈی ای ایس ایس ایچ نے اپنے فیاضانہ تعاون سے ہمیں نوازا۔ ڈاکٹر شویتا اپل، چیف ایڈیٹر، این سی ای آر ٹی نے نہ صرف سہولیات فراہم کیں بلکہ ہمیں اپنا مقصد حاصل کرنے میں حوصلہ افزائی بھی کی۔

ہم سیما بنرجی، پی جی ٹی (سماجیات)، لکشمن پبلک اسکول، نئی دہلی؛ دیواین پاٹھک، بلیو بیل انٹرنیشنل اسکول، نئی دہلی؛ نرملا چودھری، پی جی ٹی (سماجیات)، نہرو آدرش سینئر سیکنڈری اسکول، دہلی؛ کرن شرما، پی جی ٹی (سماجیات)، گورنمنٹ بوائز سینئر سیکنڈری اسکول، نئی دہلی کے تعاون اور مواد کی فراہمی کے لیے شکر گزار ہیں۔

محترمہ شیوتا راؤ ہمارے خصوصی شکریے کی مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کے ڈیزائن کا چیلنج قبول کیا اور ہماری کوششوں کو نتیجہ خیز بنانے میں مددگار رہیں۔ ان کا اشتراک ہر صفحے پر صاف نظر آتا ہے۔ کونسل جیسنا جیا چندرن، ریسرچ اسکالر، سینٹر فار دی اسٹڈی آف سوشل سسٹم، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی کے تعاون اور اشتراک کے لیے بھی شکر گزار ہے۔

ہم مانیٹرنگ کمیٹی کے اراکین پروفیسر ستیش سبروال اور پروفیسر این جیا رام کے بھی بے حد ممنون ہیں جن کے باریک بین تبصرات اور تجاویز سے ہم نے استفادہ کیا۔

آخر میں ہم ان سبھی اداروں اور افراد کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنی اشاعتوں سے مواد استعمال کرنے کی فیاضانہ اجازت دی۔ کونسل جناب آر۔ کے۔ لکشمن کی خصوصی شکر گزار ہے جنھوں نے اپنے کارٹونوں کے استعمال کی اجازت دی۔ ڈاکٹر مالویکا کارلیکر کی ان کی کتاب 'وزیولائزنگ انڈین وومین 1947–1875'، (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی) سے فوٹو گراف کے استعمال کی اجازت دینے کے لیے بھی شکر گزار ہے۔

کونسل ڈاکٹر رادھا کمار کی کتاب 'دی ہسٹری آف ڈوانگ: این السٹریٹیڈ اکاؤنٹ آف مومنٹ فار ویمنز رائٹز اینڈ فیمنزم ان انڈیا 1990–1800' سے اس کتاب میں بصری مواد اور محترمہ روی اگروال کے ان کے جمع کیے گئے فوٹو گراف کے استعمال کی اجازت کے لیے شکریہ ادا کرتی ہے۔ اس کتاب میں انڈیا ٹوڈے، آؤٹ لک، فرنٹ لائن، دی ٹائمز آف انڈیا، دی ہندو، دی ہندوستان ٹائمز کے مواد اور کچھ فوٹو گراف کا استعمال کیا گیا ہے۔ کونسل ان مواد کے مصنفین، کاپی رائٹ ہولڈرز اور پبلشرز کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ کونسل ریل میوزیم لائبریری، چانکیہ پوری، نئی دہلی، وائی کے گپتا اور آرسی داس، سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل ٹیکنالوجی، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی کی بھی شکر گزار ہے۔

اس کتاب کی تیاری کے لیے کونسل کاپی ایڈیٹرز ارشاد نیر اور حسن البنّا، پروف ریڈر شبنم ناز، ڈی ٹی پی آپریٹرز شمائلہ فاطمہ، فلاح الدین فلاحی، محمد وزیر عالم اور نرگس اسلام اور کمپیوٹر اسٹیشن انچارج پرش رام کوشک کی تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

© NCERT not to be republished

استعمال سے متعلق مشورے

سماجیات کی پچھلی کتاب آپ پڑھ چکے ہیں۔ لہٰذا قومی نصاب تعلیم کے خاکے کے اس تصور اور بنیادی مفہوم سے واقف ہیں جو درسی کتابیں ترسیل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ یہ تصور آپ کو رٹنے کے ذریعہ سیکھنے سے منحرف کرتا ہے۔ درسی کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ استغراق اور تجسس اور چھوٹے گروپوں میں مباحثہ اور روزمرہ کے تجربے سے متعلق سرگرمیوں کے لیے مواقع فراہم کرنے کو زیادہ ترجیح دی جائے اور اس کی گنجائش بھی پیدا کی جائے۔ نفس مضمون کو عصری سماجی ماحول اور بچے کی روزمرہ زندگی سے جوڑنے کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اسے ممکن بنانے کے لیے ہم نے اخبارات، میگزین کی رپورٹوں، کہانیوں کے مختصر اقتباسات، سرکاری رپورٹوں کے علاوہ بچوں کی روزمرہ زندگی سے لی گئی بہت سی مثالیں بھی باکس میں پیش کی ہیں۔ درسی کتاب میں دی گئی مشقیں اور سرگرمیاں کتاب کا لازمی حصہ ہیں۔ سماجیاتی تحریروں سے بھی چند پہلو اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ سماجی تحقیق کی بھی صلاحیت حاصل ہو سکے۔

یہ کام ہمارے لیے چیلنج سے بھرپور اور بسا اوقات دقت طلب رہا ہے۔ ہم اس بات سے آگاہ ہیں کہ آپ کی تجاویز اس میں بہتری پیدا کرنے کے طویل سلسلے کو جاری رکھیں گی۔ براہِ کرم درج ذیل پتے پر ہمیں تحریر کریں—

ہیڈ
ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان سوشل سائنسز
این سی ای آر ٹی، شری اربندو مارگ، نئی دہلی-110016

آپ ہمیں ای میل بھی کر سکتے ہیں۔ ncertsociologytexts@gmail.com.

ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان سوشل سائنسز اینڈ ہیومینیٹز میں خاص طور پر آپ کے تنقیدی تبصرات اور کتاب میں بہتری کے لیے تجاویز کی پذیرائی کی جائے گی۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ درسی کتاب کی اگلی نئی اشاعت میں سبھی مفید تجاویز کو شامل کیا جائے گا۔

پروفیسر میتریہ چودھری
پروفیسر منجو بھٹ

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

تمہید

ہَم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بَھارَت کو ایک مقتدر، سمَاج وَادی، غیر مَذھَبی عَوامی جَمھُوریَه بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں۔

انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر 1949ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

1۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''مقتدر عوامی جمہوریہ'' کی جگہ (3-1-1977 سے)
2۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''قوم کے اتحاد'' کی جگہ (3-1-1977 سے)

© NCERT not to be republished

فہرست

پیش لفظ	iii
مطالعے کے لیے تجاویز	vii
باب1 ساختی تبدیلی	1—17
باب2 ثقافتی تبدیلی	18—37
باب3 ہندستانی جمہوریت کی کہانی	38—59
باب4 دیہی سماج میں تبدیلی و ترقی	60—77
باب5 صنعتی سماج میں تبدیلی و ترقی	78—97
باب6 عالم کاری اور سماجی تبدیلی	98—120
باب7 عوامی ذرائع ابلاغ و ترسیل	121—144
باب8 سماجی تحریکیں	145—171

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

حصّہ 4 الف

بنیادی فرائض

بنیادی فرائض : 51 الف۔ بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ——

(الف) آئین پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے؛

(ب) ان اعلیٰ نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں؛

(ج) بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفّظ کرے؛

(د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے، قومی خدمت انجام دے؛

(ہ) مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو؛

(و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے؛

(ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں، محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔

(ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے؛

(ط) قومی جائیداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے؛

(ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی وکامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے؛

(ک) ماں، باپ یا سرپرست جو بھی ہے، چھ سے چودہ سال تک کی عمر کے اپنے بچّے یا زیر ولایت، کو تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

© NCERT not to be republished

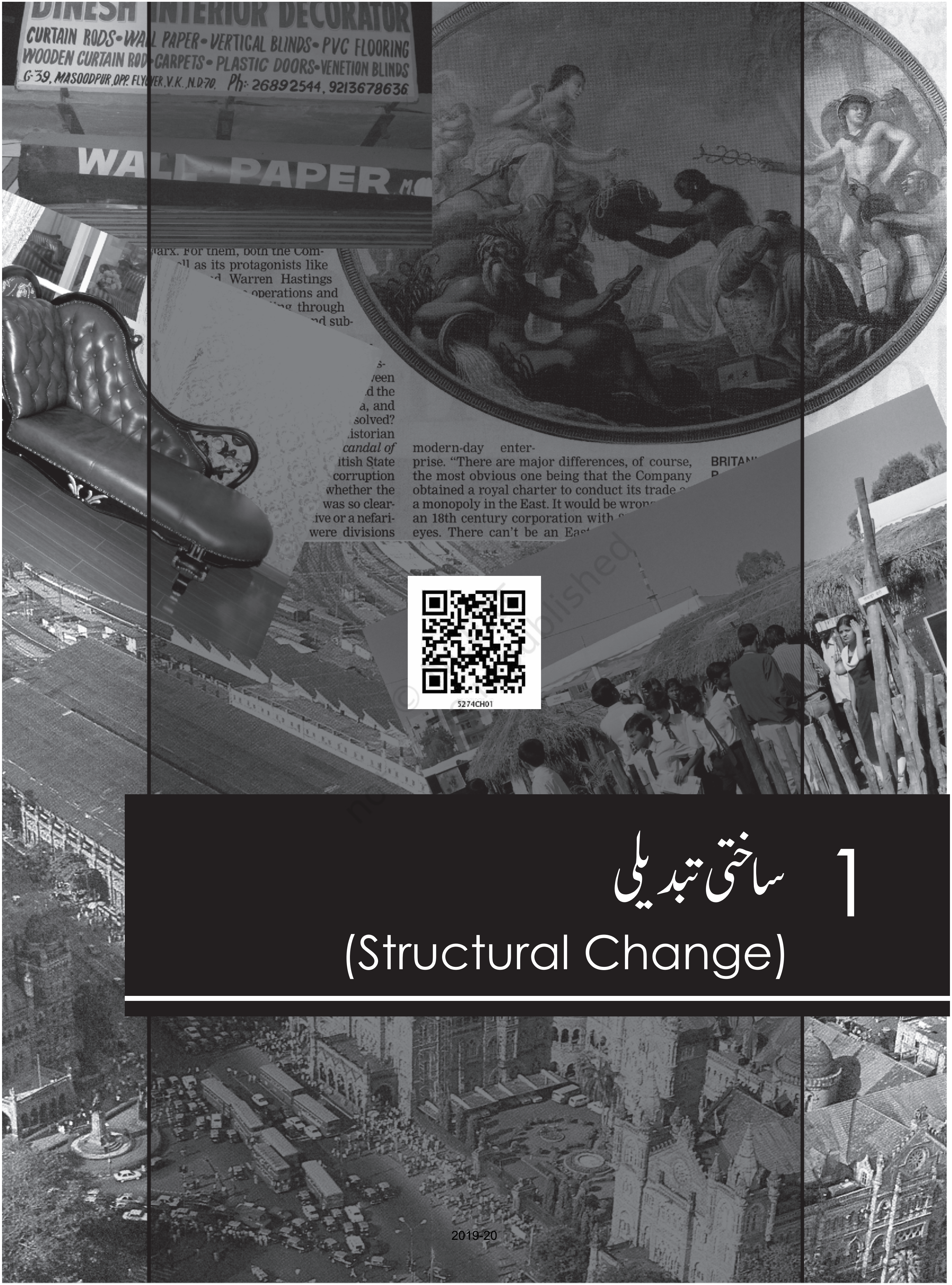

5274CH01

1 ساختی تبدیلی
(Structural Change)

حال کو سمجھنے کے لیے ماضی کے بارے میں کچھ آگاہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ غالباً یہ آگاہی کسی بھی فرد، سماجی گروہ یا پورے ملک جیسے کہ ہندوستان کو بھی سمجھنے کے لیے بھی اتنا ہی ضروری ہوتا ہے۔ ہندوستان کی ایک طویل اور وسیع تاریخ ہے جہاں عہد قدیم اور عہد وسطیٰ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے وہیں اس کے نوآبادیاتی تجربے کو جاننا بھی بہت اہم ہے بالخصوص جدید ہندوستان کو سمجھنے کے لیے۔ یہ محض اس لیے نہیں کہ ہندوستان میں بہت سے جدید خیالات اور ادارے استعماریت کے ذریعے آئے بلکہ اس لیے بھی کہ جدید خیالات سے اس طرح کا سامنا باہم متناقض یا متضاد تھا۔ مثلاً نوآبادیاتی دور میں ہندوستانیوں نے مغربی روشن خیالی اور آزادی کے بارے میں پڑھا تاہم وہ ایک ایسی مغربی نوآبادیاتی حکومت کے تحت زندگی گذار رہے تھے جو ہندوستانیوں کو حریت اور آزادی دینے کی ہی منکر تھی۔ اسی طرح کے تضادات سے ہی بہت سی ساختی اور ثقافتی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن پر باب 1 اور 2 میں بحث کی جائے گی۔

آئندہ ابواب میں ہم دیکھیں گے کہ ہماری سماجی اصلاح اور قوم پرستانہ تحریک، قوانین، سیاسی زندگی اور آئین، صنعت و زراعت، شہر اور گاؤں پر استعماریت کے ساتھ ہمارے متناقض تجربے کی کتنی گہری چھاپ ہے۔ جدیدیت کے ساتھ ہمارے مخصوص تجربات پر بھی اس کے دیرپا اثرات ہوئے۔ اپنی روزمرہ کی زندگی میں جن سے ہم دوچار ہوتے ہیں ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

ہمارے یہاں پارلیمانی اور قانونی نظام ہے، ایک پولیس اور تعلیمی نظام بھی ہے جو کافی حد تک برطانوی ماڈل پر ہی مبنی ہے۔ ہم برطانوی لوگوں کی طرح سڑک کے بائیں طرف چلتے ہیں۔ 'بریڈ آملیٹ' اور 'کٹ لیٹ' جیسی کھانے کی چیزیں بھی عام طور پر سڑک کے کنارے ریستورانوں اور کینٹینوں میں ملا کرتی ہیں۔ بسکٹ بنانے والی ایک مشہور کمپنی نے اپنا کا نام بھی برطانیہ کے نام پر رکھا۔ بہت سے اسکولوں میں نکٹائی پوشاک کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ہم مغرب کی تعریف کرتے ہیں اور برائی بھی۔ عصری ہندوستان میں برطانوی استعماریت کے یہ محض چند پیچیدہ سے طور طریقے ہیں جن کی جھلک ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔

© NCERT not to be republished

جدیدیت کے مختلف ابعاد

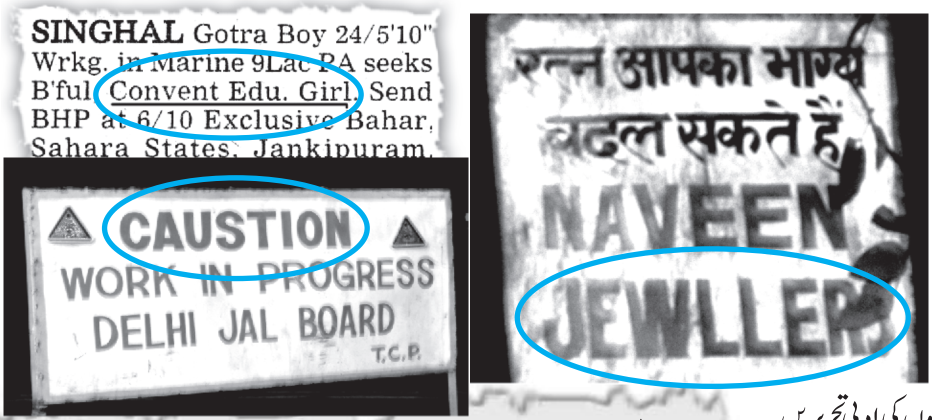

آیئے انگریزی زبان کی مثال لیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس کے اثرات کتنے کثیر رخی اور متناقض ہیں۔ یہ صرف غلط املے کا معاملہ نہیں ہے۔ ہندوستان میں انگریزی نہ صرف بڑے پیمانے پر استعمال کی جاتی ہے بلکہ اس میں ہندوستانیوں کی ادبی تحریریں بھی پائی جاتی ہیں۔انگریزی کے علم کے سبب ہندوستان کو نہ صرف عالمی بازار میں فوقیت حاصل ہے بلکہ یہ اب بھی امتیازی حق ومراعات کی علامت بنی ہوئی ہے۔انگریزی کا علم نہیں ہے تو روزگار کے میدان میں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس کے ساتھ ہی وہ لوگ جیسے دلت وغیرہ جو رسمی تعلیم سے روایتی طور پر محروم تھے،انگریزی کی تعلیم سے ان کے لیے بھی مواقع کے دروازے کھل سکتے ہیں جو کہ پہلے بند تھے۔

اس باب میں ہم نے ہونے والی ساختی تبدیلیوں پر توجہ مرکوز کی ہے۔لہٰذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وسیع تاثراتی نظریے کے بجائے ایک ساخت اور نظام کے طور پر استعماریت کو واضح طور پر سمجھنے کی کوشش کی جائے جس کے سبب نئی سیاسی،معاشی،سماجی اور ساختی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اس باب میں ہم صرف ان دو ساختی تبدیلیوں پر نظر ڈالیں گے جنھیں صنعت کاری (industrialisation) اور شہر یا نایا شہر کاری (urbanisation) کہتے ہیں یہاں مخصوص نوآبادیاتی سیاق و سباق پر توجہ مرکوز کی جائے گی اور ساتھ ہی آزادی کے بعد ہونے والی ترقیات کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

عالمی طور پر مستعمل انگریزی

خاتون خانہ اور کالج کے طلبا جو انگریزی جانتے ھیں BPOs میں آن لائن اسکورر کے طور پر اپنا نہایت پسندیدہ مفوضہ کام کرتے ھیں جیسا کہ کے۔ جیشی نے لکھا ھے۔ یہ کلاس روم جیسا ایك بالكل مانوس منظر ھے۔ صرف نامانوس چیز اس کی ترتیب اور تنظیم ھے۔ بلیك بورڈ کے بجائے کمپیوٹر اسکرین اور گھریلو بحیثیت ٹیچر ایشیا میں غیر انگریزی بولنے والے طلبا کے ذریعہ تحریر کیے گئے مضامین کی جانچ کا کام اختیار کیا ھے۔ یہ سب ماؤس کی ایك کلك پر انجام پاتا ھے۔ اس سلسلے میں جانچ کرنے والوں کے حوصلہ افزا تبصرات جاپان، کوریا اور چین کے طلبا کو انگریزی سیکھنے کی ترغیب دیتے ھیں۔

BPOs میں آن لائن تعلیم کا کام جلد از جلد کمانے کی خواهش مندوں کے لیے خوشی کا باعث ھے۔آپ کے اندر صرف انگریزی کا طبعی ذوق تخلیقی مہارت، کمپیوٹر کا بنیادی علم، میلوں آگے جانے اور سیکھنے کی خواهش ہونی چاهیے۔

ماخذ: دی ہندو،جمعرات 4 مئی 2006

سرگرمی 1.1

عام زندگی میں استعمال کی جانے والی ایسی چیزوں جیسے فرنیچر یا غذا کی قسم یا ہندوستانی زبانوں میں کہاوتوں محاوروں وغیرہ کے بارے میں سوچیں جن کا تعلق برطانوی نوآبادیاتی دور کے ہمارے ماضی میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

کسی بھی ہندوستانی زبان میں ناول،افسانہ،فلم یا ٹیلی ویژن سیریل کی شناخت کریں جو استعماریت کے دور کی یاد دلاتے ہوں۔اس کے متعدد پہلوؤں پر بحث کریں۔

آپ نے فلم یا ٹیلی ویژن سیریل میں عدالتی کارروائی کا منظر دیکھا ہوگا۔کیا آپ نے ان کارروائیوں پر غور کیا ہے؟ ان میں زیادہ تر برطانوی نظام سے ماخوذ ہیں۔ابھی یہ پرانی بات نہیں ہے جب ہندوستانی جج عدالت میں مصنوعی بالوں والا ٹوپ (وگ) پہنا کرتے تھے۔معلوم کیجیے کہ یہ رواج کہاں سے ماخوذ ہے۔

© NCERT not to be republished

ان سبھی ساختی تبدیلیوں کے ساتھ ثقافتی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم اگلے باب میں گفتگو کریں گے۔ ان دونوں کو قطعیت کے ساتھ الگ الگ کرنا مشکل ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھیں گے کہ ثقافتی تبدیلیوں کے ذکر کیے بغیر شناختی تبدیلیوں پر بحث مشکل ہے۔

1.1 استعماریت کی تفہیم (UNDERSTANDING COLONIALISM)

ایک سطح پر کسی ایک ملک کے ذریعہ دوسرے ملک پر حکمرانی قائم کرنا استعماریت کا سیدھا مطلب ہے۔ جدید دور میں مغربی استعماریت سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کی ایک پہچان یہ بھی رہی ہے کہ جدید ہندوستان پر مختلف ادوار میں مختلف گروہوں نے حکومت کی ہے۔ لیکن نوآبادیاتی حکمرانی کا اثر دیگر سابقہ حکومتوں سے اس معنی میں مختلف ہے کہ اس کے سبب جو تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ان کا دائرہ اثر کافی دور رس اور گہرا تھا۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جس میں مضبوط طاقتوں کے ذریعہ کمزوروں کے خطے کا الحاق کیا گیا اور ان پر تسلط قائم کیا گیا۔ تاہم سرمایہ داری سے قبل اور بعد میں قائم ہونے والی سلطنتوں میں کافی فرق ہے۔ سرمایہ داری دور سے قبل کے فاتحین نے کثیر مال غنیمت اور مسلسل خراج کے ذریعے اپنے غلبے کو مستحکم کیا لیکن بحیثیت مجموعی انھوں نے معاشی بنیاد کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ وہ براہِ راست خراج وصول کرتے تھے یہ معاشی زائد یا فاضل سے اخذ کیا جاتا تھا اور یہ ماتحت علاقوں میں روایتی پیداوار سے حاصل ہوتا تھا۔

(علوی (Alavi) اور شانن (Shanin) 1982)

اس کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام پر مبنی برطانوی استعماریت نے کثیر منافع کو یقینی بنانے اور برطانوی سرمایہ داری کے مفاد کے لیے براہِ راست مداخلت کی۔ یہ ہر پالیسی برطانوی سرمایہ داری کے استحکام اور اس کی توسیع کی جانب گامزن تھی۔ مثلاً اس نے ملک کے بنیادی قوانین میں تبدیلی کی۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ زمین کی ملکیت کے قوانین کو تبدیل کیا بلکہ یہ بھی طے کیا کہ کون سی فصل پیدا کی جائے گی اور کون سی نہیں۔ انھوں نے مصنوعات کے شعبہ میں بھی مداخلت کی۔ اشیا کے نظامِ پیداوار اور ان کی

تقسیم کے طریقوں کو بدل دیا۔ جنگلات میں دخل اندازی کی۔ پیڑوں کی کٹائی کر کے چائے کی کاشت شروع کی۔ جنگلات سے متعلق کئی قوانین وضع کیے جن سے چرواہوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ ان کو جنگلوں میں داخل ہونے سے روک دیا گیا جن سے ان کے مویشیوں کو پہلے چارا ملا کرتا تھا۔ درج ذیل باکس میں مختصراً بتایا گیا ہے کہ کس طرح نوآبادیاتی جنگلاتی پالیسی شمال مشرقی ہند پر اثر انداز ہوئی۔

باکس 1.1

شمالی مشرقی ہند میں نوآبادیاتی دور کی جنگلاتی پالیسی

بنگال میں ریلوے کی شروعات......ایک اہم موڑ ثابت ہوئی، آسام میں اس کی جنگلاتی پالیسی میں تبدیلی نظر آئی (اس وقت آسام صوبہ بنگال کا ایک حصہ تھا) یعنی اب اس کی پالیسی عدم مداخلت کے اصول کو چھوڑ کر سرگرم مداخلت پسندی میں بدل گئی......ریلوے سلیپروں کے مطالبہ نے آسام کے جنگلات کو نوآبادیاتی انتظامیہ کے لیے غیر پیداواری سے محصول کے نفع بخش ذرائع میں بدل دیا۔ (جس میں موجود سبھی سات شمال مشرقی ریاستیں شامل تھیں) 1861 اور 1878 کے درمیان تقریباً 269 مربع میل کا وسیع جنگل محفوظ (ریزرو) قرار دیا گیا۔ 1894 تک یہ علاقہ 3,683 مربع میل تک پھیل گیا اور بڑھتے بڑھتے 19 ویں صدی کے آخر تک محکمے کے تحت جنگلات کا علاقہ 20,061 مربع میل ہو گیا جو صوبہ کے کل علاقے کا 42.2 فی صد رقبہ تھا)۔ اس میں سے 3,609 مربع میل محفوظ جنگلات پر مشتمل تھا......نمایاں طور پر ان جنگلات کا بڑا رقبہ ان پہاڑی علاقوں میں واقع تھا جن پر قبائلی لوگوں کا قبضہ تھا اور جو صدیوں سے اسی پر انحصار کرتے تھے اور فطرت کے ساتھ قریبی ہم آہنگی کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

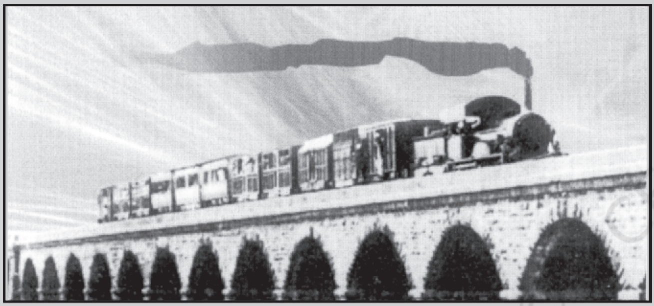

ہندوستان کا پہلا کریک (Creak) پل جو تھانے کے پاس ہے۔ اس کے اوپر گذرتی ہوئی ٹرین—1854

(نانگ بری، 2003)

استعماریت نے لوگوں کی آمدورفت میں نمایاں طور پر اضافہ کیا۔ ہندوستان کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں لوگوں کی آمدورفت میں آسانی پیدا ہوئی۔ مثلاً موجودہ جھارکھنڈ سے چائے کے باغات میں کام کرنے کے لیے لوگ آسام جانے لگے۔ ایک نیا ابھرتا ہوا متوسط طبقہ (مڈل کلاس) بطور خاص بنگال اور مدراس کے برطانوی پریزیڈنسی سے سرکاری ملازمین، ڈاکٹر اور وکیل جیسے پیشہ ور لوگ ملک کے مختلف حصوں میں آنے جانے لگے۔ لوگوں کو جہازوں میں سوار کرا کر دور دراز کے ایشیائی، افریقی اور امریکی نوآبادیاتی علاقوں میں کام کرانے لے جایا گیا۔ بہت سے راستے میں فوت ہو گئے۔ اکثر واپس نہیں آسکے۔ آج بھی ان کی نسلوں کو ہندوستانی نژاد عوام کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اپنے حکومتی کام کاج کو آسان بنانے کے لیے استعماریت نے مختلف میدانوں میں زبردست تبدیلیاں کیں۔ یہ تبدیلیاں قانونی، ثقافتی یا تعمیراتی وغیرہ میدانوں میں رونما ہوئی۔ استعماریت درحقیقت وسیع پیمانے پر اور تیزی سے لائی گئی تبدیلیوں کی کہانی

تھی۔ان میں سے بعض تبدیلیاں دانستہ طور پر انجام دی گئیں تھیں جب کہ بعض غیر ارادی طور پر۔جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ مغربی تعلیم کی شروعات برطانوی استعماریت کے انتظام وانصرام میں مدد کے لیے ہندوستانیوں کو تیار کرنے کی غرض سے ہوئی تھی لیکن یہ قوم پرستانہ اورنوآبادی مخالف شعور کی بیداری کا ذریعہ بنی۔

باکس 1.2

1834 سے لے کر 1920 تک ہندوستان کی بندرگاہوں سے مستقل جہاز جایا کرتے تھے۔جن میں مختلف مذاہب،جنس،طبقات اور ذات کے لوگ ہوتے تھے۔ان کو کم از کم پانچ سال کے لیے ماریشس کے باغات میں مزدوری کرنے کے لیے پہنچایا جاتا تھا۔کئی دہائیوں تک لوگوں کی بھرتی کے لیے بہار میں بطور خاص پٹنہ،گیا،آرا، سارن،ترہوت،چمپارن،مونگیر(Monghyr)، بھاگل پور اور پورنیہ اضلاع کو مرکز بنایا گیا تھا۔(پائینو 1984)

استعماریت کے ذریعہ لائی گئی ساختی تبدیلیوں کی وسعت اور گہرائی کو سمجھنے کے لیے سرمایہ داری کی چند بنیادی خصوصیات کو سمجھنا ضروری ہے۔سرمایہ داری ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں پیداوار کے وسائل کی ملکیت نجی ہوتی ہے اور ایک بازاری نظام میں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے انھیں منظم کیا جاتا ہے۔(ہم پہلی کتاب 'ہندوستانی سماج میں سرمایہ دارانہ بازار' پر گفتگو کر چکے ہیں)۔مغرب میں سرمایہ داری کی شروعات ایک پیچیدہ عمل کے ذریعہ ہوئی جس میں بطور خاص یورپ کے ذریعہ باقی دنیا میں امکانات کی تلاش،دولت اور وسائل کی لوٹ،سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی ترقی اور صنعت وزراعت کو بروئے کار لانا بھی ہے۔سرمایہ داری کو اس کے تحرک،قوت نمو،توسیع،اس اختراع،تکنیک اور زیادہ سے زیادہ منافع کو یقینی بنانے کے لیے محنت کے بہتر استعمال کے لیے جانا گیا۔اس کا عالمی مزاج بھی اس کی پہچان بنا۔ہندوستان جیسے نوآبادیاتی ملکوں میں جس طرح سے سرمایہ داری کو فروغ ملا اس کا بھی کافی اثر پڑا۔اگلے حصے صنعت کاری اور شہر کاری میں ہم دیکھیں گے کہ استعماریت کس طرح نہایت مخصوص انداز میں ابھری۔

اگر سرمایہ داری غالب معاشی نظام ہو جائے،تو وہ قومی ریاستیں غالب سیاسی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ہم سبھی قومی ریاستوں میں رہتے ہیں یا قومی شہریت آج ہمیں فطری دکھائی دیتی ہے۔پہلی جنگ عظیم سے قبل بین الاقوامی سفر کے لیے پاسپورٹ کا استعمال بالعموم نہیں کیا جاتا تھا اور زیادہ تر علاقوں میں ہی کچھ لوگوں کے پاس یہ ہوا کرتا تھا۔تاہم سماج ہمیشہ ان خطوط پر منظم نہیں تھے۔قومی ریاست ایک خاص قسم کی ریاست پر مشتمل ہوتی ہے،یہ جدید دنیا کی امتیازی صفت ہے۔متعینہ سرحدوں میں حکومت کے پاس قومی خود مختاری ہوتی ہے اور اس میں رہنے والے لوگ ملک کے شہری ہوتے ہیں۔قومی ریاستوں کا تعلق قوم پرستی کے عروج کے ساتھ کافی گہرا ہے۔قوم پرستانہ کے نظریے کے مطابق لوگوں کے کسی بھی گروہ کو آزادی،اور قومی خود مختاری کا حق حاصل ہے۔یہ جمہوری نظریات کے ابھرنے کا ایک اہم جزہے۔اس کے بارے میں آپ باب 3 میں مزید تفصیل سے مطالعہ کریں گے۔آپ کو حیرت ہوگی کہ استعماریت کا عمل،قوم پرستی کا اصول اور جمہوری حقوق باہم متضاد ہیں۔نوآبادیاتی حکومت کا اطلاق غیر ملکی حکمرانی پر ہوتا ہے جیسے کہ ہندوستان پر برطانوی حکمرانی،قوم پرستی کا مفہوم ہے کہ ہندوستان یا کسی بھی نوآبادیاتی سماج کے لوگوں کو خود مختار یا سوراج ہونے کا مساوی حق حاصل ہے۔ہندوستان کے قوم پرست رہنماؤں نے اس ستم ظریفی کو جلد ہی سمجھ لیا اور اعلان کر دیا کہ آزادی یا سوراج ان کا پیدائشی حق ہے۔انھوں نے سیاسی اور معاشی دونوں طرح کی آزادی کے لیے جنگ کی۔

1.2 شہرکاری اور صنعت کاری
(URBANISATION AND INDUSTRIALISATION)

نوآبادیاتی تجربہ (THE COLONIAL EXPERIENCE)

صنعت کاری مشین کے ذریعہ کی جانے والی پیداوار کی شروعات کی طرف اشارہ کرتی ہے جو بے جان توانائی اور وسائل جیسے بھاپ یا بجلی کے استعمال پر مبنی ہے۔سماجیات کی نہایت معیاری مغربی درسی کتب میں ہم پڑھتے ہیں کہ انتہائی ترقی یافتہ روایتی تہذیبوں میں بھی زیادہ تر لوگ زراعت کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔تکنیکی ترقی کی نسبتاً کم تر سطح میں زرعی پیداوار سے بہت ہی کم لوگوں کو الگ کرنے کی گنجائش تھی۔اس کے برخلاف صنعتی سماج کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ زراعت کے مقابلے کارخانوں، دفتروں یا دکانوں میں برسر روزگار آبادی کی ایک بڑی اکثریت کام کرتی ہے۔مغرب میں 90 فی صد سے زیادہ لوگ قصبوں اور شہروں میں کام کرتے ہیں جہاں زیادہ کام ملتے ہی ہیں اور نئی ملازمتوں کے مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔اس لیے حیرت کی بات نہیں ہے کہ ہم عام طور پر شہرکاری کو صنعت کاری کے سے جوڑ دیتے ہیں۔اکثر یہ عمل ساتھ ساتھ ہوتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔

مثلاً برطانیہ صنعت کاری سے گزرنے والا پہلا سماج تھا اور دیہی ملک سے نمایاں طور پر ایک شہری ملک بننے میں بھی سب سے پہلا تھا۔

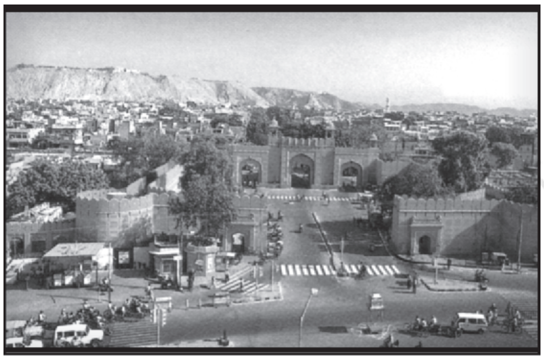
جے پور

چنئی

1800 میں 10,000 باشندوں والے قصبوں اور شہروں میں پوری آبادی کے 20 فی صد لوگ رہتے تھے۔1900 تک یہ تناسب بڑھ کر 74 فی صد کا ہو گیا۔دارالحکومت لندن میں 1800 میں تقریباً 1.1 ملین لوگ رہا کرتے تھے۔بیسویں صدی کی شروعات تک آبادی کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ اس کی تعداد 7 ملین تک ہو گئی۔لندن اس وقت تک دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہ ایک بڑا صنعتی، تجارتی اور مالیاتی مرکز تھا جو مستقل پھیلتی ہوئی برطانوی سلطنت کا مرکز بن چکا تھا۔ (گڈنس؛ 2001: 572)

برطانوی صنعت کاری ہندوستان کے بعض شعبوں میں عدم صنعت کاری (deindustrialisation) کا سبب ہوئی۔قدیم شہری مراکز زوال پذیر ہوئے۔ برطانوی صنعت میں تیزی مینچسٹر کے مقابلے کے باعث ہندوستان سے تیار کپاس اور ریشم مصنوعات کی روایتی برآمدات میں بھی گراوٹ کا سبب ہوئی۔ یہ دور سورت اور مسولی پٹنم جیسے شہروں کا زوال اور ممبئی و مدراس کے عروج کا بھی شاہد ہے۔ برطانیہ نے جب ہندوستانی ریاستوں پر قبضہ کیا تو تنجور، ڈھاکہ اور مرشدآباد جیسے شہروں کے درباروں کو بھی زوال ہوا اور ان درباروں سے وابستہ کاریگروں اور اس سے متعلق لوگوں کا بھی زوال ہوا۔انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان کے چند جدید شہروں میں مشینی صنعتیں لگانے کے ساتھ ساتھ بعض شہروں کی آبادی کافی بڑھ گئی۔

© NCERT not to be republished

ڈھاکہ یا مرشدآباد کی اعلا معیار کی ریشم اور سوت جیسے آسائشی اشیا تیار کرنے والے شہری صنعت پر ملکی دربار کے مطالبہ میں کمی اور بیرونی ممالک کے بازار (جن پر وہ کافی حد تک منحصر تھے) کے تقریباً ساتھ ساتھ واقع ہونے والے سقوط کے سبب زبردست چوٹ پڑی۔ اندرونی علاقوں کی دیہی دست کاری پر اور خاص کر مشرق کے ان علاقوں کے علاوہ جہاں انگریزوں کا داخلہ سب سے پہلے اور کافی گہرائی تک تھا، غالباً زیادہ عرصے تک محفوظ رہیان پر ریلوے کی وسعت کے ساتھ زبردست اثر ہوا۔ (سرکار 1983:29)

ممبئی

باکس 1.3

ہندوستان کی مردم شماری رپورٹ، 1911
(The Census of India Report, 1911)
جلد 1، صفحہ 408

ہندوستان میں سستے یورپی کپڑوں اور برتنوں کی وسیع درآمدات اور خود مغربی قسم کی مختلف فیکٹریوں کے ہندوستان میں قائم ہونے کے سبب بہت سی دیسی صنعتوں کا تقریباً صفایا ہی ہو گیا۔ زرعی پیداوار کی اونچی قیمتوں کو دیکھتے ہوئے دیہی کاریگروں نے اپنے خاندانی پیشہ کو چھوڑ کر کھیتی کرنا شروع کر دی۔ اس دیہی تنظیم کا انتشار ہر حصے میں الگ الگ رفتار سے ہوا۔ زیادہ ترقی یافتہ صوبوں میں یہ تبدیلی زیادہ نمایاں دیکھی گئی۔

برطانیہ میں صنعت کاری کے اثر سے زیادہ تر لوگ شہری علاقوں کی طرف منتقل ہوئے لیکن اس کے برعکس ہندوستان میں اس برطانوی صنعت کاری کے ابتدائی اثر سے لوگوں نے زراعت کی طرف رخ کیا؛ ہندوستان کی مردم شماری اسے واضح طور پر ثابت کرتی ہے۔

سماجیاتی تحریروں میں ہندوستان میں استعماریت کے متناقض اور غیر مطلوبہ نتائج کے بارے میں اکثر ذکر کیا جاتا ہے۔ مغربی صنعت کاری اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والے متوسط طبقے کا موازنہ ہندوستان میں صنعت کاری کے تجربات کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔ ایسی ہی ایک جھلک باکس میں دی گئی تفصیل سے ملتی ہے۔ درج ذیل دلیل سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صنعت کاری کا مطلب صرف مشینوں پر مبنی مصنوعات ہی نہیں بلکہ یہ ایک نئے سماجی گروہوں اور نئے سماجی تعلقات کے مضبوط ہونے کی کہانی بھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ہندوستان کی سماجی ساخت میں تبدیلیوں کے بارے میں ہے۔

باکس 1.4

ایسٹ انڈیا کمپنی اور بعد ازاں برطانوی حکومت نے جو متبادل پیش کیے ان میں زمین کی ملکیت اور انگریزی میں تعلیم کی سہولیات شامل تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو زرعی پیداواریت سے کوئی تعلق نہیں تھا اور دوسرے کو ہندوستانی روایت کے اصل دھارے سے کیوں یہ دونوں مناسب متوسط طبقہ نہیں پیدا کر سکے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ زمین دار زمین کے طفیلی بن گئے اور گریجویٹ محض ملازمت کے تلاش کرنے والے (مکھرجی 1979:114)

برطانوی سامراج کے معاشی نظام میں شہروں کا کردار نہایت اہم تھا۔ ممبئی، کولکاتا اور چنئی جیسے ساحلی شہروں

© NCERT not to be republished

سرگرمی 1.2

- تینوں شہروں کی شروعات کے بارے میں مزید دریافت کریں۔
- ان کے قدیم ناموں کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل کریں جنھیں بدل کر اب بمبئی سے ممبئی، مدراس سے چنئی، کلکتہ سے کولکاتہ، بنگلور سے بنگلورو کیا گیا ہے۔
- دیگر نوآبادیاتی شہروں کی ترقی کے بارے میں پتہ لگائیں۔

کو موافق مانا گیا۔ کیوں کہ ان مقامات سے قابل استعمال ضروری اشیا کو آسانی سے برآمد کیا جا سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تیار شدہ اشیا کو سستی لاگت میں درآمد بھی کیا جا سکتا تھا۔ نوآبادیاتی شہر برطانیہ میں واقع معاشی مراکز اور نوآبادیاتی ہندوستان میں حاشیے پر واقع شہروں کے درمیان اہم کڑی تھے۔ اس طرح یہ شہر عالمی سرمایہ داری کی ٹھوس مثال تھے۔ مثلاً برطانوی ہندوستان میں ممبئی کی منصوبہ بندی کی گئی اور اسے نئے سرے سے ترقی دی گئی۔ 1900 تک ہندوستان کا ایک تہائی کچے کپاس کو جہاز سے باہر بھیجا جا چکا تھا۔ کولکاتا سے جوٹ کی برآمد ہوتی تھی جب کہ چنئی سے قہوہ، چینی، نیل اور کپاس برطانیہ کو برآمد کیا جاتا تھا۔

باکس 1.5

جنوبی ایشیا کے نوآبادیاتی شہر کا ایک ماڈل

یورپی شہر میں...... وسیع بنگلے، سجے ہوئے مکانات، منصوبہ بند سڑکیں، سڑک کے دونوں کناروں پر درخت...... دوپہر اور شام کو ملاقات کے لیے کلب...... کھلی جگہوں کو مغربی تفریحی سہولیات جیسے گھڑ دوڑ، گولف، فٹ بال اور کرکٹ کے لیے محفوظ رکھا گیا تھا؛ جب پینے کے لیے پانی کی فراہمی، بجلی کے کنکشن، گندے پانی کی نکاسی کے انتظامات دستیاب تھے یا تکنیکی طور پر ممکن تھے یورپی شہر کے باشندوں نے ان کا بھرپور استعمال کیا لیکن ان سہولتوں کا استعمال صرف یورپ نژاد کے لیے ہی تھا (دتّ: 1993:361)

نوآبادیاتی دور میں شہرکاری کے سبب پرانے شہروں کا وجود کمزور ہوتا گیا اور ان کی جگہ نئے نئے نوآبادیاتی شہر ابھرے۔ کولکاتا ایسا پہلا شہر تھا۔ 1690 میں ایک انگریز تاجر جاب چارناک نامی نے ہگلی ندی کے ساحل سے متصل تین گاؤوں (کولکاتہ، گووند پور اور سوتانتی) کو پٹے پر لیا۔ اس کا مقصد ان تینوں گاؤوں میں تجارتی مراکز بنانا تھا۔ ہگلی ندی کے کنارے ہی 1698 میں فورٹ ولیم کو دفاعی مقاصد کے لیے قائم کیا گیا اور قلعہ سے متصل علاقے کو عسکری مصروفیات کے لیے صاف کیا گیا۔ قلعہ اور کھلے علاقے کو شہر کا مرکز قرار دیا گیا۔ یہ شہر تیزی کے ساتھ ابھرا۔

چائے کی باغ بانی (THE TEA PLANTATIONS)

یہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ ہندوستان میں صنعت کاری اور شہرکاری برطانیہ کی طرح نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ صنعت کاری کی شروعات دیر سے ہوئی بلکہ جدید دور میں ہماری ابتدائی صنعت کاری اور شہرکاری نوآبادیاتی مفادات کو دیکھتے ہوئے کی گئی تھی۔

چائے کا باغ

یہاں ہم مختلف صنعتوں کے بارے میں تفصیل سے بات نہیں کر سکتے بلکہ ہندوستان میں صرف چائے کی باغ بانی یا صنعت کو بطور مثال پیش کریں گے۔

چائے کی پتیاں توڑتی ہوئی خاتون

باضابطہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ نوآبادیاتی حکومت کس طرح مزدوروں کی بھرتی غلط طریقے سے کرتی تھی اور ان سے جبری طور پر کام لیا کرتی تھی۔ یہ عمل واضح طور پر برطانوی باغ بانوں کے مفاد میں انجام دیا جاتا تھا۔ کہانیوں اور دیگر رودادوں سے ہمیں اس صنعت میں باغ بانوں کی زندگی کی جھلک ملتی ہے۔

نوآبادیاتی منتظمین یہ مان کر چلتے تھے کہ باغات کے مالکان کے مفاد کو یقینی بنانے کے لیے مزدوروں کے خلاف سخت سے سخت اقدامات کیے جانے ضروری ہیں۔ وہ اس بات سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے کہ نوآبادیاتی ملک کے قوانین ان جمہوری اصولوں سے بندھے نہیں رہ سکتے جن کی پابندی وہ اپنے ملک میں کرتے ہیں۔

باکس 1.6

مزدوروں کی بھرتی کس طرح ہوتی تھی؟

1851 میں چائے صنعتوں کی ہندوستان میں شروعات ہوئی۔ زیادہ تر چائے کے باغات آسام میں تھے۔ 1903 تک 4,79,000 مستقل اور 93,000 عارضی ملازمین یہاں کام کرتے تھے۔ چوں کہ آسام کی آبادی گھنی نہیں تھی اور چائے کے باغات زیادہ تر سنسان پہاڑی علاقوں میں واقع تھے۔ اس لیے بڑی تعداد میں مزدوروں کو دوسرے صوبوں سے لانے کی ضرورت تھی۔ دوردراز کے مقامات سے ہر سال ہزاروں لوگوں کو ایسے اجنبی مقامات میں رکھنا جہاں کی آب و ہوا غیر صحت مند ہو اور عجیب وغریب بخار سے متاثر جہاں مالیاتی اور دیگر ترغیبات کی ضرورت تھی لیکن اسے دینے کے لیے باغات کے مالک آمادہ نہیں تھے۔ اس کے بجائے انھوں نے فریب دہی اور جبر کا سہارا لیا۔ انھوں نے حکومت سے مدد طلب کی اور تعزیری قوانین پاس کروا کے اپنے جرم میں حکومت کو معاون بنایا...... آسام کے چائے باغات کے لیے مزدوروں کی بھرتی سالوں تک ہوتی رہی۔ یہ کام زیادہ تر ٹھیکے داروں کے ذریعہ بنگال کے ٹرانسپورٹ آف نیٹولیبررز ایکٹ نمبر (III) The Transport of Native Labourers Act (No.III) 1863 کے شقوں کے ذریعہ انجام دیا گیا۔ اس میں 1865، 1870 اور 1873 میں ترمیم کی گئی۔

باکس 1.7

کرزن کی تقریر II سے ماخوذ صفحہ 9–238

آسام جانے والے مزدور دراصل اقرار نامے کے تحت کئی سالوں کے لیے وہاں گئے تھے۔ معاہدہ پورا نہ کرپانے کی صورت میں سزا کو منظوری دے کر حکومت نے باغات کے مالکوں کی مدد کی تھی۔

اس خیال کو لامبرٹی. رالیگھ نے 1901 کے آسام لیبر اینڈ امیگریشن بل پر بولتے ہوئے واضح کیا تھا؛ کہ ”پٹے پر یا معاہدے کے تحت لیے گئے مزدوروں کے لیے اس بل کے ذریعہ یہ مجاز بنایا گیا ہے۔ آسام کے لیے قرار سے قبل وہ اچھی طرح جان لیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور ان کو چار سال کے اپنے وعدے کو نبھانا ہے اور انھیں اگر وہ اسے انجام دینے میں ناکام رہتے ہیں تو انھیں

© NCERT not to be republished

گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کی دھمکی دی جا سکتی ہے۔ مالک اور نوکر سے متعلق عام قانون میں اس طرح کی شرائط نہیں رہتیں لیکن ہم نے قصداً اور آسام کے چائے باغات کے مالکان کے فائدے کے لیے برطانوی ہندوستان میں انھیں قانون کا حصہ بنایا ہے......حقیقت تو یہی ہے کہ اس قانون بنانے کا اصل محرک چائے باغ مالکان کا مفاد ہے نہ کہ قلی (مزدور) کا مفاد دیکھنا۔

(بحوالہ: آئی سی پی، 1901، جلد XI، صفحہ 133، چندرا، 2–1966:361)

باکس 1.6 اور 1.7 کے لیے مشق

مندرجہ بالا باکس کو پڑھیں اور بحث کریں:

- کام کو منضبط کرنے میں نوآبادیاتی حکومت اور اس کی قانون سازی کا کردار۔
- برطانوی چائے باغ مالکان کی مدد میں نوآبادیاتی ریاست کا کردار۔
- دریافت کریں کہ آج کل ان مزدوروں کی نسلیں کہاں کام کرتی اور رہتی ہیں۔

مزدوروں کی زندگیوں کے بارے میں جاننے کے بعد یہ ضروری ہے کہ دیکھیں کہ چائے باغات کے مالک کیسے رہا کرتے تھے۔

باکس 1.8

باغات کے مالک کیسے رہا کرتے تھے؟

سامان لادنے اور اتارنے کے لیے پربت پوری ایک اہم جگہ تھی۔ پربت پوری کے آس پاس کے باغات کے صاحب بہادر انگریز منیجر اور ان کی میمیں ہمیشہ اسٹیمر سے اترا کرتی تھیں۔ ویسے تو ان کے باغات دور دراز ہی واقع تھے لیکن ان کی زندگی عیش و آرام سے گزرتی تھی۔ ان کے وسیع بنگلے مضبوط لکڑی کے پائے پر واقع تھے اور گھرے ہوئے تھے تا کہ جانوروں سے محفوظ رہیں۔ اس بنگلے کے چاروں طرف مخملیں باغ تھے جن کی رونق رنگ برنگے پھولوں کی قطاروں سے بڑھ جاتی تھی......انھوں نے بڑی تعداد میں مالیوں، باورچیوں اور نجی نوکروں یا بیروں کی اس طرح تربیت کر رکھی تھی کہ وہ بہتر سے بہتر خدمات انجام دے سکیں۔ ان کے وسیع برآمدے والے بنگلے اس خاص طرز کے نوکروں کی فوج کی خدمات کی انجام دہی کے سبب چمکتے دمکتے رہا کرتے تھے۔

بے شک، ہر چیز خواہ برتن صاف کرنے کا پاؤڈر ہو یا خمیر ملا ہوا آٹا، سیفٹی پن سے لے کر چاندی کے برتن تک، خوب صورت ملائم ناٹنگھم لینس والی میز پوشوں سے لے کر نہانے کے صابنوں تک سب کچھ اسٹیمروں کے ذریعہ ندی کنارے آیا کرتے تھے۔ لوہے، کاربن اور سلیکان ملا کر ڈھالے گئے سخت دھات کے بڑے بڑے نہانے کے ٹب جو کہ انتہائی بڑے بڑے حماموں میں رکھے جایا کرتے تھے، انھیں ہر دن صبح صبح بہشتی بنگلے کے کنویں کے پانی سے بھر دیا کرتا تھا۔ یہ نہانے کے ٹب بھی درحقیقت اسٹیمر سے ہی آتے تھے۔ (پھوکن 2005)

آزاد ہندوستان میں صنعت کاری

(INDUSTRIALISATION IN INDEPENDENT INDIA)

پچھلے حصے میں ہم نے دیکھا کہ ہندوستان میں ہونے والی صنعت کاری اور شہر کاری میں نوآبادیاتی ریاست نے کس طرح اہم کردار نبھایا۔ اس حصے میں ہم مختصراً جانیں گے کہ صنعت کاری کو فروغ دینے میں آزاد ہندوستانی ریاست نے کس طرح سرگرم کردار ادا کیا۔ ہندوستان میں صنعت کے نمو پر استعماریت نے جو اثر ڈالا وہ ایک طرح کا جوابی عمل بھی تھا۔ باب 5 میں ہم ہندوستانی صنعت کاری اور اس میں آنے والی تبدیلیوں خاص کر 1990 کے بعد ہوئی نرم کاری کے بارے میں بحث کریں گے۔

سرگرمی 1.3

آپ سب امُول مکھن اور اس کی دیگر مصنوعات سے تو واقف ہوں گے۔ معلوم کریں کس طرح اس دودھ کی صنعت کی شروعات ہوئی؟

ہندوستانی قوم پرستوں کے لیے نوآبادیاتی حکمرانی کے تحت ہونے والا معاشی استحصال ایک بنیادی مسئلہ تھا۔ استعماریت سے پہلے کے ہندوستان کی جو تصویر حکایتوں اور روایتوں سے ابھرتی ہے وہ ہندوستان کی خوش حالی کا اظہار تھی۔ یہ شبیہہ برطانوی ہندوستان کی غربت کی شبیہہ سے بالکل متضاد تھی۔ سودیشی تحریک کے ذریعہ ہندوستان کی معیشت کے تئیں۔ وفاداری میں مزید اضافہ ہوا۔ جدید خیالات نے لوگوں کو احساس دلایا کہ غریبی کو روکا جاسکتا ہے۔ ہندوستانی قوم پرستوں نے خیال کیا کہ معیشت کی تیز ترین صنعت کاری وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ ترقی اور سماجی برابری دونوں کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بھاری اور مشین بنانے والی صنعتوں کی ترقی، عوامی شعبہ کی توسیع اور بڑے کوآپریٹو سیکٹر کے قیام کو نہایت اہم سمجھا گیا۔

جواہر لعل نہرو نے ایک جدید اور خوش حال ہندوستان کا خواب دیکھا۔ اس کی بنیاد بڑے اسٹیل کارخانوں یا بڑے اور اونچے باندھوں اور برقی مراکز پر رکھی جاتی ہے۔ آپ بھاکڑا ننگل بند پر نہرو کے خیالات دیکھیں۔

> ہمارے انجینئر ہمیں بتاتے ہیں کہ غالباً اس کے جیسا بڑا اور اونچا بند دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ اس کے کام میں دشواریاں اور پیچیدگیاں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ جب میں اس کے آس پاس گھوم رہا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ان دنوں لوگ بڑے مندروں، مسجدوں اور گرودواروں میں نوع انسانی کی بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ اس وسیع بھاکڑہ ننگل سے بہتر اور بڑی کون سی جگہ ہوگی جہاں ہزاروں لاکھوں لوگوں نے ایک ساتھ کام کیا۔ لوگوں نے یہاں اپنا خون پسینہ بہایا اور یہاں تک کہ اپنی جانیں قربان کردیں۔ اس سے اچھی اور کون سی جگہ ہوگی؟ (نہرو 1980:214)

باکس 1.9

1938 میں آزادی کے تقریباً ایک دہائی قبل قومی منصوبہ بندی کمیٹی کی تشکیل ہوئی تھی جس کے چیئرمین جواہر لعل نہرو اور کے۔ ٹی۔ شاہ جنرل آڈیٹر تھے۔ اسے انڈین نیشنل کانگریس کے ذریعہ قائم کیا گیا تھا۔ 1939 میں کمیٹی نے اپنا کام شروع کیا، لیکن یہ زیادہ آگے نہیں بڑھ پائی کیوں کہ اس کے چیرمین نہرو کو برطانوی حکومت نے گرفتار کرلیا اور بعد میں عالمی جنگ بھی شروع ہوگئی۔ ان رکاوٹوں کے باوجود 29 ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل ہوئی جنھیں قومی زندگی کے تمام پہلوؤں کے مدنظر آٹھ گروپوں میں تقسیم کیا جانا تھا اور مقررہ منصوبے کے مطابق کام کرنا تھا۔ اہم شعبوں پر کمیٹی نے اپنی توجہ مبذول کی وہ درج ذیل ہیں۔

(a) زراعت اور ابتدائی پیداوار کے دیگر وسائل
(b) صنعتیں یا پیداوار کے ثانوی وسائل
(c) انسانی عامل: لیبر اور آبادی
(d) مبادلہ اور مالیات
(e) عوامی سہولیات: نقل وحمل اور مواصلات
(f) سماجی خدمات: صحت اور ہاؤسنگ
(g) تعلیم: عام اور تکنیکی
(h) منصوبہ بند معیشت میں عورتوں کا کردار

ذیلی کمیٹیوں میں بعض نے اپنی آخری رپورٹیں اورمتعدد دیگر عارضی رپورٹیں ہندوستان کی آزادی سے قبل داخل کیں۔1948-49 میں کئی رپورٹیں پیش کی گئیں۔

پلاننگ کمیشن مارچ 1950 میں حکومت ہند کی ایک قرارداد کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ یہ قرارداد کمیشن کے کام کاج اور دائرۂ عمل کو متعین کرتا ہے۔

سرگرمی 1.4

آزادی کے بعد کے سالوں میں ہندوستان میں کئی صنعتی شہروں کی شروعات اور ترقی ہوئی۔ غالباً آپ میں سے کچھ ایسے شہروں میں رہتے بھی ہوں گے۔

- بوکارو، بھیلائی، رورکیلا اور درگا پور جیسے شہروں کے بارے میں معلومات یکجا کریں۔ کیا آپ کے علاقے میں بھی ایسے شہر ہیں؟
- کیا آپ کو ان شہروں کے بارے میں خبر معلوم ہے جو فرٹیلائزر پلانٹ اور تیل کے کنوؤں کے آس پاس بسے ہوئے ہیں۔
- اگر آپ کے خطے میں کوئی ایسا شہر نہیں موجود ہے تو معلوم کریں کہ ایسا کیوں ہے؟

© NCERT not to be republished

آزاد ہندوستان میں شہر کاری
(URBANISATION IN INDEPENDENT INDIA)

آپ کو ہندوستان میں مستقل شہر کاری کے بارے میں تو ضرور پتہ ہوگا۔ عالم کاری کے حالیہ برسوں میں شہروں کی زیادہ سے زیادہ توسیع ہوئی ہے اور اس میں تبدیلیاں آئی ہیں۔ باب 6 میں اس کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔ ہندوستان میں 21 صدی میں شہر کاری کا عمل بہت تیز ہوتا نظر آتا ہے۔ حکومت ہند کا 'اسمارٹ سٹی' منصوبہ اسی رفتار کو مزید تیز کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ اکیسویں صدی کے ہندوستان میں حکومت ہند کے شروع کردہ ''اسمارٹ شہر'' کے حوصلہ مند اسکیم کی وجہ سے شہر کاری کی رفتار کافی تیز ہوجائے گی۔ ہم سماجیاتی نظریے سے ہندوستان میں شہر کاری کی مختلف اقسام کو دیکھیں گے۔

ایک شہری گاؤں کا منظر

آزادی کے بعد کی دو دہائیوں میں ہندوستان میں شہر کاری کا اثر واضح طور پر نظر آنے لگا تھا۔ شہر کاری کئی طرح سے ہو رہی

تھی ۔اس پر خیال ظاہر کرتے ہوئے ماہر سماجیات ایم ۔ایس ۔اے ۔راؤ نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے کئی گاؤں بھی تیزی سے کثیر آبادی والے شہر کے زیر اثر آرہے ہیں ۔شہر یا قصبے سے گاؤں کے تعلق کی نوعیت طے کرتی ہے کہ شہر کے اس پر کیسے اثرات ہوں گے ۔انھوں نے شہری اثرات کی تین مختلف صورتوں کا بیان کیا ہے جیسا کہ باکس میں دیا گیا ہے ۔

باکس 1.10

سب سے پہلے تو وہ گاؤں آتے ہیں جہاں سے خاصی تعداد میں لوگ دور دراز کے شہروں میں روزگار کے لیے جاتے ہیں ۔وہ ان شہروں میں رہتے ہیں لیکن ان کے خاندان کے ارکان گاؤں میں ہی رہتے ہیں ۔شمال مغربی ہندوستان کے ایک گاؤں مادھوپور میں 298 گھروں میں 77 گھر ایسے ہیں جن کے ممبر مہاجر ہیں اور کل مہاجروں میں نصف سے تھوڑا کم ہیں جو ممبئ اور کولکاتہ میں کام کرتے ہیں ۔کل مہاجروں میں 75 فی صد ایسے ہیں جو گاؤں میں اپنے کنبہ کو باقاعدہ طور پر رقم بھیجتے ہیں اور 83 فی صد مہاجر ہر سال یا چار سے پانچ بار یا دو سال میں ایک بار اپنے گاؤں آتے ہیں ۔بہت سارے مہاجر صرف ہندوستانی شہروں میں ہی نہیں بلکہ غیر ملکوں میں بھی رہتے ہیں جیسے کہ گجرات کے گاؤں کے کئی مہاجر افریقہ اور برطانیہ کے شہروں میں ہیں ۔ان لوگوں نے اپنے گاؤں میں جدید فیشن کے مکان بھی بنائے ہیں ۔انھوں نے زمین و جائیداد میں سرمایہ کاری کی ہے اور تعلیمی ادارے اور فلاح و بہبود کے لیے قائم ٹرسٹوں کو چندہ بھی دیا ہے......

دوسری طرح کے شہری اثرات ان گاؤں میں دیکھے جاتے ہیں جو صنعتی شہروں کے قریب واقع ہیں ۔جب ایک بھیلائی جیسا صنعتی شہر ابھرتا ہے تو اس کے آس پاس کے کچھ گاؤں کی پوری زمین اس شہر کا حصہ بن جاتی ہے جب کہ کچھ گاؤں کی زمین جزوی طور پر حاصل کر لی جاتی ہے ۔ایسے شہروں میں مہاجر آتے ہی رہتے ہیں جس سے گاؤں میں مکانوں کا مطالبہ بڑھ جاتا ہے اور بازار کی توسیع ہوتی ہے ۔اس کے ساتھ ہی مقامی باشندوں اور مہاجروں کے بیچ کے رشتوں کو متوازن کرنے کا مسئلہ بھی پیدا ہوجاتا ہے ۔

بڑے شہروں کی نمو اور ترقی تیسرے قسم کا شہری اثر ہے جس سے قریبی گاؤں متاثر ہوتے ہیں ۔شہروں کی توسیع میں کچھ سرحدی گاؤں پوری طرح سے شہر کی وسعت میں کھو جاتے ہیں جب کہ وہ علاقے جہاں لوگ نہیں رہتے شہری ترقی کے لیے استعمال کر لیے جاتے ہیں ۔

(راؤ: 1974:486–490)

© NCERT not to be republished

باکس 1.10 کے لیے مشق

درج بالا بیان کو غور سے پڑھیں ۔غالباً آپ نے کچھ الگ قسم کا یا اوپر دی گئی قسم کی شہر کاری دیکھی اور تجربہ کیا ہوگا، اس کے بارے میں مختصراً لکھیں ۔سبھی طلبا ایک دوسرے کے تجربات پر غور کریں ۔

منتخب میٹروپولیٹن شہروں (اربن اگلومریشن) کی آبادی

ہندوستان میں شہری آبادی اور اربن اگلومریشن / قصبے

(1951-2011)

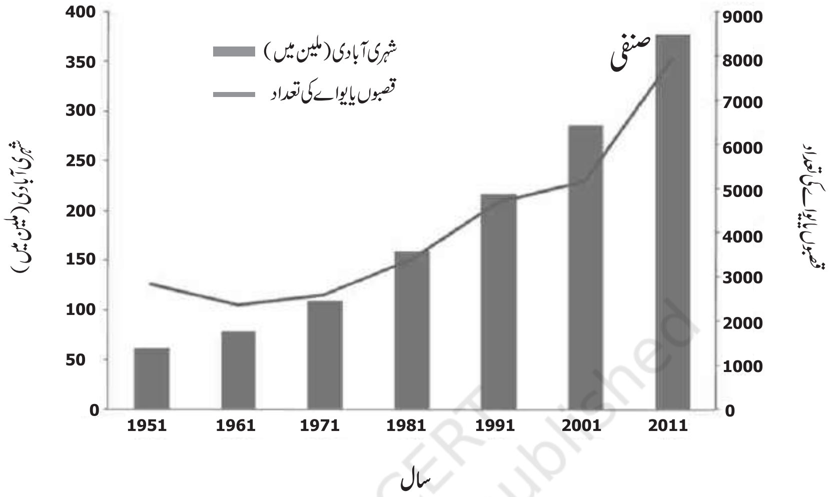

© NCERT not to be republished

منتخب میٹروپولیٹن شہروں میں آبادی کی دس سالہ ترقی کی شرح (فی صد میں)

ہندوستان میں شہری آبادی

کی شرح اور فی صد

(1951-2011)

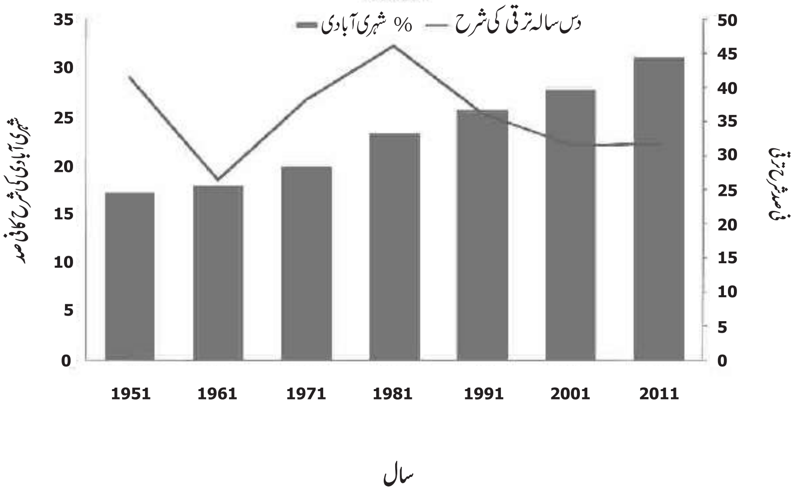

ماحصل (CONCLUSION)

اب کو یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ استعماریت صرف تاریخ کا موضوع ہی نہیں بلکہ یہ آج بھی ہماری روزمرہ کی زندگی میں پیچیدہ طور پر موجود ہے۔اس باب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صنعت کاری اور شہر کاری کا مطلب صرف نظام پیداوار میں تبدیلیاں تکنیکی اختراعات، بستیوں کا گھنا ہونا ہی نہیں بلکہ ہماری طرز زندگی بھی ہے ورتھ 1938۔ آپ آزاد ہندوستان میں صنعت کاری اور شہر کاری کے بارے میں مزید تفصیل کے ساتھ باب 5 اور 6 میں پڑھیں گے۔

سوالات

1۔ استعماریت کا ہماری زندگی پر کس طرح اثر پڑا ہے؟ آپ یا تو کسی ایک پہلو جیسے ثقافت یا سیاست کو مرکز میں رکھ کر یا سارے پہلوؤں کو جوڑ کر تجزیہ کر سکتے ہیں۔

2۔ صنعت کاری اور شہر کاری باہمی تعلق عمل ہے، بحث کیجیے۔

3۔ کسی ایسے شہر یا قصبے کو منتخب کریں جس سے آپ اچھی طرح واقف ہوں۔اس شہر یا قصبے کی تاریخ، اس کی ابتدا اور ارتقا اور موجودہ صورتحال پر غور کریں۔

4۔ کیا آپ ایک چھوٹے قصبے میں یا بہت بڑے شہر یا نیم شہری بستیوں میں رہتے ہیں؟

- جہاں آپ رہتے ہیں، اس جگہ کا بیان کریں۔
- وہاں کی خصوصیات کیا ہیں، آپ کو کیوں لگتا ہے کہ وہ ایک قصبہ ہے، شہر نہیں، ایک گاؤں ہے قصبہ نہیں یا شہر ہے گاؤں نہیں؟
- جہاں آپ رہتے ہیں کیا وہاں کوئی کارخانہ ہے؟
- کیا لوگوں کا خاص پیشہ زراعت ہے؟
- کیا پیشہ ورانہ مزاج فیصلہ کن انداز میں موثر ہے؟
- کیا وہاں عمارتیں ہیں؟
- کیا وہاں تعلیمی مواقع دستیاب ہیں؟
- لوگ وہاں کیسے رہتے ہیں اور کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟
- لوگ کس طرح بات کرتے اور کیسے کپڑے پہنتے ہیں؟

© NCERT not to be republished

حوالہ جات (REFERENCES)

Alavi, Hamza and Teodor Shanin Ed. 1982. *Introduction to the Sociology of Developing Societies.* The Macmillan Press. London.

Chandra, Bipan. 1977. *The Rise and Growth of Economic Nationalism.* People's Publishing House. New Delhi.

Dutt, A.K. 1993. "From Colonial City to Global City: The Far from Complete Spatial Transformation of Calcutta" in Brunn S.D.and Williams J.F. Ed. *Cities of the World.* pp. 351-388. Harper Collins. New York.

Giddens, Anthony. 2001. *Sociology* (Fourth edition). Cambridge. Polity.

Mukherjee, D.P. 1979. *Sociology of Indian Culture.* Rawat. Jaipur.

Nehru, Jawaharlal. 1980. *An Anthology.* Ed. by S. Gopal. Oxford University Press. New Delhi,

Nongbri, Tiplut. 2003. *Development, Ethnicity and Gender: Select Essays on Tribes in India.* Rawat. Jaipur/Delhi.

Mitra and Phukan. 2005. *The Collector's Wife.* Penguin Books. New Delhi.

Pineo, H.I.T.F. 1984. Land way: The Life History of Indian Cane Workers in Mauritius. Moka: Mahatma Gandhi Institute.

Rao, M.S.A. Ed. 1974. Urban Sociology in India: Reader and Source Book. Orient Longman. Delhi.

Sarkar, Sumit. 1983. Modern India 1885 -1947. Macmillan. Madras.

Wirth, Louis. 1938. 'Urbanism as away of life'. American Journal of Sociology. 44.

© NCERT not to be republished

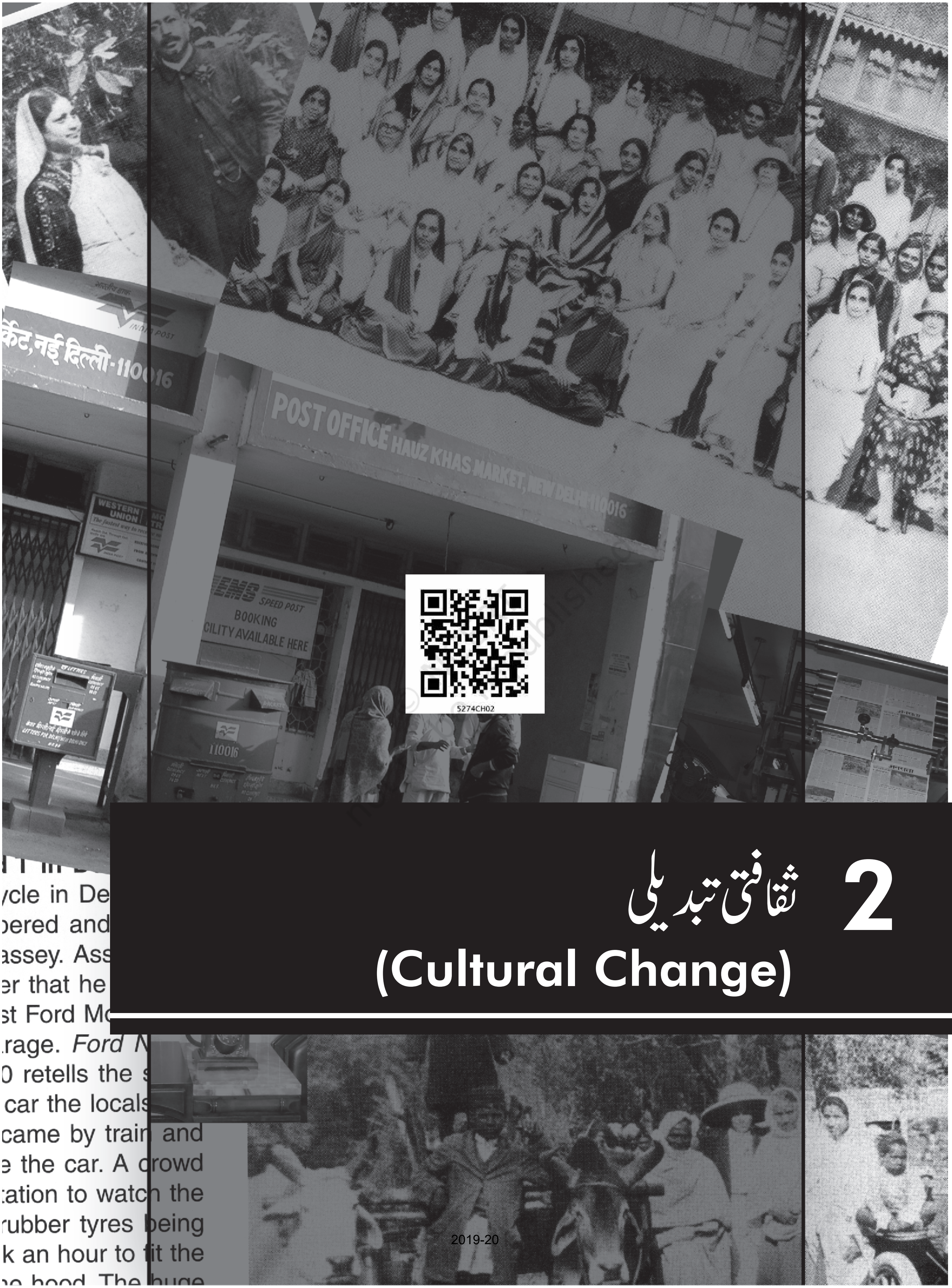

2 ثقافتی تبدیلی
(Cultural Change)

ہم نے پچھلے باب میں دیکھا کہ کس طرح استعماریت سے ہونے والی تبدیلیوں نے ہندوستانی سماج کی ساخت کو بھی بدلا۔ صنعت کاری اورشہرکاری نے لوگوں کی زندگی میں زبردست تبدیلی پیدا کی۔ بعض لوگوں کے لیے کام کی جگہیں کھیت کے بجائے فیکٹریاں ہوگئیں۔ بہت سے لوگ اب گاؤں کی جگہ شہروں میں رہنے لگے۔ رہن سہن اور کام کاج کے نظام میں تبدیلیاں پیداہوگئیں۔ ثقافت، طرز زندگی، اصول، اقدار، فیشن اور بدن زبان (body language) بھی تبدیل ہوگئی۔ ماہرین سماجیات کا ماننا ہے کہ سماجی ساخت کا مطلب ''لوگوں کے باہمی تعلقات کا وہ مستقل نظم ہے جسے ادارہ جاتی اور سماجی طور پر قائم برتاؤ یا کردار کے طورطریقوں یاوضع کے طور پرثقافت کے ذریعہ معین یا کنٹرول کیا جاتا ہے۔'' آپ نے باب 1 میں پہلے ہی استعماریت سے ہونے والی ساختی تبدیلیوں کا مطالعہ کرلیا ہے۔ اس باب میں آپ یہ مشاہدہ کریں گے کہ ساختی تبدیلیاں ثقافتی تبدیلیوں کوسمجھنے کے لیے کتنی اہم ہیں۔

اس باب میں دومتعلقہ پیش رفتوں پرنظر ڈالی گئی ہے۔ یہ دونوں نوآبادیاتی حکمرانی کے اثر کا پیچیدہ نتیجہ ہیں۔ پہلی پیش رفت کا تعلق 19 ویں صدی کے سماجی مصلحین اورابتدائی بیسویں صدی کے قوم پرست رہنماؤں کے غوروفکر اورشعوری کوششوں سے ہے جن سے ان سماجی روایات میں تبدیلیاں پیداہوئیں جن کے تحت عورتوں اور نچلی ذاتوں سے امتیاز برتا جاتا تھا۔ دوسری پیش رفت اتنی غوروفکر کا نتیجہ تو نہیں تھی لیکن یہ ثقافتی روایات میں رونما ہونے والی تبدیلیاں تھیں جنھیں سرسری طور پر سنسکرت کاری، جدید کاری، سیکولرائزیشن اورمغرب کاری کے چارعمل کے طور پرسمجھا جاسکتا ہے۔ سنسکرتیانے کا عمل نوآبادیاتی حکومت کی آمد سے پہلے ہی سے شروع ہوگیا تھا جب کہ باقی تین عمل کاریوں کوان تبدیلیوں کے تئیں ہندوستانیوں کے مخلوط یا پیچیدہ ردِعمل کے طور پر زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے جواستعماریت کے ذریعہ لائی گئیں۔

© NCERT not to be republished

2.1 انیسویں اورابتدائی بیسویں صدی میں سماجی اصلاحی تحریکیں (SOCIAL REFORM MOVEMENTS IN THE 19TH AND EARLY 20TH CENTURY)

ہماری زندگی پراستعماریت کے دوررس اثرات کے بارے میں آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں۔ انیسویں صدی میں ہندوستان میں ابھرنے والی سماجی واصلاحی تحریکیں نوآبادیاتی ہندوستانی سماج کو درپیش چیلنج کے سبب شروع ہوئی تھیں۔ آپ شاید ان سماجی برائیوں سے واقف ہوں جنھوں نے ہندوستانی سماج کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ ستی، بچہ شادی، بیواؤں کی دوبارہ شادی، ذات پات پرمبنی امتیازات یا بھید بھاؤ اس وقت کے معروف اہم مسائل تھے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ استعماریت سے پہلے

سر سید احمد خاں — پنڈتا رام بائی — راجہ رام موہن رائے

ہندوستان میں ان سماجی تفریق سے لڑنے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ان پر بدھ مت میں توجہ دی گئی۔ یہ بھکتی اور صوفی تحریکوں کی توجہ کا مرکز بنیں۔19 ویں صدی میں سماجی اصلاح کی خاص بات یہ تھی کہ یہ کوششیں جدید سیاق وسباق اور نظریات کا مجموعہ تھیں مغربی روشن خیالی کے جدید نظریات اور روایتی تحریروں پر نئے زاویۂ نگاہ کا تخلیقی آمیزہ تھیں۔

باکس 2.1

خیالات کی آمیزش

- رام موہن رائے نے ستی کی مخالفت کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ انسانی اور فطری حقوق سے متعلق جدید خیالات کا حوالہ دیا بلکہ ہندو شاستروں کو بطورنمونہ سامنے رکھا۔
- راناڈے نے بیوہ شادی کے جواز کی تائید میں شاستروں کا حوالہ دیتے ہوئے 'The Texts of the Hindu Law on the Lawfulness of the Remarriage of widows اور 'Vedic Authorities for widow Marriage' کے عنوان سے کتابیں لکھیں۔
- نئی تعلیم کے مواد جدیدیت اورروشن خیالی پر مبنی تھے۔انسانیات اورسماجی علوم کے کورسوں کے مواد یورپی نشاۃ ثانیہ، اصلاحات اور روشن خیالی سے اخذ کیے گئے تھے۔اس کے مرکزی خیالات انسانیاتی،سیکولر اورلبرل تھے۔
- سرسید احمد خان نے اسلام کی تشریح میں آزادانہ (احتہاد) (یعنی قرآن وحدیث اوراجماع پر قیاس کرکے شرعی مسائل کا اخذ کرنا) کی موزونیت پر زور دیا اورقرآنی انکشافات وجدید سائنس کے دریافت کردہ فطری قدرت کے قوانین کے درمیان یکسانیت کی دلیل دی۔
- کندوکیری وریش لنگم نے اپنیکتاب 'دی سورس آف نالج میں''نویہ–نیایہ'کی دلیلوں پر غور و خوض کیا۔انھوں نے جولیس ھکسلے کی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا۔

ماہر سماجیات ستیش سبروال نے نوآبادیاتی ہندوستان میں تبدیلیوں کی جدید ساخت میں تین پہلوؤں کے مختصراً بیان کے ذریعہ جدید سیاق وسباق کی تشریح کی ہے:

- ترسیل کے ذرائع
- تنظیم کی ہئیتیں اور
- خیالات کی نوعیت

نئی ٹیکنالوجی نے ترسیل کی مختلف شکلوں کورفتار فراہم کی۔ پرنٹنگ پریس، ٹیلی گراف، مائیکروفون، پانی کے جہاز اور ریلوے کے ذریعہ لوگوں کی آمدورفت اور سامانوں ڈھلائی سے نئے نئے خیالات وافکار کی ترسیل میں کافی مدد ملی۔ ہندوستان میں پنجاب اور بنگال کے سماجی مصلحین نے مدراس اور مہاراشٹر کے سماجی مصلحین سے تبادلۂ خیال کیا۔کیشو چندرسین نے 1864 میں مدراس کا دورہ کیا۔ پنڈتا رامابائی نے ملک کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔ان میں سے بعض دوسرے ملکوں میں گئے۔عیسائی مشنریاں ناگالینڈ، میزورم اورمیگھالیہ جیسے دوردراز کے علاقوں میں بھی پہنچیں۔

جدید ٹکنالوجی اورتنظیمیں جنھوں نے ترسیل کی مختلف شکلوں کو رفتار عطا کی۔

The first Ford T in Dehra Dun

ویریس لنگم
(Viresalingam)

جدید سماجی تنظیموں جیسے بنگال میں برہمو سماج اور پنجاب میں آریہ سماج کا قیامِ عمل میں آیا۔1914 میں انجمن خواتین اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ ہندوستانی مصلحین نے نہ صرف عوامی مجالس میں بلکہ اخبارات اور رسائل کے ذریعہ بھی مباحثہ منعقد کیا۔ سماجی مصلحین کی تحریروں کا ترجمہ ایک ہندوستانی زبان سے دوسری ہندوستانی زبان میں کیا گیا۔ مثلاً وشنو شاستری نے 1868 میں ودیا ساگر کی کتاب 'اندو پرکاش' کا مراٹھی ترجمہ شائع کیا۔

حریت پسندی اور آزادی کے نئے خیالات، گھر بنانے، سنوارنے اور شادی سے متعلق نئے خیالات، ماں اور بیٹی کے نئے کردار اور ثقافت و روایت پر شعوری فخر کے نئے خیالات ابھرے۔ تعلیم کی قدر کو اولیت دی جانے لگی۔ یہ سمجھا گیا کہ قوم کا جدید ہونا ضروری تو ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ قدیم وراثت کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ تعلیم نسواں (عورتوں کی تعلیم) کے بارے میں بھی جامع بحث ہوئی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سماجی مصلح جیوتی با پھولے نے پونے میں خواتین کے لیے پہلا اسکول کھولا۔ مصلحین

ودیاساگر

جیوتیبا پھولے

نے دلیل دی کہ سماج کی ترقی کے لیے عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ان میں سے بعض تو یہ مانتے تھے کہ جدید ہندوستان سے قبل عورتیں تعلیم یافتہ ہوا کرتی تھیں،لیکن بہت سے مصلحین نے اس کی تردید کرتے ہوئے یہ مانا کہ تعلیم نسواں بعض مراعات یافتہ گروپوں تک ہی محدود تھی۔اس طرح خواتین کی تعلیم کے جواز کی تائید کے لیے جدید اور روایتی خیالات والے ذریعہ رجوع کیا گیا،انھوں نے جدیدیت اور روایت پر سرگرمی کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا۔اس سلسلے میں یہ جاننا بھی دلچسپ ہے کہ جیوتی با پھولے نے آریوں کی آمد سے پہلے کے دور کو باعث افتخار مانا جب کہ بال گنگا دھر تلک وغیرہ آریہ دور کو باعث فخر مانتے تھے۔دوسرے لفظوں میں انیسویں صدی اصلاح کا ایک ایسا دور تھا جس میں جستجو واستفسار،تشریح نو اور ذہنی وسماجی نمو دونوں کی ابتدا ہوئی۔

مختلف سماجی اصلاحی تحریکات کے مرکزی خیال ایک ہی جیسے تھے تاہم کچھ نمایاں فرق بھی موجود تھا۔بعض اونچی ذات،متوسط طبقے کی عورتوں اور مردوں کو درپیش مسائل تک محدود تھے۔دوسروں کے لیے ناانصافی اور تفریق کے شکار ذاتوں کے مسائل بنیادی نوعیت کے تھے۔بعض کا یہ ماننا تھا کہ سماجی برائیاں اس لیے پیدا ہوئیں کہ ہندوازم کا صحیح جذبہ کمزور پڑ چکا تھا۔بعض ذات اور جنس کے تئیں ہونے والی زیادتی کو مذہب کے لحاظ سے فطری مانتے تھے۔اسی طرح مسلم سماجی مصلحین کثیر زوجیت اور پردہ کے موضوع پر سرگرم بحث تھے۔مثلاً جہاں آرا شاہ نواز نے آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرس میں کثیر زوجیت کی برائیوں کے خلاف ایک قرارداد پیش کرتے ہوئے دلیل دی۔

......جس طرح کی کثیر زوجیت مسلمانوں کے بعض طبقات میں رائج ہے وہ قرآن کے اصل مفہوم کے خلاف ہے......یہ تعلیم یافتہ خواتین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اثرات کا استعمال کرکے،رشتہ داروں کو کثیر زوجیت سے روکیں۔

کثیر زوجیت کے خلاف پیش کی گئی قرارداد مسلم پریس میں زبردست بحث کا موضوع بنی۔پنجاب سے شائع ہونے والے ایک رسالے 'تہذیب نسواں' نے کھل کر کثیر زوجیت مخالف اس قرارداد کی تائید کی۔جب کہ دیگر رسائل میں اس کی مخالفت کی گئی (چودھری 1993:111)۔کمیونٹی میں اس طرح کی بحث ان دنوں عام بات تھی۔مثلاً برہمو سماج نے ستی کے رواج کی مخالفت کی۔بنگال میں ہندو سماج کے روایت پسند عوام نے ایک تنظیم کی تشکیل کی جسے دھرم سبھا کہا جاتا تھا اور اس دلیل کے ساتھ برطانوی حکومت کے پاس ایک عرض داشت پیش کی گئی کہ مصلحین کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مقدس کتابوں کی تشریح کریں۔ایک اور نظریہ کا اظہار دلتوں میں مستقل بڑھتا جا رہا تھا کہ ہندو فرقے کو پوری طرح مسترد کر دیا جائے۔مثلاً پھولے کے اسکول کی ایک 13 سالہ طالبہ مکتا بائی نے جدید تعلیم کے زیر اثر 1852 میں لکھا کہ:

سرگرمی 2.1

درج ذیل سماجی مصلحین کے بارے میں دریافت کریں۔
انھوں نے کن امور کے خلاج جنگ کی؟ اپنی مہم کو انھوں نے کیسے انجام دیا؟ کیا انھیں کسی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا؟

- ویریس لنگم
- پنڈتا راما بائی
- ودیا ساگر
- دیانند سرسوتی
- جیوتیبا پھولے
- شری نارائن گرو
- سرسید احمد خاں
- کوئی دیگر

© NCERT not to be republished

اس مذہب کو
جہاں صرف ایک شخص مراعات یافتہ ہے
اور باقی کو اس سے محروم کر دیا گیا ہے
اس کرہ ارض سے مٹا دیا جائے
اور یہ ہمارے ذہنوں میں کبھی جگہ نہ پائے
ایسے ایک مذہب پر فخر کرنا......

2.2 ہم سنسکرت کاری، جدید کاری، سیکولر کاری اور مغرب کاری کا مطالعہ کس طرح کرتے ہیں؟

(HOW DO WE APPROACH THE STUDY OF SANSKRITISATION, MODERNISATION, SECULARISATION AND WESTERNISATION?)

اس باب میں ان چاروں تصورات سنسکرت کاری یا سنسکرتیانے، جدید کاری، سیکولر کاری اور مغرب کاری کا مختلف طبقات پر اثر کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ بحث آگے بڑھنے کے ساتھ ہم دیکھیں گے کہ یہ چاروں تصورات کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے متعلق ہیں اور کئی صورتوں میں یہ ساتھ ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ بہت سی حالتوں میں یہ نہایت مختلف طور پر عمل انجام دیتے ہیں۔ یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ ایک ہی فرد ایک جگہ تو جدید ہوتا ہے لیکن بعض صورتوں میں وہ روایتی ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال ہندوستان میں اور دیگر کئی غیر مغربی ملکوں میں فطری سمجھی جاتی ہے۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ سماجیات کا مواد فطری توضیح پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ (جیسا کہ آپ باب 1، کتاب 1، این سی ای آر ٹی 2006 میں پڑھ چکے ہیں)۔

پچھلے باب میں آپ نے دیکھا کہ نوآبادیاتی جدیدیت میں اس کے اپنے تضاد تھا۔ مغربی تعلیم کی مثال لیں۔ استعماریت کے دوران ایک انگریزی تعلیم یافتہ ہندوستانی متوسط طبقہ ابھر کر سامنے آیا۔ اس نے مغربی روشن خیال مفکرین، لبرل جمہوریت کے فلسفیوں کے بارے میں پڑھا اور ایک لبرل و ترقی پسند ہندوستان کے وجود کا خواب دیکھا۔ تاہم نوآبادیاتی حکومت کے ذریعہ ان کے وقار کو چوٹ پہنچی اور انھوں نے روایتی علم و فضیلت پر اصرار کیا۔ آپ 19 ویں صدی کی اصلاحی تحریکوں میں اس رجحان کو پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔

اس باب میں آپ دیکھیں گے کہ جدیدیت کے سبب نہ صرف یہ کہ جدید خیالات کو راہ ملی بلکہ روایت کے بارے میں بھی نئے سرے سے سوچنے اور تشریح نو میں مدد ملی۔ ثقافت اور روایت دونوں ہی جان دار وجود رکھتے ہیں۔ لوگ انھیں سیکھتے ہیں اور ان میں ترمیم کرتے ہیں۔ ہم روزمرہ کی زندگی سے مثال لیتے ہیں۔ عہد حاضر کے

سرگرمی 2.2

سماجیات میں وہ طریقہ جن میں ان چاروں عمل کاریوں کا استعمال کیا جاتا ہے، کو پڑھتے وقت کلاس میں یہ بحث کرنا زیادہ دلچسپ ہوسکتا ہے کہ آپ کے خیال میں ان اصطلاحات کا کیا مطلب ہوگا!

- آپ درج ذیل برتاؤ کی تعریف کس طرح کریں گے:
  مغربی
  جدید
  سیکولر
  سنسکرت کردہ
- کیوں؟
- اس باب کو مکمل کرنے کے بعد سرگرمی 2.2 پر واپس آئیں۔
- کیا آپ اصطلاحات اور ان کے سماجیاتی معنی کے عام فہم استعمال کے درمیان کوئی فرق دیکھتے ہیں؟

© NCERT not to be republished

ہندوستان میں کس طرح سے ساڑی یا جین سیم یا سرونگ پہنا جاتا ہے۔ روایتی طور پر ساڑی، جو ایک طرح کا ڈھیلا ڈھالا بغیر سلا ہوا کپڑا ہوتا ہے، کو مختلف علاقوں میں الگ الگ ڈھنگ سے پہنا جاتا ہے۔ جدید متوسط طبقے کی عورتوں میں ساڑی پہننے کا ایک معیاری طریقہ رائج ہوا جس میں روایتی ساڑی کو مغربی پیٹی کوٹ اور بلاؤز کے ساتھ پہنا جانے لگا۔

سرگرمی 2.3

➢ کچھ اس طرح کی دیگر مثالوں کا ذکر کریں جو آپ روزمرہ کی زندگی میں بڑے پیمانے پر دیکھتے ہیں۔

میرے والد کا لباس ان کی اندرونی زندگی کو بہت اچھی طرح پیش کرتا ہے۔ وہ ایک ہندوستانی برہمن تھے۔ وہ سفید پگڑی پہنا کرتے تھے — ایک شری ویشنویہ ذات کی علامت...... تاہم انھوں نے توٹل ٹائیز پہنی، کرومینیز بٹن اور دوہرے بٹن کی کالر کا استعمال کیا اور اپنی ململ کی دھوتیوں پر انگریزی نفیس کپڑے کی اونی جیکٹوں کو پہنا جسے وہ روایتی برہمنی انداز میں لٹکا کر پہنا کرتے تھے۔

ماخذ: اے۔ کے۔ رامانجن میریٹ
1990:42 (A.K.Ramanujan in Marriot)

روایتی اور جدید کی آمیزش اور ملاپ

ہندوستان کا ساختی اور ثقافتی تنوع از خود عیاں ہے۔ یہ تنوع ان مختلف طریقوں کو وضع کرتا ہے جو جدیدیت یا مغرب کار، سنسکرت کاری یا سیکولر کاری کے مختلف گروہوں کے لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں۔ درج ذیل صفحات میں ان تنوع کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ تفصیل سے بات کریں۔ یہ آپ پر ہے کہ آپ جدید کاری کے ان جدید طریقوں کو تلاش کر کے ان کی شناخت کریں جن کا ملک کے مختلف حصوں میں لوگوں پر اثر پڑا ہے یا ایک ہی خطے میں مختلف طبقات اور ذاتیں اثر انداز ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک ہی طبقے یا کمیونٹی سے متعلق عورتوں اور مردوں پر ان کا اثر پڑا ہو۔

ہم سنسکرت کاری کے تصور سے شروع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سماجی حرکت پذیری کا یہ عمل استعماریت کے آغاز سے پہلے کا ہے اور یہ بعد میں بھی مختلف شکلوں میں جاری رہا۔ باقی تین تبدیلیوں کی عمل کاری جن کے بارے میں ہم بعد میں ذکر کریں گے، وہ استعماریت کی آمد کے ساتھ رونما ہوئیں۔ جدید مغربی خیالات جیسے آزادی اور حقوق کے بارے میں جاننے کے نتیجے میں ہندوستانی ان تین تغیر پذیر عمل کے براہِ راست اثر میں آئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ جدید علم کے حصول کے بعد تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو استعماریت میں بالعموم بے انصافی اور ذلت کا احساس اکثر ہوا جس کے ردِ عمل میں روایتی ماضی اور وراثت کی طرف واپس جانے کی خواہش بھی پیدا ہوئی۔ اس طرح ایک پیچیدہ یا مشترکہ صورت حال پیدا ہوئی جس میں جدید کاری، مغرب کاری اور سیکولر کاری کا سلسلہ شروع ہوا۔

2.3 سماجی تبدیلی کی مختلف اقسام (DIFFERENT KINDS OF SOCIAL CHANGE)

سنسکرت کاری (SANSKRITISATION)

اصطلاح سنسکرتیانا یا سنسکرت کاری کو ایم۔ این۔ سری نواس نے وضع کیا۔ اس کی مختصر تعریف اس عمل کاری کے طور پر کی جاسکتی ہے جس کے ذریعہ نچلی ذات یا قبیلہ یا دیگر گروہ اونچی ذاتوں کی روایت، رسم، عقائد، نظریات اور طرز زندگی بطور خاص دوبارہ پیدا ہونے کا اختیار کرتے ہیں۔

سنسکرت کاری کے اثرات کثیر رخی ہیں۔ ان اثرات کو زبان، ادب، نظریات، موسیقی، رقص، ڈرامہ، طرز زندگی اور رسومات پر دیکھا جاسکتا ہے۔

بنیادی طور پر یہ ایک عمل ہے جو ہندو سماج کے اندر واقع ہوتا ہے۔ اگر چہ سری نواس نے دلیل دی کہ غیر ہندو فرقوں اور مذہبی گروہوں میں بھی یہ عمل مرئی تھا، لیکن مختلف میدانوں کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ عمل ملک کے مختلف حصوں میں الگ الگ ڈھنگ سے واقع ہوا۔ جن علاقوں میں اعلا سنسکرت یافتہ ذاتیں غالب تھیں وہاں کی پوری تہذیب میں کسی نہ کسی سطح کی سنسکرت کاری ہوئی۔ جہاں غیر سنسکرت یافتہ ذاتیں غالب تھیں، یہ ان کے اثرات تھے جو قوی تھے۔ عمل کاری کی اس اصطلاح کو 'عدم سنسکرت کاری' (De-Sanskritisation) کہا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علاقائی تنوع بھی تھے۔ پنجاب میں ثقافتی طور پر سنسکرتی اثر کبھی مضبوط نہیں رہا۔ کئی صدیوں تک 19 ویں صدی کے تین چوتھائی حصے تک پارسیوں کا اثر غالب مانا جاتا تھا۔

شری نواس کی دلیل یہ ہے کہ ''کسی گروہ کی سنسکرت کاری عام طور پر ذات کے مدارج کو بہتری کی طرف لے جاتی ہے۔ عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ سنسکرت کاری متعلقہ گروہ کی معاشی یا سیاسی حیثیت میں یا تو بہتری ہے یا ہندوازم کی عظیم روایات کے ربط کے نتیجے میں اس گروپ میں کسی اونچے گروپ کی خود آگاہی ہے۔ روایتوں کا یہ ذریعہ تیرتھ کا مرکز، آشرم یا خانقاہ یا کوئی تبدیلی مذہب والا فرقہ ہوسکتا ہے۔'' البتہ ایک انتہائی غیر مساوی سماج جیسے ہندوستان میں نچلی ذاتوں کے ذریعہ اونچی ذات کے لوگوں کی رسم کو اختیار کرنا کسی طرح آسان نہیں ہے کیوں کہ پہلے بھی رکاوٹیں تھیں اور اب بھی رکاوٹیں ہیں۔ درحقیقت روایتی طور پر غالب ذاتیں ان نچلی ذاتوں کو سزا دیتی تھیں جو اس طرح کی گستاخی کی جرأت کرتے تھے۔ حسب ذیل اقتباس سے آپ اس مشکل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

> سنسکرت میں کمودتی نے کافی دلچسپی اور ولولے کے ساتھ مطالعے کی شروعات کی۔ ان کے استاد گوکھلے گروجی تھے...... یونیورسٹی میں شعبے کے سربراہ ایک معروف عالم و فاضل شخص تھے اور وہ کمودتی پر طنز کرنے میں انھیں کافی مزہ آتا تھا...... مخالفانہ تبصروں کے باوجود انھوں نے سنسکرت میں اپنی ماسٹرس ڈگری کو کامیابی کے ساتھ پورا کیا۔
>
> ماخذ: کُمد پاوڈے 'Pawade)' 1938

کُمد پاوڈے نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں تذکرہ کیا ہے کہ کیسے ایک دلت خاتون سنسکرت ٹیچر بنی۔ ایک طالبہ کے طور پر وہ سنسکرت کے مطالعے کی طرف متوجہ ہوئیں۔ شاید یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو انھیں ان میدانوں میں جانے کی گنجائش پیدا کردیتا ہے جس میں ان کا داخلہ جنس اور ذات کی بنیاد پر ممکن نہیں تھا۔ شاید ان کی توجہ اس لیے مبذول ہوئی کہ وہ اصل سنسکرت کی کتابوں میں عورتوں اور دلتوں کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، اسے جان

© NCERT not to be republished

سکیں۔ جیسے جیسے انھوں نے اپنے مطالعے کو آگے بڑھایا انھیں کئی طرح کے ردِعمل کا سامنا کرنا پڑا جن میں حیرت بھی تھی اور بیر بھی۔ اس میں محتاط قبولیت اور سخت تردید شامل تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ

> اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ میں اپنی ذات کو بھولنے کی کوشش کرتی ہوں، لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا۔ تبھی مجھے وہ تاثر یاد آیا جو میں نے کہیں سنا تھا: ''جو پیدائش سے ملی ہو اور جو مرنے کے بعد بھی ختم نہ ہو وہی ذات ہے؟''

سنسکرت کاری ایک ایسے عمل کا اظہار ہے جس میں لوگ ثقافتی طور پر اونچی حیثیت کے گروہوں کے ناموں اور رسوم ورواج کو اپنا کر اپنی حیثیت میں بہتری لانا چاہتے ہیں۔ 'حوالہ جاتی ماڈل' عموماً مالی لحاظ سے بہتر ہوتا ہے جب لوگ دولت مند بن جاتے ہیں تو دونوں ہی صورتوں میں اونچی حیثیت کے گروہ جیسا بننے کی آرزو یا خواہش بھی ہوتی ہے۔

سنسکرت کاری کے تصور کو مختلف سطحوں پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ایک، اس کی تنقید اس لیے کی جاتی ہے کہ اس میں سماجی حرکت پذیری یا سماجی ترقی کے لیے 'نچلی ذاتوں' کی حرکت پذیری کی گنجائش کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس عمل میں کوئی ساختی تبدیلی نہیں واقع ہوتی بلکہ کچھ افراد کی صرف حیثیت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگرچہ افراد غیر مساوی ساخت میں اپنی حیثیتوں کو بہتر بنانے کے اہل ہوسکتے ہیں، لیکن عدم مساوات جاری رہتی ہے۔ دو، یہ اشارہ ملتا ہے کہ سنسکرت کاری کا نظریہ 'اونچی ذاتوں' کو ہی برتر اور 'نچلی ذات' کو کمتر حیثیت دیتا ہے۔ لہٰذا اونچی ذات کی تقلید کی خواہش کو فطری اور قابل سمجھا جاتا ہے۔

تین، سنسکرت کاری کا تصور ایک ایسے ماڈل کا جواز پیش کرتا ہے جو دراصل عدم مساوات اور عدم شمولیت پر مبنی ہے۔ اس سے ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کے گروہوں کی آلودگی اور پاکی میں یقین رکھنا منصفانہ اور بالکل صحیح ہے۔ لہٰذا بعض گروہوں کو حقیر گردانا محض اونچی جاتوں کے ذریعہ نچلی ذاتوں کو حقیر سمجھنے کے استحقاق کی نشان دہی کرتا ہے۔ سماج میں جہاں ایسے مخصوص فلسفہ زندگی کا وجود ہو وہاں ایک مساوی سماج کا تصور ہو وہاں مشکل ہو جاتا ہے۔ آگے جو صفحات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی طرح پاکی اور ناپاکی کے تصور کو کتنی اہمیت دی جاتی ہے یا ایسے نظریات کے وجود کو قدر و قیمت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

> اگرچہ سنار کی ذات مجھ سے اونچے درجے کی ذات ہے، پھر بھی ہماری ذات میں سنار سے کھانا یا پانی لینا منع ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ سنار اتنے لالچی ہوتے ہیں کہ وہ بول و براز سے بھی سونا ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ ویسے تو ذات میں اونچے ہیں لیکن وہ ہم سے زیادہ ناپاک ہیں۔ ہم دیگر اونچی ذاتوں سے بھی کھانا نہیں لیتے ہیں جو آلودہ کام کرتے ہیں۔ دھوبی جو گندے کپڑوں کو دھوتے ہیں یا تیلی جو بیج کو پیس کر تیل نکالتے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کی تفریق پیدا کرنے والے خیالات کس طرح طرز زندگی بن چکے تھے۔ ایک مساوی سماج کی آرزو کے بجائے غیر شمولیتی اور بھید بھاؤ کے اپنے معنی ہو گئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں انھوں نے بھی ایک ایسی حیثیت کی آرزو کی جہاں وہ دوسرے لوگوں کو حقیر نظروں سے دیکھ سکیں۔ اس سے یقیناً غیر جمہوری تصور کا پتہ چلتا ہے۔

چار، چوں کہ سنسکرت کاری اونچی ذات کے رسم ورواجوں کو اپنانے کے نتیجے میں واقع ہوتا ہے اس لیے لڑکیوں اور عورتوں کی علاحدگی، دلہن کی حیثیت کے بجائے جہیز کو اپنانے اور دوسرے گروہوں کے خلاف ذاتی تفریق وغیرہ بڑھ جاتی ہے۔

پانچ، اس طرح کے رجحان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دلت ثقافت اور سماج کی خصوصیات دھیرے دھیرے ختم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اس محنت کی بنیادی قیمت اور خصوصیات جو نچلی ذاتیں انجام دیتی ہیں اسے کم تر یا رسوا کن اور شرمناک مانا جاتا ہے۔ کام، دست کاری اور فن کارانہ صلاحیت، ادویہ کی مختلف شکلوں کے بارے میں علم، ماحولیات، زراعت اور مویشی پالن وغیرہ پر مبنی شناختوں کو صنعتوں کے دور میں بے کار سمجھا جاتا ہے۔

سرگرمی 2.4

سنسکرت کاری کے سیکشن کو غور سے پڑھیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ عمل جنس پر مبنی ہے یعنی ''یہ عورتوں پر مردوں سے بالکل الگ طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کیا آپ کو لگتا ہے کہ اس عمل سے مردوں کی حیثیت میں تبدیلی آئی ہے جب کہ عورتوں کے بارے میں حقیقت اس کے برخلاف ہو سکتی ہے؟ ■

بیسویں صدی میں برہمن مخالف تحریک اور علاقائی خود آگاہی کے فروغ کے سبب سنسکرت کے الفاظ اور محاوروں کو متعدد ہندوستانی زبانوں سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ پس ماندہ طبقات کی تحریک کا ایک فیصلہ کن نتیجہ یہ ہوا کہ ذات کی بنیاد پر گروہوں اور افراد کی بلندی کی طرف حرکت پذیری میں سیکولر عوامل کے کردار پر زور دیا جانے لگا۔ غالب ذاتوں کے معاملے میں اب ویش، چھتری اور برہمن کے لیے قبولیت حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہیں رہ گئی جب کہ دوسری طرف غالب ذات کا ممبر ہونا ایک وقار کی بات تھی۔ حالیہ سالوں میں اسی طرح کی بات اب دلتوں کے لیے جتائی جانے لگی ہے جو دلتوں کی حیثیت سے اپنی شناخت پر فخر کرتے ہیں۔ تاہم، کبھی کبھی دلتوں میں غریب ترین اور انتہائی حاشیے پر پہنچے لوگوں میں ذات پر مبنی شناخت دیگر غالب ذاتوں میں اپنی غیر اہم ہونے کی تلافی کسی اور صورت سے کرتی دکھائی دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں انھوں نے کچھ فخر اور خود اعتمادی تو حاصل کی ہے لیکن یہ اب بھی غیر شمولیت اور تفریق کا شکار ہیں۔

مغرب کاری (WESTERNISATION)

آپ مغربی نو آبادیاتی تاریخ کے بارے میں پہلے ہی پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ اس سے کس طرح تبدیلیاں پیدا ہوئیں جو متناقض، غیر معمولی اور نامانوس سی تھیں۔ ایم۔ این۔ شری نواس نے مغرب کاری کی تعریف اس طرح کی ہے، ''یہ ہندوستانی سماج اور ثقافت میں تقریباً 150 سالوں کے برطانوی حکمرانی کے نتیجے میں رونما ہوئی تبدیلیاں ہیں جس میں مختلف سطحوں جیسے ٹکنالوجی، اداروں، نظریات اور اقدار میں واقع ہونے والی تبدیلیاں شامل ہیں۔''

مغرب کاری کی مختلف قسمیں تھیں۔ ایک قسم، ہندوستانیوں کے ایک اقلیتی طبقے جو مغربی ثقافت کے ربط میں سب سے پہلے آئے تھے، کے ذریعہ مغرب یافتہ ذیلی ثقافتی وضع کے ابھرنے کی دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہندوستانی دانشوروں کی ذیلی ثقافت بھی شامل تھی جنھوں نے نہ صرف یہ کہ بہت سے وقوفی انداز یا اسلوب فکر اور طرز زندگی کو اپنایا بلکہ اس کی تائید اور اشاعت بھی کی۔ ابتدائی 19 ویں صدی کی بہت سی مصلحین اسی قسم کے تھے۔ باکس میں مغرب کاری کی مختلف اقسام دکھائی گئی ہیں۔

باکس 2.2

سوچنے کے طریقے

......جان اسٹورٹ (John Stuart) مل کا مضمون ''آن لبرٹی'' شائع ہونے کے فوراً بعد ہندوستانی کالجوں کے نصاب میں شامل ہوگیا۔ ہندوستانیوں نے میگنا کارٹا اور یورپ و امریکا میں حریت اور مساوات کے لیے جدوجہد کے بارے میں جانا۔

باکس 2.3

زندگی جینے کے طریقے

دیوکی یاد کرتی ہیں کہ جب وہ چھوٹی تھیں تو ان کے گھر میں ابلے ہوئے انڈوں کو انڈوں کے خول میں ہی کھایا جاتا تھا۔ اس کی ماں دلیا پکاتی تھی اور اسے الگ گرم دودھ اور شکر کے ساتھ رکھ دیا جاتا تھا۔ اسے ہر فرد کو اپنے پیالے میں ملا کر یا ڈال کر کھانا ہوتا تھا۔ یہ طریقہ دوسرے گھروں سے بالکل مختلف تھا۔ دیوکی کہتی ہیں کہ دوسرے گھروں میں ابلے انڈے انڈے کے خول میں نہیں کھائے جاتے تھے اور وہاں دلیے کو دودھ اور شکر کے ساتھ ملا کر برتن میں پکا دیا جاتا تھا اور پھر کھایا جاتا تھا......اسے یاد آتا ہے کہ وہ اپنی ماں سے پوچھا کرتی تھی کہ وہ اس طرح دلیا کیوں کھایا کرتی ہے تو اس کی ماں کا جواب ہوتا تھا کہ یہ وہ طریقہ تھا جو تعلقہ میں دلیا کھانے کے لیے استعمال ہوا کرتا تھا۔ (ابراہم 2006:146)

(اسے کیرل کی تھیا (Thiyya) کمیونٹی پر کیے گئے نسلی مطالعے سے اخذ کیا گیا ہے)

لہٰذا ایسے لوگ کم تھے جنھوں نے مغربی طرز زندگی اپنایا۔ وہ مغربی اسلوب فکر سے متاثر تھے۔ اس کے علاوہ دیگر مغربی ثقافتی اوصاف جیسے نئی ٹکنالوجی کا استعمال، پوشاک، غذا اور بالعموم لوگوں کے طور طریقوں اور عادتوں میں تبدیلیاں پائی جاتی تھیں۔ پورے ملک میں متوسط طبقے کے ایک بڑے حصے کے گھروں میں ٹیلی ویژن، فریج، صوفہ سیٹ، کھانے کی میز اور اٹھنے بیٹھنے کے کمرے میں کرسی وغیرہ عام بات ہے۔

مغرب کاری میں ثقافت کی بیرونی شکلوں کی تقلید شامل ہے۔ اس کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ لوگ جمہوریت اور مساوات کی جدید قدروں کو اپنائیں۔

طرز زندگی اور فکر کے علاوہ ہندوستانی فن و ادب پر بھی مغربی ثقافت کا اثر پڑا۔ کئی فن کار جیسے روی ورما، ابا نندرناتھ ٹیگور، چندو مینن اور بنکم چندر چٹوپادھیائے سبھی نوآبادیاتی صورت حال کا سامنا کر رہے تھے۔ باکس سے آپ کو پتہ چلے گا کہ روی ورما جیسے فن کار کے طرز، تکنیک اور مرکزی خیال کو مغربی ثقافت اور ملکی روایتوں نے شکل فراہم کی۔ اس میں کیرل کے مادرنسبی کمیونٹی میں فیملی کی تصویر پر بحث کی گئی ہے لیکن وہ نمایاں طور پر ماں، باپ اور بچوں پر مشتمل جدید مغربی ممالک کی انتہائی مثالی پدرنسبی نیوکلیئر فیملی سے مماثلت رکھتی ہے۔

سرگرمی 2.5

- کیا آپ ایسے ہندوستانیوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو اپنی پوشاک اور ظاہری شکل وصورت میں پوری طرح مغربی ہوں لیکن وہ جمہوری اور مساوات کی قدروں کے حامل نہ ہوں جو کہ جدید رویوں کا حصہ ہیں۔ ہم نیچے دو مثالیں دے رہے ہیں۔ کیا آپ ایسی مثالوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو حقیقی اور فلمی زندگی دونوں میں ہی پائی جاتی ہیں؟

ہم ایسے کئی لوگوں کو دیکھتے ہیں جو مغربی تعلیم یافتہ ہیں لیکن مخصوص نسلی یا مذہبی کمیونٹی کے بارے میں انتہائی تعصبی نظریہ رکھتے ہیں۔ ایک فیملی جس نے مغربی ثقافت کی بیرونی شکلوں کو اپنایا ہے، اسے گھروں کی اندرونی سجاوٹ کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے لیکن سماج میں خواتین کے کردار کے بارے میں ان کے خیالات انتہائی قدامت پسند ہو سکتے ہیں۔ دختر کشی کا عمل، عورتوں کے تئیں متعصّبانہ رویہ اور انتہائی جدید ٹکنالوجی کے استعمال کو متحد کرتا ہے۔

- آپ کو یہ بھی بحث کرنی چاہیے کہ تضاد (دوہراپن) صرف ہندوستانیوں میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے یا غیر مغربی سماج میں رہائش پذیر لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے؟ کیا یہ اتنا ہی سچ نہیں ہے کہ مغربی سماج میں بھی نسلی اور تفریقی رویہ پایا جاتا ہے۔

not to be republished © NCERT

راجاروی ورما

آپ اس ثقافتی تبدیلی کی متعدد متنوع سطحیں دیکھ سکتے ہیں جو مغرب کے ساتھ ہمارے نوآبادیاتی تصادم کے نتیجے میں واقع ہوئیں۔ عصری سیاق وسباق میں اکثر نسلوں کے درمیان تصادم پیدا ہوجاتا ہے جسے ثقافتی تصادم کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو مغرب کاری کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اگلے صفحے میں درج ذیل بیان اس خلا کی تفصیل پیش کرتا ہے۔کیا آپ نے اسے دیکھا ہے یا سامنا کیا ہے؟ کیا نسلوں کے درمیان تصادم کی وجہ صرف مغرب کاری ہے؟ کیا تصادم ضروری طور پر برا ہوتا ہے؟

شری نواس نے اپنی رائے پیش کی کہ جہاں 'نچلی ذاتیں' سنسکرت کاری کے عمل کو اپنانے کی جستجو میں رہتی ہیں وہیں 'اونچی ذاتیں' مغرب کے رنگ میں رنگنے کی جستجو میں رہتی ہیں۔ ہندوستان جیسے متنوع ملک میں اس طرح کی تعمیم مشکل ہے۔ مثال کے طور پر کیرل کے تھیا (جو کسی لحاظ سے اونچی ذات کے تصور نہیں کیے جاتے) کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ تھیا بھی مغربیت کے دلدادہ تھے اور اس کے لیے شعوری کوشش بھی کرتے ہیں۔ اشراف

باکس 2.4

1870 میں روی ورما نے کزائے پلاٹ کرشن مینن کی فیملی کی تصویر کو پینٹ کرنے کی اپنی پہلی اجرت یاب تفویض حاصل کی...... یہ ایک بدلتے دور کا کام تھا جس میں پہلے کے مقبول آبی رنگوں میں سجاوٹی، دوابعادی طرز کے عناصر کی آمیزش، فاصلے کے پس منظر اور التباسیت کی نئی نئی تکنیکوں کے ساتھ کی جاتی تھی جسے تیل جیسے ذرائع کے استعمال سے ممکن بنایا گیا۔

......ایک اور خصوصیت عمر اور سلسلہ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے نشستن (بیٹھے ہوئے) اور ظاہری ہیئت کی مکانی تنظیم کی تکنیک ہے، جو ایک بار پھر انیسویں صدی کی بورژوا فیملی کی تصویروں کی یاد دلاتی ہے...... کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ پینٹنگ مادرنسبی کیرل میں اس وقت بنائی گئی تھی جب زیادہ تر جو کرشن مینن کی ذات کے تھے، پدرمقامی نیوکلیئر فیملی میں رہنے کے بالکل عادی نہیں تھے......

ماخذ: جی-ارونیما "فیس ویلیو: روی ورماس پورٹریچر اینڈ دی پروجیکٹ آف کالونیل ماڈرنٹی"۔ دی انڈین اکنامکس اینڈ سوشل ہسٹری ریویو، 40,1 (2003) (صفحہ 80–57)

© NCERT not to be republished

باکس 2.5

اکثر متوسط طبقے میں مغرب کاری سے پیدا شدہ نسلوں کا اختلاف زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے

گرچہ وہ میرے خون سے ہیں لیکن کبھی کبھی وہ مجھے پوری طرح اجنبی سے لگتے ہیں۔ کوئی چیز اب ان کے ساتھ مشترک نہیں رہ گئی ہے...... نہ ان کے سوچنے کا طریقہ، نہ ان کے پہننے کا ڈھنگ، نہ گفتگو یا برتاؤ۔ یہ نئی نسل، نئی پیڑھی ہے اور میرا ذہنی رجحان اس طرح کا ہے کہ ان کے اور میرے درمیان کسی قسم کی ہم آہنگی ناممکن ہو جاتی ہے۔ پھر بھی میں انھیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ میں انھیں ہر وہ چیز دیتی ہوں جن کی وہ خواہش کرتے ہیں، ان کی خوشی میں میرے لیے سب کچھ ہے۔ رویندر ناتھ کے الفاظ میرے دل میں ایک لرزاں احساس پیدا کر دیتے ہیں: ''یہ تمھارا وقت ہے، اب میرے ختم ہونے کی شروعات ہے۔'' میں اور میرے بچوں پلّو، کلول اور کنکنی میں کوئی بھی یکسانیت نہیں ہے۔ پلو ایک الگ ملک اور ساتھ ہی ساتھ ایک مختلف تہذیب میں رہتا ہے۔ مثلاً ہم بارہ سال کی عمر سے میکھلا چادر پہنتے آرہے تھے، لیکن اب میری بیٹی کنکنی جو گوہاٹی یونیورسٹی میں بزنس مینجمنٹ کی ایک طالبہ ہے۔ پینٹ اور بیگی شرٹ پہنتی ہے اور کلول کو اپنے سر پر الجھے ہوئے بال رکھنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ جب میں میرا کا بھجن سننا چاہتی ہوں تو کلول اور کنکنی۔ وہیٹنی ہسٹن کی اپنی پسندیدہ پاپ موسیقی سننا چاہتے ہیں۔ کبھی کبھار جب میں برگیت کی کچھ لائینیں گانے کی کوشش کرتی ہوں، کنکنی اپنی گٹار پر مغربی دھن بجانا چاہتی ہے۔

ماخذ: انیمادت "As Days Roll on" in Women 1999؛ آسام کی مختصر کہانیوں کا ایک مجموعہ۔ ڈائمنڈ جبلی حصہ، (گوہاٹی، اسپیکٹرم پبلی کیشنز)

نے تو برطانوی ثقافت کو قبول کیا اور ایک زیادہ وسیع النظر زندگی کی طرف پیش رفت کی جو ذات پات کی تنقید کرتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح مغربی تعلیم سے اکثر شمال مشرق میں لوگوں کے مختلف گروہوں کے لیے نئے مواقع پیدا ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔ درج ذیل اقتباس پڑھیں۔

باکس 2.6

میرے دادا جو اکثر ناگاؤں کی طرح یورپیوں کے قریبی رابطے میں آئے تھے، وہ اس بات کے قائل تھے کہ صرف تعلیم سے ہی زندگی میں آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنے بچوں کے لیے ویسی ہی زندگی چاہی جیسا کہ انھوں نے برطانوی حکمرانوں اور مشنریوں کو گزارتے دیکھا۔ انھوں نے میری ماں کو پہلے آسام کے پاس والے اسکول میں، پھر دور شملہ میں بھیجا تا کہ وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ گاؤں کے ایک تعلیم یافتہ آدمی نے میری ماں کا حوصلہ بڑھایا اس نے میری ماں کو بتایا کہ وہ اس نئے دور میں پڑھ لکھ کر ویسی ہی خاتون بن سکتی ہے جس نے ساری دنیا کے سامنے تقریر کی تھی۔ وہ خاتون تھیں وجے لکشمی پنڈت، پنڈت نہرو کی بہن جنھوں نے اقوام متحدہ میں ہندوستان کی نمائندگی کی تھی۔ میرے والد اپنی ذہانت اور محنت کے بل پر ہی ایک مقامی مشن اسکول اور شیلانگ کے کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے انتخاب کرنے کے اہل تھے۔ ان کے لیے یہ بلندی کی طرف جانے کا محض ایک راستہ تھا۔ ایک ایسے خطے میں جہاں قبائل رہتے ہیں 20 کلومیٹر سے کم ہی دوری پر پوری طرح مختلف زبان بولی جانے لگتی ہے، یہ ایک ایسا ذریعہ تعلیم تھی جس سے وہ خود اپنے درمیان اور دنیا کے ساتھ ترسیل کر سکتے تھے۔ وہ اپنے خود کے لوگوں کی آواز بن گئے اور انگریزی کو سرکاری ریاستی زبان بنایا (Ao 2005:111)

ہم اکثر مغرب کاری پر بحث کرتے وقت نو آبادیاتی اثر کا حوالہ دیتے ہیں۔ تاہم موجودہ دور میں اکثر ہم مغربیت کی نئی شکلیں دیکھتے ہیں۔ سرگرمی 2.6 میں اس طرف توجہ مبذول کی گئی ہے۔

سرگرمی 2.6

- ان سبھی چھوٹے بڑے طریقوں کا مشاہدہ کریں جہاں مغربیت سے ہماری زندگی متاثر ہوتی ہے۔
- آپ دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح برطانوی استعماریت نے ہماری زندگیوں کو متاثر کیا۔ کسی طرح مغرب کاری کا مطلب برطانیہ کی محض نقل کرنا یا تقلید کرنا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کاری اب زیادہ تر امریکا کاری ہوتی جا رہی ہے۔ ایک اخبار کے ایڈیٹر کو حال ہی لکھا گیا ایک خط حسب ذیل ہے۔ اس پر بحث کریں۔

نیا راج

اپنے آپ کو براعظم، برطانیہ اور آئرلینڈ (جہاں سے اس کے بانی مبانی آئے تھے) سے نمایاں کرنے کے لیے امریکا نے تاریخ، مہینہ اور سال کے فارمیٹ میں جزوی ردوبدل کیا اور اپنا خود کا مہینہ تاریخ سال کا فارمیٹ بنایا۔ 11 ستمبر جس دن نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا، وہ خود بخود ''9/11'' بن گیا۔ چوں کہ یہ ریاست ہائے متحدہ (US) میں استعمال کی جانے والی مختصر نویسی تھی اس لیے باقی دنیا بھی اس کا استعمال کرنے لگی لیکن زیادہ تر ملکوں نے یہ نہیں سوچا کہ کسی سال کے مہینے کی ترتیب اسی وقت آتی ہے جب کہ پہلے اس مہینے کے دن کو بتا دیا جائے۔ ہم کیسے اس حقیقت کو واضح کریں گے کہ ممبئی ٹرین کے دھماکوں میں استعمال کی مختصر نویسی ''7/11'' ہے؟ ہم برطانوی نو آبادی کے لوگ تھے اس لیے ہم زیادہ تر تاریخ مہینہ سال (DD-MM-YY) کا خاکہ استعمال کرتے ہیں۔ (دی ہندو، اگست 21، 2006)

ایک وقت پر کئی ہندوستانیوں نے انگریزی کو ویسے ہی نقل کیا جیسے برطانوی بولتے تھے، کیا اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ کیا آپ کو لگتا ہے کہ اب امریکی لہجے کا زیادہ اثر ہے؟

جدید کاری اور سیکولر کاری
(MODERNISATION AND SECULARISATION)

اصطلاح جدید کاری کی ایک طویل تاریخ ہے۔ 19 ویں صدی سے اور بطور خاص 20 ویں صدی کے دوران اس اصطلاح کو مثبت اور مطلوبہ قدروں کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جانے لگا۔ ہر سماج اور اس کے لوگ جدید یا ماڈرن ہونا چاہتے تھے۔ ابتدائی سالوں میں 'جدید کاری' کا مطلب ٹکنالوجی اور پیداواری عمل میں اصلاح تھا۔ تاہم بعد میں اس اصطلاح کا استعمال وسیع تر ہو گیا۔ اس سے مراد ترقی کا وہ راستہ تھا جو زیادہ تر مغربی یورپ اور شمالی امریکا میں اختیار کیا گیا اور یہ مشورہ دیا جانے لگا کہ دیگر معاشرے میں ترقی کے اسی راستے کی تقلید ہونی چاہیے۔

جدیدیت کی کون سی قسم؟

وہ (مختلف تنظیموں اور کانفرسوں کے اونچی ذات کے بانی) جب تک برطانوی حکومت کی ملازمت میں رہے جدیدیت پسند ہونے کا مبالغہ آمیز دعویٰ کرتے رہے۔ جس وقت وہ ریٹائر ہوئے اور اپنی پنشن کا دعوا کیا انھوں نے اپنا 'مجھے نہ چھوؤ'والا برہمنی لبادہ پہن لیا۔ جیوتی با پھولے کا خط، مراٹھی مصنفین کی کانفرنس کے لیے۔

ہندوستان میں سرمایہ داری کی شروعات جیسا کہ ہم نے باب 1 میں دیکھا کہ نوآبادیاتی سیاق میں ہوئی۔ لہٰذا جدید کاری اور سیکولر کاری کی ہماری کہانی مغرب میں اس کے ارتقا سے مختلف ہے۔ ہم نے مغرب کاری اور 19 ویں صدی میں سماجی تحریکوں کی کوششوں پر اس باب میں پہلے ہی بحث ہوچکی ہے وہ اس سے ظاہر ہے۔ یہاں ہم جدید کاری اور سیکولر کاری کے دونوں پر نظر ڈالیں گے کیوں کہ مجموعی طور پر ان میں ایک واضح تعلق پایا جاتا ہے۔ یہ دونوں جدید تصورات کا حصہ ہیں۔ ماہرین سماجیات نے جدید کاری کے عمل کی تعریف کرتے ہوئے اس کے عناصر کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

> ''جدیدیت'' کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ مقامی بندھنوں اور تنگ نظری پر مبنی تناظر کمزور پڑ جاتے ہیں اور ہمہ گیر وابستگی اور عالمی شہری ہونے کا زاویہ نگاہ زیادہ اثر آفریں ہوجاتا ہے اور جذبات، مذہبیت اور غیر عقلیت افادیت، حساب کتاب اور سائنس کی حقیقت زیادہ حاوی ہوجاتی ہے۔ اس میں گروہ کے بجائے فرد سماج اور سیاست کی بنیادی اکائی بن جاتا ہے؛ یہ کہ سوسائٹی یا تنظیم جن میں لوگ رہتے یا کام کرتے ہیں اس کا انتخاب پیدائش کی بنیاد پر نہیں بلکہ مرضی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اس میں مادی اور انسانی ماحول کے تئیں لوگوں کا رویہ تقدیر پرستی پر نہیں مبنی ہوتا بلکہ برتاؤ اور علم پر مبنی ہوتا ہے۔ اپنی شناخت کو چنا اور حاصل کیا جاتا ہے، نہ کہ مفوضہ اور یقینی ہوتا ہے؛ کام کو فیملی، رہائش اور کمیونٹی سے دفتر شاہی تنظیم میں شامل کیا جاتا ہے...... (روڈالف (Rudolph) اور روڈالف، 1967)

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب ہے کہ لوگ نہ صرف مقامی بلکہ ہمہ گیر سیاق وسباق میں متاثر ہوتے ہیں۔ کس طرح آپ کو برتاؤ کرنا ہے، آپ کے کیا خیالات ہونے چاہئیں یہ اب آپ کی فیملی، قبیلے، ذات یا برادری کے ذریعہ نہیں طے کیا جاتا۔ آپ کیا کام کرنا چاہتے ہیں اس کا فیصلہ آپ کے والدین نہیں کرتے بلکہ آپ کی مرضی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ کام کی بنیاد پیدائش نہیں بلکہ انتخاب اور مرضی ہوتی ہے۔ آپ کون ہیں، یہ پہچان آپ کی حصولیابیوں کی بنیاد پر ہوتی ہے نہ کہ صرف آپ کون ہیں کہ بنیاد پر۔ سائنسی رویہ آپ کی بنیاد بنتا ہے۔ منطقی انداز نظر کی اہمیت ہوتی ہے۔ کیا یہ پوری طرح صحیح ہے؟

سرگرمی 2.7

آپ کسی اخبار یا ویب سائٹ جیسے شادی ڈاٹ کام سے شادی سے متعلق کالم دیکھیں اور اس کی وضع پر غور کریں اس میں کتنی بار ذات یا کمیونٹی کا ذکر ہوا ہے؟ اگر اس کا ذکر بار بار آتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ذات اسی طرح کا کردار نبھا رہا ہے جو پہلے روایتی طور پر نبھاتی تھی۔ یا کیا ذات کا کردار تبدیل ہوا ہے۔ غور کریں۔

ہندوستان میں اکثر روزگار کا انتخاب پسند کی بنیاد پر نہیں ہو پاتا، ایک صفائی ملازم کو اپنے کام چننے کا اختیار نہیں ہے۔ (دیکھیں باب 5 کتاب 1 این سی ای آر ٹی 2007) ہم اکثر ذات یا کمیونٹی میں ہی شادی کرتے ہیں۔ مذہبی عقائد اب بھی ہماری زندگی میں اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہماری ایک سائنسی روایت بھی ہے۔ ہمارا ایک فعال سیکولر اور جمہوری سیاسی نظام بھی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ہماری ذات اور کمیونٹی میں حرکت پذیری بھی پائی جاتی ہے۔ ہم ان عمل کاریوں کو کیسے سمجھتے ہیں؟ اس باب میں ان مخلوط عمل اور ان کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

آسان لفظوں میں ہم پیچیدہ آمیزش کو محض روایت اور جدیدیت کی آمیزش کہہ سکتے ہیں حالاں کہ روایت اور جدیدیت اپنے آپ میں ایک مقررہ وجود رکھتے ہیں۔ گویا کہ ہندوستان میں روایات کا محض ایک مجموعہ ہے یا تھا۔ ہم نے پہلے دیکھا ہے کہ ہندوستان میں ان روایتوں کی خصوصیات کا تعین تکثیریت اور استدلال دونوں سے کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ان کی از سرِنو توضیح یا تشریح کیے جانے کی ضرورت ہے۔ ہم اس کا مشاہدہ 19 ویں صدی کے سماجی مصلحین کے حوالے پہلے ہی کر چکے ہیں۔ یہ عمل بہرحال آج بھی جاری ہیں۔ نیچے باکس میں ایسی ہی ایک عمل کا بیان کیا ہے جو ارونا چل پردیش میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

باکس 2.7

جدیدکاری کی پیش رفت اور اثرات کے ساتھ مذہب اور متعدد تیوہاروں کو منانے کے تئیں رویوں میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ رسوم تقریبات کے طریقوں اور تقریبات سے جڑی بندشوں، مختلف قسم کے نذرونیاز اور ان کی قدر وغیرہ میں مستقل تبدیلی رونما ہوئی۔ بالخصوص تیزی سے بڑھتے شہری علاقوں میں یہ تبدیلیاں دیکھنے میں آئی۔

قبائلی شناخت کے تصور پر نئے دباؤ کا مطلب یہ ہے کہ ایک قبائلی ہونے کے سبب روایتی عمل اور ان کے تحفظ کو تقریباً ضروری سمجھا جانے لگا، تیوہار ایک متحدہ قبائلی شناخت کے اس مفہوم کو منعکس کرتے ہیں، گویا کہ تیوہار کا اجتماعی طور پر منایا جانا قبائلی سماج میں گونج رہے ''ثقافت یعنی شناخت کو ختم کرنا'' کے ولولہ انگیز نعرے کا ایک موزوں جواب بن گیا ہے۔

تیوہار منانے کے لیے روایتی طور پر ڈھیلی ڈھالی کام کرنے والی ٹولی کی جگہ تیوہار منانے کے لیے کمیونٹی کی تشکیل اب عام رواج بن چکا ہے۔ روایتی طور پر تیوہار منانے کے دنوں کا تعین موسم کی گردش سے کیا جاتا تھا۔ تیوہار منانے کی تاریخوں کو اب رسمی طور پر سرکاری کیلنڈر پر واضح کر کے باضابطہ متعین جاتا ہے۔

ان تیوہاروں کو منانے کے لیے عمومی ڈیزائن کے جھنڈے، خصوصی مہمان، تقریریں اور 'مس فیسٹیول' مقابلے آج کی نئی ضرورت بن چکے ہیں۔ قبائلی لوگوں کے ذہنوں میں عقلی تصورات اور عالمی نظریات کے سرایت کرنے کے ساتھ ساتھ پرانے عقیدے کے رواج اور عمل جائز و ناجائز کی جانچ پڑتال کے تحت آ چکے ہیں۔

© NCERT not to be republished

جدید مغرب میں بالعموم سیکولر کاری کا مطلب مذہب کے اثرات میں مستقل تنزلی ہے۔ جدیدکاری کے سبھی نظریہ سازوں کا یہ مفروضہ رہا ہے کہ جدید سماج اب زیادہ سے زیادہ سیکولر بن چکا ہے۔ سیکولر کاری کے اظہار سے مراد مذہبی تنظیموں میں شمولیت کی سطحیں (جیسے چرچ میں حاضری کی شرح)، مذہبی تنظیموں کا سماجی و مادی اثر اور لوگوں کے مذہبی عقائد کی سطح حد ہے۔ بہرحال حالیہ سالوں میں مذہبی شعور کے غیر معمولی طور پر بڑھنے اور ان پر تصادم کی مثال دیکھی جا سکتی ہے۔

تاہم ماضی میں بھی ایک مفروضہ قائم تھا کہ جدید طور طریقوں سے مذہبی عمل میں لازماً تنزلی پیدا ہوگی جب کہ یہ پوری طرح صحیح نہیں ثابت ہوا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کس طرح ترسیل، تنظیم اور نظریات کی مغربی اور جدید شکلیں نئی قسم کی مذہبی اصلاحی تنظیموں کے ابھرنے میں مددگار ثابت ہوئیں۔ مزید برآں، ہندوستان میں زیادہ تر رسم و رواج میں سیکولر مقاصد کے حصول سے سیدھی نسبت ہوتی ہے۔

خدا سے تعلق قائم کرنا

راجا سمھان ٹی۔ای کے قلم سے

کیا آپ اس لیے پریشان ہیں کہ آپ کی شادی کی سال گرہ کے موقع پر مدورائی میں میناکشی اماں مندر جانے کا منصوبہ پورا نہیں ہوا۔فکر نہ کریں۔آپ کو صرف ایک ماؤس کلک کے ویب پر ایک آن لائن پوجا آرڈر کر بھگوان کا آشیرواد لینا ہے۔com...... پورے ملک میں واقع 600 سے زیادہ مندروں میں پوجا سروس پیش کرتا ہے۔پوری دنیا کے لوگ اپنی پسند کے کسی مندر میں خواہ کنیاکماری میں ہو یا اترپردیش میں، اپنے عزیز دیوتا یا دیوی کی پوجا کے لیے آرڈر کر سکتے ہیں...... پورے ملک میں پھیلے ہوئے حق رائے دہی کے ایک نیٹ ورک (زیادہ تر مندر کے پجاری) کے ذریعہ بھکت کی مرضی کے مطابق پوجا انجام دی جاتی ہے اور 'پرساد' 7–5 دن کے اندر دنیا میں کہیں بھی پہنچایا جاسکتا ہے...... ہندوستان کے باشندوں کے لیے جو کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی نہیں کر سکتے، com...... پوجا انجام دیتا ہے اور ادائیگی چیک یا ڈیمانڈ ڈرافٹ کے ذریعہ وصول کرتا ہے۔com...... کہیں سے بھی کسی بھی مندر میں انجام دی جانے والی بنیادی پوجا کے لیے آن لائن پوجا کی لاگت 9.75 امریکی ڈالر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ اور کہیں کے لیے پوجا کے خواہش مند ہیں تو 75 امریکی ڈالر ادا کرنے ہوں گے۔

ماخذ: دی بزنس لائن، دی ہندو گروپ آف دی پبلی کیشنز کے ہندو گروپ کا فنانشیل ڈیلی (بدھ، 20 ستمبر 2000)

© NCERT not to be republished

رسوم کے سیکولر پہلو ہیں جو سیکولر مقاصد سے مختلف ہوتے ہیں۔ان کے ذریعہ مردوں اور عورتوں کو اپنے ہم عمر لوگوں اور بڑوں کے ساتھ باہمی روابط اور فیملی کی دولت، لباس اور زیورات وغیرہ کی نمائش کا موقع ملتا ہے۔بطور خاص گذشتہ دہائیوں میں رسموں کے معاشی وسیاسی پہلو زیادہ ابھر کر سامنے آئے ہیں شادی گھر کے باہر قطاروں میں لگی ہوئی کاروں کی تعداد اور شادی کے موقع پر اہم شخصیتوں کے مہمان بننے کو مقامی کمیونٹی میں خاندان کی حیثیت کا اشاریہ سمجھا جاتا ہے۔

سرگرمی 2.8

دیوالی، درگا پوجا، گنیش پوجا، دسہرہ، کروہ چوتھ، عید اور کرسمس جیسے روایتی تیوہاروں کے دوران اشتہارات کا مشاہدہ کیجیے۔پرنٹ میڈیا (اخبارات ورسائل) سے مختلف اشتہار جمع کیجیے۔الکٹرانک میڈیا (ٹیلی ویژن وغیرہ) کو بھی دیکھیں۔ان اشتہارات سے کیا پیغامات حاصل ہوتے ہیں، نوٹ کیجیے۔

ذات کی سیکولر کاری کے بارے میں بھی بحث ومباحثہ ہوتا رہا ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟ روایتی ہندوستانی سماج میں ذات پات کا نظام مذہبی ڈھانچے کے زیر عمل ہوتا ہے۔اس کے عمل میں پاکی اور ناپاکی کے نظام عقائد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔آج کل یہ اکثر سیاسی دباؤ گروپوں ہے۔عصری ہندوستان میں ذات پر مبنی ایسوسی ایشن اور سیاسی پارٹیوں کی تشکیل دیکھی گئی ہے۔وہ اپنے مطالبہ کے لیے ریاست پر دباؤ

ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذات کے ایسے بدلے کردار کو ذات کی سیکولر کاری کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ درج ذیل باکس میں اسی عمل کو سمجھایا گیا ہے۔

باکس 2.8

سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان میں روایتی سماجی نظام ذات پر مبنی ساختوں اور شناختوں کے اردگرد منظّم تھا۔ ذات وسیاست کے درمیان رشتے کو واضح کرنے میں بہرحال جدیدیت پر مبنی نظریہ زبردست خوف اجنبی (یا اجنبی سے نفرت) کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس میں ان سوالوں کے ساتھ شروعات ہوتی ہے: کیا ذات ختم ہورہی ہے؟ اب یقیناً کوئی بھی سماجی نظام اس طرح ختم نہیں ہوتا۔ انحراف کا ایک زیادہ مفید نقطہ یہ ہوگا کہ: جدید سیاست کے زیراثر ذات کی کون سی شکل سامنے آرہی ہے اور ذات پر مبنی سماج میں سیاست کی کون سی شکل واضح ہورہی ہے؟

ہندوستان میں وہ لوگ جو'سیاست میں ذات پر مبنی نظام' کی شکایت کرتے ہیں وہ واقعتاً سیاست کی ایک ایسی قسم کی تلاش میں ہیں جس کی سماج میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ سیاست ایک مسابقتی مہم جوئی ہے جس کا مقصد بعض مخصوص اہداف کی تکمیل کے لیے اقتدار کا حصول ہے۔ مہم جوئی کے لیے تیار ہونے اور حیثیت کو مستحکم کرنے کے سلسلے میں ایک ایسا عمل ہے جو موجودہ اور ابھرنے والی اطاعتوں کی شناخت پیدا کرتی ہے اور ان کو برتتی ہے۔ اہم چیز تنظیم کا ہونا اور حمایت اور تعاون کو باضابطہ بنانا ہے اور جہاں سیاست عوام پر مرکوز ہو تو تنظیم جن سے عوام کی وابستگی ہو، کے ذریعہ تعاون وحمایت کو مضبوط بنایا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ذات پر مبنی شناخت ایک اہم تنظیمی مجمع فراہم کرتی ہے جن کے ساتھ کثیر آبادی جڑی ہوئی ہو تو سیاست ایک ایسی ساخت کے ذریعہ منظّم کرنے کی جدوجہد کرتی ہے۔

سیاست داں اپنی طاقت کو منظّم کرنے کے لیے ذات پر مبنی گروہ بندی اور شناختوں کو تحریک دیتے ہیں...... جہاں گروپوں کی دیگر قسم اور ایسوسی ایشن کی مختلف بنیادیں ہوتی ہیں۔ سیاست داں ان تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور تنظیموں کی طرح ہر جگہ ذات کی بھی شکل تبدیل کرتے ہیں۔

(کوٹھاری 1977: 57-70)

© NCERT not to be republished

باکس 2.8 کے لیے مشق

باکس 2.8 میں دیے گئے حقائق کو بغور پڑھیں اس میں اٹالک جملوں کو دیکھیں۔ اور مذکورہ دلیلوں کے بارے میں مختصراً بتائیں۔ اپنی مثال دیں۔

ماحصل (CONCLUSION)

اس باب میں ان امتیازی طریقوں کو بتانے کی کوشش کی گئی ہے جن کے ذریعہ ہندوستان میں سماجی تبدیلی واقع ہوئی اور نوآبادیاتی تجربے کے دوررس نتائج پیدا ہوئے۔ ان میں بہت سی تبدیلیاں غیرارادی اور متناقض تھیں۔ جدیدیت کے مغربی تصورات نے ہندوستانی قوم پرستوں کے تخیل کو شکل فراہم کی۔ بعض کو روایتی کتابوں پر نئے سرے سے نظر ڈالنے کی ترغیب ملی جب کہ چند نے انھیں مسترد بھی کردیا۔ مغربی ثقافتی شکلوں کو ان حلقوں میں اپنا مقام ملا جن کی وسعت 'کس طرح خاندان رہتے تھے سے لے کر

مردوں، عورتوں اور بچوں کا ضابطہ اخلاق کیا ہونا چاہیے' تک تھی۔فن کارانہ اظہار میں بھی اس کا عکس نظر آیا۔ہماری سماجی، اصلاحی اور قومی تحریکوں پر مغربی مساوات اور جمہوریت کے افکار کا گہرا اثر پڑا۔ان سب سے ایک طرف جہاں مغربی خیالات کو ہندوستانی سماج میں منظوری ملی وہیں دوسری طرف ہندوستانی روایت پر سوال اٹھائے گئے اور اس کی تشریح نو کی گئی، اگلا باب ہندوستان کے جمہوری تجربات کے بارے میں ہے جن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کیسے ایک ایسے سماج جہاں عدم مساوات بہت زیادہ تھی، وہاں مساوات اور سماجی انصاف کے بنیادی تصورات پر مبنی آئین نافذ کیا گیا۔اس باب میں پیچیدہ طریقوں سے یہ بھی دکھایا گیا ہے جن سے ہمارے سماجی روایات اور جدیدیت کی مستقل تشریح نو کی گئی۔

سوالات

1۔ سنسکرت کاری نے پر ایک تنقیدی مضمون لکھیے۔

2۔ مغرب کاری کا عام مطلب مغربی لباس کو زیب تن کرنا اور ان کی طرز زندگی کی تقلید کرنا۔کیا مغرب کاری کے دوسرے پہلو بھی ہیں۔کیا مغرب کاری کا مطلب جدیدکاری ہے؟ بحث کریں۔

3۔ مختصراً مضمون لکھیں۔

- رسوم اور سیکولر کاری
- ذات اور سیکولر کاری
- جنس اور سنسکرت کاری

© NCERT not to be republished

حوالہ جات(REFERENCES)

Ramanujan, A.K. 1990. 'Is There an Indian Way of Thinking: An Informal essay' in Marriot McKim *India Through Hindu Categories.* Sage. New Delhi.

Abraham, Janaki. 2006. 'The Stain of White: Liasons, memories and White Men as Relatives' *Men and Masculinities.* Vol 9. No. 2. pp 131-151.

Ao, Ayinla Shilu. 2005. 'Where the Past Meets the Future' in Ed. Geeti Sen *Where the Sun Rises When Shadows Fall.* IIC Quarterly Monsoon Winter 32, 2&3. pp. 109-112.

Chakravarti, Uma. 1998. *Rewriting History: The Life and Times of Pandita Ramabai.* Kali for Women. New Delhi.

Chaudhuri, Maitrayee. 1993. *The Indian Women's Movement: Reform and Revival.* Radiant. New Delhi.

Dutt, A.K. 1993. 'From Colonial City to Global City: The Far from Complete Spatial Transformation of Calcutta' in Brunn S.D. and Williams J.F. Ed. *Cities of the World.* pp. 351-388. Harper Collins. New York.

Khare, R.S. 1998. *Cultural Diversity and Social Discontent: Anthropological Studies on Contemporary India.* Sage. New Delhi.

Kothari, Rajni. 1997. 'Caste and Modern Politics' in Sudipta Kaviraj Ed. *Politics in India.* pp. 57-70. Oxford University Press. Delhi.

Pandian, M.S.S. 2000. 'Dalit Assertion in Tamil Nadu: An Exploratory Note' *Journal of Political Economy.* Vol XII. Nos. 3 and 4.

Raman, Vasanthi. 2003. 'The Diverse Life-Worlds of Indian Childhood' in Margrit Pernau, Imtiaz Ahmad, Helmult Reifeld (Eds), *Family and Gender: Changing values in Germany and India.* Sage. New Delhi.

Riba, Moji. 2005. "Rites, in passing ..." IIC Quarterly *Monsoon-Winter* 32, 2&3. Pp.113-121.

Rudolph and Rudolph. 1967. *The Modernity of Tradition: Political Development in India.* University of Chicago Press. Chicago.

Saberwal, Satish. 2001. 'Framework in Change: Colonial Indian Society' in Ed. Susan Visvanathan *Structure and Transformation: Theory and Society in India.* pp.33-57. Oxford. Delhi.

© NCERT not to be republished

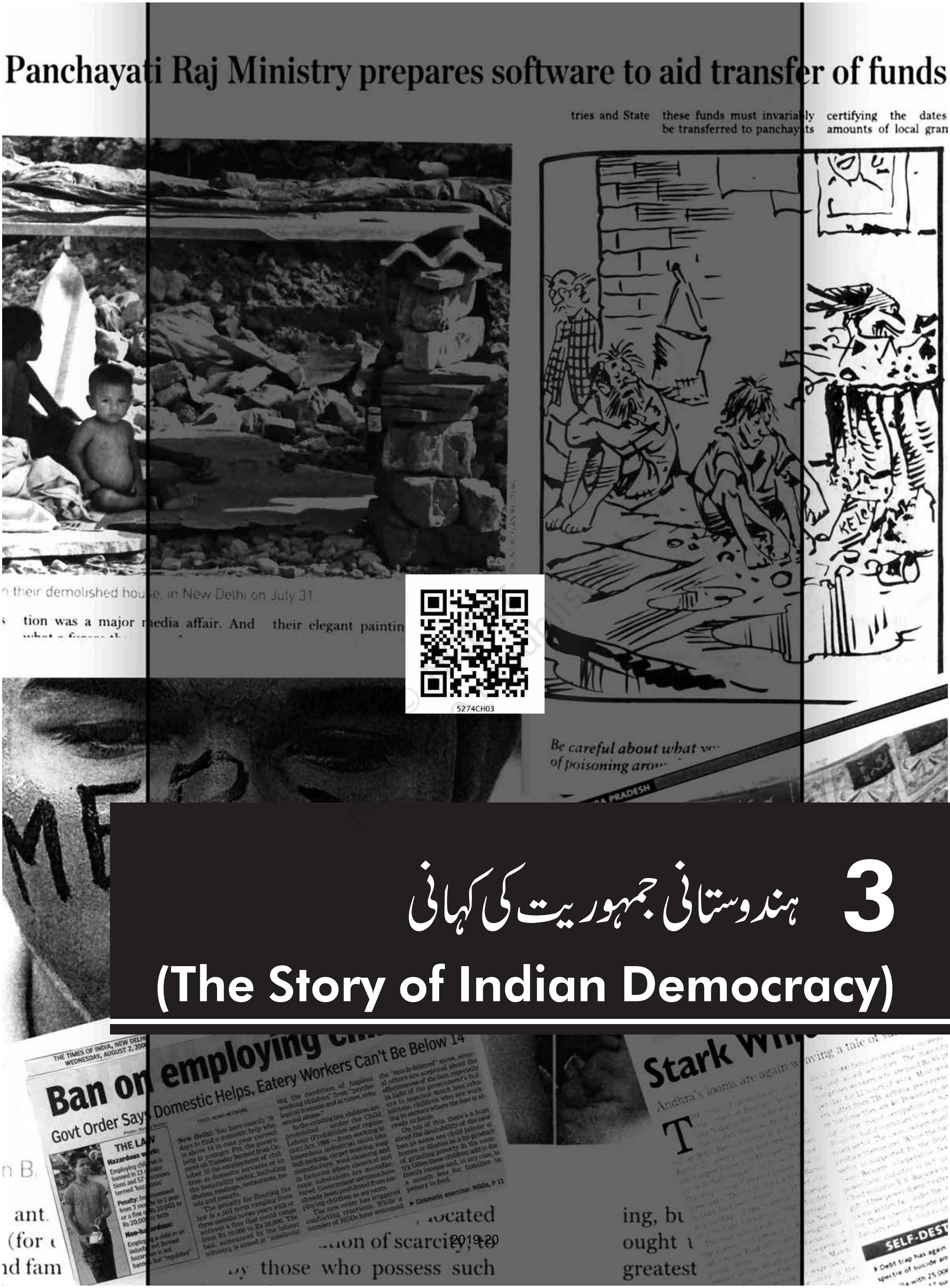

3 ہندوستانی جمہوریت کی کہانی

(The Story of Indian Democracy)

ہم سبھی اس تصور سے بخوبی واقف ہیں کہ جمہوریت عوام کے ذریعہ، عوام کے لیے، عوام کی حکومت ہے۔ اسے بنیادی طور پر دو زمروں میں رکھا جاتا ہے: براہِ راست اور نمائندہ۔ راست جمہوریت میں سبھی شہری بغیر کسی منتخب یا تقرر کردہ عہدے دار کی ثالثی کے عوامی فیصلوں میں شریک ہو سکتے ہیں۔ ایسا نظام صرف وہیں قابل عمل ہے جہاں لوگوں کی تعداد نسبتاً کم ہو— مثلاً ایک کمیونٹی، تنظیم، قبائلی کونسل یا ٹریڈ یونین کی مقامی اکائی جہاں ممبران ایک کمرے میں کسی امور پر بحث کرنے کے لیے آپس میں مل سکتے ہوں اور اتفاق رائے سے یا اکثریتی ووٹ سے کسی فیصلے پر پہنچ سکتے ہوں۔

وسیع اور پیچیدہ جدید سماج میں راست جمہوریت کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ آج کل جمہوریت کی نہایت عام شکل خواہ 50,000 کی آبادی والا قصبہ ہو یا پھر 100 کروڑ کی آبادی والے ممالک، نمائندہ جمہوریت ہی پائی جاتی ہے۔ اس میں شہری عوامی مفاد میں سیاسی فیصلے، قوانین وضع کرنے یا پروگراموں کے نفاذ کے لیے عہدے داروں کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہماری جمہوریت بھی نمائندہ جمہوریت ہے۔ ہر ایک شہری کو اپنے نمائندے کے حق میں ووٹ دینے کا اختیار ہے۔ عوام اپنے نمائندگان کو پنچایت، میونسپل بورڈ، ریاستی اسمبلی اور پارلیمنٹ وغیرہ سبھی سطحوں پر منتخب کرتے ہیں۔ اب یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ جمہوریت میں عوام کی باقاعدہ شمولیت زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے اور محض ہر پانچ سال پر ووٹ ڈالنے کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح شراکتی جمہوریت اور غیر مرکزی حکمرانی دونوں ہی مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔ شراکتی جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں اہم فیصلہ لینے کے لیے کسی گروہ یا کمیونٹی کے سبھی ممبران اجتماعی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ اس باب میں غیر مرکزی اور زمینی جمہوریت کے ایک اہم قدم سمجھے جانے والے پنچایتی راج نظام کی مثال پر بحث کی جائے گی۔

ایک بزرگ خاتون انتخابات میں ووٹ ڈالتے ہوئے۔

دونوں طریقۂ عمل اور قدروں سے پتہ چلتا ہے کہ استعماریت کے خلاف جدوجہد کے طویل عرصے میں ہندوستانی جمہوریت کو فروغ ملا ہے۔ آزادی کے حصول کے گذشتہ 60 سالوں میں ہندوستانی جمہوریت کی کامیابی ایک ایسے ملک کے لیے کرشمہ ہی ہے جہاں اتنا تنوع اور عدم مساوات پایا جاتا ہو۔ اس باب میں ہندوستان کے خوش حال لیکن پیچیدہ ماضی اور حال کی جامع تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

اس باب میں ہندوستان میں جمہوریت کے فروغ کے بارے میں ایک مختصر خاکہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ سب سے پہلے ہم ہندوستانی آئین پر نظر ڈالیں گے جو ہندوستانی جمہوریت کی بنیاد ہے۔ ہم اس کی بنیادی قدروں پر توجہ مرکوز کرتے

ہوئے، آئین سازی پر مختصراً نظر ڈالیں گے اور مختلف خیالات کی نمائندگی کرنے والے مباحث کے بعض تراشوں پر غور کریں گے۔ دوسرے باب میں ہم جمہوری عمل کی زمینی سطح کے نظام یعنی پنچایت راج نظام پر نظر ڈالیں گے۔ دونوں ہی تشریح میں آپ غور کریں گے کہ لوگوں کے مختلف گروہ اور سیاسی پارٹیاں بھی ہیں، جو مسابقتی مفاد کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ جمہوریت کسی بھی عمل کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس باب کے تیسرے حصے میں یہ بحث کی گئی ہے کہ کسی طرح مسابقتی مفادات عمل کرتے ہیں۔ اصطلاح مفاد یا ہم مفاد گروہوں اور سیاسی پارٹیوں سے کیا مراد ہے اور ہندوستان جیسے جمہوری نظام میں ان کا کیا کردار ہے؟

3.1 ہندوستانی آئین (THE INDIAN CONSTITUTION)

ہندوستانی جمہوریت کی بنیادی قدریں
(THE CORE VALUES OF INDIAN DEMOCRACY)

ہمیں جدید ہندوستان کی دیگر خصوصیات کی طرح جدید ہندوستانی جمہوریت کی کہانی کی شروعات بھی نوآبادیاتی دور سے ہی کرنی چاہیے۔ آپ نے ابھی ایسی بہت سی ساختی اور ثقافتی تبدیلیوں کے بارے میں پڑھا ہے جو برطانوی استعماریت کے ذریعہ دانستہ لائی گئیں۔ ان میں سے بعض غیر ارادی طور پر رونما ہوئیں۔ برطانیہ کا کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا کہ ایسی تبدیلیاں ہوں۔ مثلاً انھوں نے یہاں مغربی تعلیم کی اشاعت اس لیے کی کہ وہ مغربی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کا ایک متوسط طبقہ تیار کرسکیں اور ان کی مدد سے نوآبادیاتی حکمرانوں کی حکومت جاری رکھ سکیں۔ ایک مغربی تعلیم یافتہ طبقہ ضرور ابھرا لیکن یہ برطانوی حکومت کے لیے مددگار ہونے کے بجائے جمہوریت کے روشن خیال تصورات، سماجی انصاف اور قوم پرستی کا استعمال نوآبادیاتی حکومت کے لیے چیلنج بن گیا۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جمہوری اقدار اور ادارے خالصتاً مغربی دین ہیں۔ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ہمارے قدیم رزمیے، لوک کہانیاں، مذاکرات، مباحثوں اور متضاد صورتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ کسی بھی لوک کہانی، لوک گیت یا رزمیہ کے بارے میں غور کیجیے جو ان مختلف نقطہ نظر کو ظاہر کرتی ہیں؟ ہم رزمیہ مہابھارت کی ہی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے باب 1 اور 2 میں دیکھا کہ جدید ہندوستان میں سماجی تبدیلی کا سبب محض ہندوستانی خیالات اور مغربی افکار نہیں بلکہ ہندوستانی مغربی خیالات کا امتزاج اور ان کی از سرِ نو تشریح ہے۔ ہم نے سماجی مصلحین

> **باکس 3.1**
>
> **سوال کرنے کی روایت**
>
> مہابھارت، میں جب بھارگو بھاردواج کو بتاتے ہیں کہ ذات پر مبنی تقسیم مختلف انسانوں کی جسمانی خصوصیات میں پائے جانے والے فرق سے متعلق ہے جو کہ جلد کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے تب بھاردواج نے نہ صرف سبھی ذاتوں کے انسانوں کے جلد کے رنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (اگر مختلف رنگ مختلف ذاتوں کا اشارہ ہیں تو سبھی ذاتیں مخلوط ہیں) اور مزید سنجیدگی سے سوال کرتے ہوئے انھیں جواب دیا: ''ہم سبھی خواہش، غصہ، خوف، دکھ، بھوک اور محنت سے متاثر ہوتے ہیں، پھر ہم میں ذات سے متعلق اختلافات کیسے ہیں؟
>
> (سین 2005:10-11)

کے معاملے میں مساوات کے جدید خیالات اور انصاف کے روایتی تصورات دونوں کو برتتے دیکھا ہے۔ جمہوریت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ نوآبادیاتی ہندوستان میں برطانوی استعماریت کے غیر جمہوری اور امتیازی انتظامی سلوک جو آزادی کے اس تصور کے بالکل متضاد تھے جنھیں جمہوریت کے مغربی نظریات میں اپنایا گیا تھا اور مغربی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں نے جن کے بارے میں پڑھا تھا، ہندوستان میں پھیلی غربت اور سماجی تفریق کی شدت جمہوریت کے معنی پر گہرے سوالات پیدا کرتی ہے۔ کیا جمہوریت کا مطلب صرف سیاسی آزادی ہے؟ یا پھر معاشی آزادی اور سماجی انصاف بھی؟ کیا ذات، مسلک، نسل اور جنس کی تفریق کے بغیر سب کو مساوی حقوق حاصل ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ایک غیر مساوی سماج میں ایسی مساوات کو کیسے محسوس کیا جا سکتا ہے؟

باکس 3.2

آج سماج کا ہدف ایک نئی بنیاد رکھنا ہے جیسا کہ تین الفاظ اخوت، آزادی اور مساوات میں فرانسیسی انقلاب کا خلاصہ کیا گیا تھا۔ فرانسیسی انقلاب کو اسی نعرے کے سبب پذیرائی ملی لیکن یہ مساوات پیش کرنے میں ناکام رہا۔ ہم نے روسی انقلاب کا استقبال کیا کیونکہ اس کا مقصد بھی مساوات لانا تھا لیکن یہ مساوات پیش کرنے میں بہت زیادہ زور نہیں دے سکا۔ سماج اخوت یا آزادی کو قربان کر دینے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اخوت یا آزادی کے بغیر مساوات کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تینوں کا ساتھ ساتھ وجود اسی وقت ممکن ہے جب بدھ کے بتائے ہوئے طریقوں کی پیروی کی جائے۔

(امبیڈکر 1992)

باکس 3.2 کے لیے مشق

درج بالا متن کو پڑھیے اور بحث کیجیے کہ جمہوریت کے نئے ماڈل کی تحقیق اور تعمیر میں مغرب اور ہندوستان کے کس طرح کے متنوع خیالات مد نظر رکھے جاتے تھے۔ کیا آپ دیگر مصلحین اور قوم پرستوں کے بارے میں غور کر سکتے ہیں جو اس طرح کی کوششیں کر رہے تھے؟

ہندوستان کی آزادی سے بہت پہلے ان میں بہت سے امور پر غور کیا جا چکا تھا۔ جب ہندوستان برطانوی استعماریت سے اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہا تھا تب بھی ہندوستانی جمہوریت کے خاکے کے بارے میں ایک تصور سامنے آیا تھا۔ 1928 میں موتی لعل نہرو اور 8 دوسرے کانگریسی رہنماؤں نے ہندوستانی آئین کے لیے ایک مسودہ تیار کیا تھا۔ انڈین نیشنل کانگریس کے 1931 کے کراچی کے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی گئی تھی کہ آزاد ہندوستان کا آئین کیسا ہونا چاہیے۔ کراچی قرارداد میں ایک ایسی جمہوریت کا تصور ہے جس کا مطلب محض انتخاب کا رسمی انعقاد نہیں بلکہ ایک حقیقی جمہوری سماج قائم کرنے کے لیے ہندوستانی سماج کی ساخت پر نئے سرے سے بنیادی کام کرنا ہے۔

کراچی قرارداد میں جمہوریت کا وہ تصور صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے جو قوم پرست تحریک کا مقصد تھا۔ اس میں ان قدروں کا ذکر کیا گیا ہے جنھیں آگے چل کر ہندوستانی آئین میں پورا اظہار ملا۔ آپ غور کریں کہ کس طرح ہندوستانی آئین کی تمہید میں صرف

سیاسی انصاف ہی نہیں بلکہ سماجی و معاشی انصاف کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی۔ آپ اسی طرح غور کریں گے کہ مساوات محض سیاسی حقوق کے بارے میں نہیں بلکہ حیثیت اور مواقع کے بارے میں ہے۔

باکس 3.3

ضمیمہ 6

سوراج میں کیا شامل ہوا

کراچی کانگریس قرارداد، 1931

کانگریس نے سوراج کا جیسا تصور قائم کیا ہے اس میں عوام کی معاشی آزادی بھی شامل ہونی چاہیے۔ کانگریس نے یہ اعلان کیا کہ کوئی بھی آئین اسی وقت قابل قبول ہوگا جب وہ سوراج حکومت کو درج ذیل فراہم کرنے کے قابل بنائے:

1۔ اظہار رائے، انجمن اور اجلاس کی آزادی۔
2۔ مذہبی آزادی۔
3۔ ثقافت اور زبانوں کا تحفظ۔
4۔ قانون کی نظر میں سبھی شہریوں کا مساوی ہونا۔
5۔ مذہب، ذات یا جنس کی بنیاد پر روزگار، محنت یا تجارت و کاروبار میں عدم اہلیت کا نا قابل قبول ہونا۔
6۔ عوامی کنوؤں، اسکولوں وغیرہ کے سلسلے میں سبھی کے لیے یکساں حقوق و فرائض۔
7۔ قوانین و ضوابط کے لحاظ سے سبھی کو ہتھیار رکھنے کا حق۔
8۔ جائیداد یا آزادی سے کسی فرد کا محروم نہ ہونا سوائے اس کے کہ وہ قانون کے مطابق ہو۔
9۔ مذہب کے بارے میں ریاست کی غیر جانب داری۔
10۔ بالغ حق رائے۔
11۔ ابتدائی تعلیم کا لازمی ہونا۔
12۔ کسی طرح کے خطاب کا نہ دیا جانا۔
13۔ موت کی سزا کا ختم کیا جانا
14۔ ہندوستان کے ہر شہری کے لیے نقل و حرکت کی آزادی اور ملک میں کہیں بھی رہائش اور جائیداد حاصل کرنے کا حق اور اسی بنا پر قانون کا تحفظ۔
15۔ کارخانہ مزدوروں کے لیے مناسب معیارِ زندگی، آجروں اور کام کرنے والوں کے درمیان تنازعہ کو حل کرنے کا مناسب نظام اور ضعیفی و بیماری وغیرہ سے تحفظ۔
16۔ بےگاری کی شرائط سے سبھی مزدوروں کو آزاد کرنا۔

© NCERT not to be republished

17۔ کام کرنے والی خواتین کا خصوصی تحفظ۔

18۔ کانوں اور کارخانوں میں بچوں کو ملازمت پر نہ رکھنا۔

19۔ کاشت کاروں اور کام کرنے والوں کو یونین بنانے کا حق۔

20۔ لگان اور تصرف املاک نیز کرایہ کے نظام میں اصلاح اور غیر پیداواری زمین کی لگان اور محاصل میں رعایت اور چھوٹے زمین مالکوں کے واجب الادا اور ادائیگیوں میں کمی۔

21۔ وراثت ٹیکس کا تدریجی پیمانے پر ہونا۔

22۔ فوجی اخراجات میں کم سے کم نصف کٹوتی۔

23۔ ریاست کے کسی بھی ملازم کو 500 روپیے ماہانہ سے زیادہ ادائیگی نہ کرنا۔

24۔ نمک ٹیکس کا ختم کیا جانا۔

25۔ غیر ملکی کپڑوں کے مقابلے دیسی کپڑوں کا تحفظ۔

26۔ نشیلے مشروبات اور منشیات پر پوری طرح پابندی۔

27۔ کرنسی اور مبادلہ قومی مفاد میں ہو۔

28۔ کلیدی صنعتوں، خدمات اور ریلوے وغیرہ کو قومیانا۔

29۔ زرعی قرضوں سے راحت اور سودخوری پر کنٹرول۔

30۔ شہریوں کے لیے فوجی تربیت۔

ممبر شپ فارم پر کراچی قرارداد کا خلاصہ شائع کیا جائے گا۔

باکس 3.4

ہندوستانی آئین کی تمہید

ہم ہندوستان کے عوام ہندوستان کو ایک مقتدر اعلیٰ، سوشلسٹ، سیکولر، جمہوری ری پبلک (عوامی حکومت) بنانے کا عہد کرتے ہیں اور اس کے سبھی شہریوں کو:

سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف:

خیالات، ایمان وعقیدہ اور عبادت کی آزادی:

حیثیت اور مواقع کی برابری:

اور ان سب میں فرد کے وقار اور ملک کے اتحاد اور سالمیت کو یقینی بناتے ہوئے اخوت کو فروغ دینے کے لیے اپنی اس آئین ساز اسمبلی میں آج مورخہ 26 نومبر 1949 کو بذریعہ ہٰذا اس آئین کو اپناتے نافذ کرتے اور خود کو سونپتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

باکس 3.3 اور 3.4 کے لیے مشق

کراچی قرار دار اورتمہید کو بغور پڑھیں اوران میں موجود کلیدی تصورات کی شناخت کریں۔

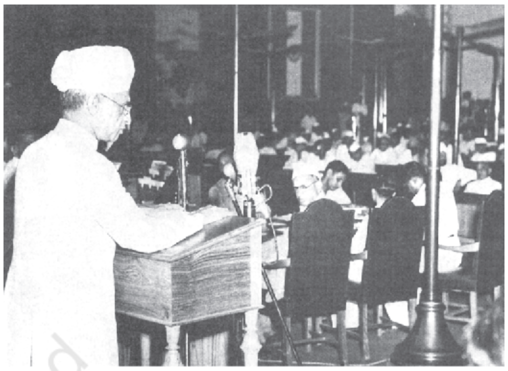

سروپلی رادھاکرشنن آئین ساز اسمبلی کو خطاب کرتے ہوئے

جمہوریت کئی سطحوں پر کام کرتی ہے اس باب کی شروعات ہم ہندوستانی آئین کے تصور کے ساتھ کریں گے جو ہندوستان کی جمہوریت کا بنیادی ستون ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ آئین ساز اسمبلی میں آئین کی تشکیل عمیق اور کھلے بحث ومباحثے کے نتیجے کے طور پر عمل میں آئی۔ اس طرح اس کا تصوراتی یا نظریاتی مواد اور طریقہ عمل جس کے ذریعہ اس کی تشکیل ہوئی پوری طرح جمہوری تھا۔ اگلے سیکشن میں ان میں سے کچھ مباحثوں پر مختصر نظر ڈالیں گے۔

آئین ساز اسمبلی کے مباحثے: ایک تاریخ (CONSTITUENT ASSEMBLY DEBATES: A HISTORY)

1939 میں 'ہری جن' نام کی ایک میگزین میں گاندھی جی نے ایک مضمون 'The only way' میں لکھا تھا ''......آئین ساز اسمبلی اکیلے ہی ملک کے لیے ایک ملکی وحقیقی اور پوری طرح عوام کی خواہشات کی نمائندگی کرنے والے آئین کی تشکیل کرسکتی ہے جو مردوں اورعورتوں دونوں کے لیے بغیر کسی امتیاز وتفریق کے بالغ رائے دہی پر مبنی ہو۔ 1939 میں آئین ساز اسمبلی کا عوامی مطالبہ سامنے آیا تھا جو کافی نشیب وفراز کے بعد برطانوی سامراج نے 1945 میں قبول کرلیا تھا۔ جولائی 1946 میں انتخابات ہوئے۔ اگست 1946 میں انڈین نیشنل کانگریس کی ماہرین کی کمیٹی نے آئین ساز اسمبلی میں ایک قرار داد پیش کی۔ جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ ہندوستان ایک عوامی جمہوری ملک ہوگا جہاں سبھی کے لیے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف کی ضمانت ہوگی۔

سماجی انصاف کے مسئلے پر ایک زبردست بحث چلی کہ کیا حکومتی عمل مجوزہ ہوں گے اور ریاست انھیں لازماً نافذ کرے گی۔ جو مباحثے ہوئے ان میں روزگار کا حق، سماجی تحفظ اور زمینی اصلاحات سے لے کر جائیداد کے حقوق، پنچایتوں کی تنظیم تک کے موضوعات شامل ہیں۔ یہاں مباحثوں کے چند مختصر اقتباس دیئے گئے ہیں۔

باکس 3.5

بحث کے اقتباسات

➢ کے۔ٹی۔ شاہ کا کہنا تھا کہ مفید روزگار کے حق کو ریاست کی طرف سے زمرہ بند ذمہ داریوں کے ذریعہ حقیقی بنایا جانا چاہیے تاکہ ہر شہری جو اہل اور مجاز ہو، اسے مفید کام فراہم کیا جاسکے۔

© NCERT not to be republished

- بی۔ داس نے حکومت کے کاموں کو قانونی دائرۂ اختیار اور قانونی دائرۂ اختیار کے باہر درجہ بند کرنے کی مخالفت کی: ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ فاقہ کشی کو ختم کرے، سبھی شہریوں کو سماجی انصاف مہیا کرائے اور سماجی تحفظ کو یقینی بنائے......لاکھوں لوگوں کی اکثریت کو مرکزی آئین میں کوئی امید نظر نہیں آتی...... جو بھوک سے نجات کو یقینی بنائے، سماجی انصاف کو تحفظ دے، ایک کم سے کم معیار زندگی اور عوامی صحت کے کم سے کم معیار کو یقینی بنائے۔
- امبیڈکر کا جواب اس طرح تھا: ''آئین کا مسودہ اس طرح وضع کیا گیا ہے کہ وہ ملک کی حکومت کے لیے صرف ایک مشینری فراہم کرتا ہے۔ ایسا کوئی منصوبہ نہیں ہے کہ کوئی ایک مخصوص پارٹی اقتدار میں آئے جیسا کہ بعض ممالک میں ہوتا ہے۔ اگر نظام جمہوریت کی آزمائش پر کھرا اترتا ہے تو یہ عوام کے ذریعہ متعین کیا جانا چاہیے کہ کسے اقتدار ملنا ہے، لیکن جس کے ہاتھ میں اقتدار رہے وہ اپنی من مانی کرنے کے لیے آزاد نہیں ہے۔ اسے رہنما اصول کہی جانے والی ہدایات کا احترام کرنا ہوگا۔ انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان کی خلاف ورزی پر عدالت میں جواب دہ نہیں ہوگا۔ انتخاب کے وقت یقیناً حلقۂ انتخاب کنندگان کے سامنے اسے جواب دینا پڑے گا۔ رہنما اصول جن عظیم قدروں پر مشتمل ہیں انھیں اسی وقت بہتر طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے جب اقتدار حاصل کرنے کے لیے صحیح منصوبے کو نافذ کیا جائے۔''
- ''زمینی اصلاح کے بارے میں نہرو کا کہنا تھا کہ سماجی قوتیں اس طرح کی ہیں کہ قانون اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا جو ان دونوں کے درمیان حرکیات کا ایک دلچسپ انعکاس ہے۔'' اگر قانون اور پارلیمنٹ خود کو بدلتی تصویر کے موافق نہیں کرتے تو یہ صورت حال پر قابو نہیں کر پائیں گے۔
- آئین ساز اسمبلی کی بحث کے دوران قبائلی لوگوں کے تحفظ اور ان کے مفادات کے معاملے میں جے پال سنگھ جیسے رہنماؤں کو نہرو کے ذریعہ یہ یقین دلایا گیا۔ ''یہ ہمارا ارادہ ہے اور یقینی خواہش ہے کہ جہاں تک ہو سکے ان کی مدد کی جائے؛ جہاں تک ہو سکے مؤثر طور پر غاصب پڑوسیوں سے تحفظ فراہم کیا جائے اور ان کی ترقی کی راہ ہموار کی جائے۔''
- آئین ساز اسمبلی کے ذریعہ ایسے حقوق کو جنھیں عدالت کے ذریعہ نافذ نہیں کیا جا سکتا انھیں ریاستی پالیسی کے رہنما اصول کے عنوان سے اپنایا گیا، اتفاق رائے سے اضافی اصولوں کو بھی شامل کیا گیا۔ ان میں کے سنتھانم کی وہ شق بھی شامل کی گئیں جن کے مطابق ریاست کو دیہی پنچایتوں کو منظّم کرنا چاہیے اور مقامی خود مختار حکومت کی مؤثر اکائیوں کو اختیار دیا جانا چاہیے۔
- ٹی۔ اے۔ رام سنگم چٹیار نے دیہی علاقوں میں کوآپریٹیو خطوط پر گھریلو صنعتوں کی ترقی سے متعلق شق کو بھی شامل کیا۔ تجربہ کار رکن پارلیمنٹ ٹھاکر داس بھارگو نے یہ جملہ بھی جوڑا کہ ریاست کو زراعت اور مویشی پالن کو جدید خطوط پر منظّم کرنا چاہیے۔

باکس 3.5 کے لیے مشق

آئین ساز اسمبلی کے درج بالا اقتباسات کو بغور پڑھیے اور مباحثہ کیجیے کہ کس طرح مختلف مقاصد پر بحث ہوئی۔ ان کی یہ امور آج کیا معنویت ہے؟

مسابقتی مفادات: آئین اور سماجی تبدیلی (COMPETING INTERESTS: THE CONSTITUTION AND SOCIAL CHANGE)

ہندوستان کا وجود بہت سی سطحوں پر قائم ہے۔ قبائلی ثقافت کے امتیازی دھارے کے ساتھ آبادی کی کثیر مذہبی اور کثیر ثقافتی ترکیب اس تکثیری کردار کا ایک پہلو ہے۔ کئی سطحوں پر ہندوستانی لوگوں کی درجہ بندی کرتی ہیں۔ شہری اور دیہی تقسیم، امیر وغریب کی تقسیم، خواندہ وناخواندہ کی تقسیم پر مبنی ثقافت، مذہب اور ذات کے اثرات بھی الگ الگ نوعیت کے ہیں۔ دیہی غریبوں میں کئی ایسے گروہ اور ذیلی گروہ ہیں جو گہرائی سے ذات اور غریبی کی بنیاد پر طبقہ بندی کرتے ہیں۔ شہروں کے کام کرنے والے طبقے بھی وسیع پیمانے پر منقسم ہیں۔ یہی نہیں منظّم گھریلو کاروباری طبقے کے ساتھ ساتھ پیشہ ور اور کمرشیل طبقے کا بھی وجود ہے۔ شہری پیشہ ور طبقہ بھی اپنی باتیں پرزور طریقے سے پیش کرتا ہے۔ ہندوستانی سماجی وسائل اور ریاست کے وسائل پر کنٹرول کے لیے ہنگامی مسابقتی مفادات عمل کرتے ہیں۔

تاہم آئین میں چند بنیادی مقاصد شامل کیے گئے ہیں جو عام طور پر ہندوستانی سیاسی دنیا میں منصفانہ مان کر اتفاق رائے سے تسلیم کیے گئے ہیں۔ یہ مقاصد غریبوں اور حاشیے پر کیے گئے لوگوں کو تفویض اختیار، انسداد غربت ذات پات کے خاتمے اور سبھی گروپوں کے تئیں یکساں برتاؤ کے مثبت اقدامات ہیں۔

مسابقتی مفادات کسی واضح طبقاتی تقسیم کو ہمیشہ منعکس نہیں کرتے۔ کسی کارخانے کو بند کروانے کا مسئلہ لیجیے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس سے زہریلا کوڑا کرکٹ خارج ہوتا ہے اور آس پاس کے لوگوں کی صحت پر اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ زندگی کا معاملہ ہے جس کا آئین تحفظ کرتا ہے۔ اگلے صفحے پر یہ دکھایا گیا ہے کہ بہت سی چیزوں کو بند کرنے سے لوگ بے روزگار ہو جائیں گے۔ ذریعہ معاش بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو زندگی کے مسئلے سے جڑا ہوا ہے، اس کا بھی آئین تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ دلچسپ ہے کہ آئین سازی کے وقت ہماری آئین ساز اسمبلی اس کی پیچیدگی اور تکثیریت سے پوری طرح آگاہ تھی لیکن سماجی انصاف کو یقینی بنانے کی اس نے ضمانت دی۔

Protest against inclusion of creamy layer of OBC in the Bill

Staff Reporter

NEW DELHI: The Bharatiya Sarvodaya Party organised a rally at Ramlila Grounds here on Sunday to protest against the inclusion of creamy layer of Other Backward Classes (OBC) in the Central Educational Institution (Reservations in Admission) Bill, 2006, that was recently passed by Parliament.

The party hit out at all the major political parties for

It has acquired a near-mystical halo as if it were some innate, indefinable, subtle quality uniquely possessed by a few geniuses, gifted in universal, perfect and unchangeable ways – virtual Supermen and women.

If the elite's "merit" is "established" through open competitive examinations, it becomes indisputable. Once you have such "merit", you have access to everything – a seat in a prestigious college, a professional course, a bright career, the upper segment of the marriage market, to "progress".

A SPECIOUS NOTION

This notion of "merit" is specious, indeed obnoxious. "Merit" makes little sense in a society based on the inheritance of private property, and privilege related to birth. Logically, merit is at best a measure of an individual's movement from a given starting-point to an end-point *within* a definite trajectory.

Ban on child labour welcome, but these kids have a question

Rati Chaudhary | TNN

Photos: Sanjay Sekhri

"Satyagrah" in support of tribals

Staff Reporter

NEW DELHI: A daylong "satyagrah" was observed at Raj Ghat on Sunday by activists of the Delhi unit of the Samajvadi Jan Parishad and the Vidyarthi Yuvjan Sabha in support of the tribals in Madhya Pradesh fighting against Hoshangabad district being placed under the Wildlife Conservation Act.

Under the Act, fishing, harvesting, grazing cattle or collecting forest products have been banned in this area. This move, Adivasis claim, will displace them and deny them any livelihood. Addressing the gathering, Guliabai from Hoshangabad asserted that the peaceful protest would continue till the Wildlife Conservation Act was revoked. She also stated that thousands of tribals and their supporters would assemble at the Tawa Dam on January 2 to voice their determination to continue the struggle.

A memorandum containing the demands of the tribals was sent to President A.P.J. Abdul Kalam.

A memorandum containing the demands sent to the President

DELHI
THE HINDU • SUNDAY, DECEMBER 24, 2006

Madhya Pradesh tribals protest against Wildlife Protection Act

Dharna in front of Chief Minister's residence

Staff Correspondent

BHOPAL: A large number of tribals from the Bori-Satpura region of Madhya Pradesh took out a procession and sat on a dharna in front of Chief Minister Shivraj Singh Chauhan's residence here on Saturday protesting against "injustice" because of the Wildlife Protection Act.

Sunil Bhai, who was leading the dharna, told The Hindu ... the tribals' satyagraha

A WEEKLY COMPLIMENTARY TO THE READERS OF THE TIMES OF INDIA

bandh by traders had a thunderous ... Traders warn that if there is no sealing monster they would go on an ... as they have nothing to lose

NATION on Sa

Green light for 4... more SEZ prop...

K.A. Badarinath
New Delhi, October 27

THE GOVERNMENT on Friday approved 44 fresh proposals to set up Special Eco...

16,000 crore investm... crore multi-services ... hectares in Haryana ... proposal to set up a ... an investment of Rs ...

...heckmate?

'The government is misleading us.'

'We're facing a loss worth thousands daily. Our fight will go on.'

'We were promised relief and were told there would be an all party meet but nothing happened.'

'Even the opposition ...'

'... can introduce an ordinance in Schedule 9 and stop sealing but ...'

مفادات کی لڑائی

آئینی اصول اور سماجی انصاف: سماجی انصاف کے امداد کی توضیح (CONSTITUTIONAL NORMS AND SOCIAL JUSTICE: INTERPRETATION TO AID SOCIAL JUSTICE)

سماجی انصاف سے متعلق قانون اور انصاف کے درمیان فرق کو سمجھنا مفید ہے۔قانون کا اصل جوہر اس کی نافذ کرنے کی قوت ہے۔قانون اس لیے قانون ہے کیونکہ اس میں جبر یہ یا طاقت کے ذریعہ اطاعت کرائی جاتی ہے۔اس کے پیچھے ریاست کی قوت ہوتی ہے۔انصاف کا اصل حق غیر جانب داری ہے۔کوئی بھی قانونی نظام ذمہ داروں کی درجہ واری کے ذریعہ عمل کرتا ہے۔وہ بنیادی معیار جن سے دیگر اصول اور ذمہ داران روبہ عمل ہوتے ہیں، آئین کہلاتا ہے۔یہ ایک دستاویز ہے جو ملک کے اصولوں کی تشکیل کرتا ہے۔ ہندوستانی آئین ہندوستان کا بنیادی معیار اصول ہے۔دیگر سبھی قوانین آئین کے ذریعہ طے کیے گئے طریقۂ عمل کے مطابق بنائے جاتے ہیں۔ان قوانین کو ذمہ داروں کے ذریعہ بنایا اور نافذ کیا جاتا ہے جن کی آئین کے ذریعہ صراحت کی گئی ہے۔عدالتوں کے سلسلہ مدارج (جو خود آئین کے ذریعہ مقرر کیے گئے یہ ذمہ داران یہ ہیں) میں جب کوئی تنازع پیدا ہوا ہے تو قوانین ان کی توضیح کرتے ہیں۔سپریم کورٹ سب سے بڑی عدالت ہے اور آئین کی آخری شارح ہے۔

سپریم کورٹ نے کئی شکلوں میں آئین میں بنیادی حقوق کے مفہوم میں وسعت پیدا کی ہے۔درج ذیل باکس میں چند مثالوں کو واضح کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

باکس 3.6

- ایک بنیادی حق میں وہ سب شامل ہے جو اس کے لیے ضمنی ہے۔آرٹیکل 21 میں زندگی اور آزادی کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے جس کی تشریح میں وہ سبھی شامل ہے جو معیار زندگی کے لیے مطلوب ہیں۔اس میں ذریعہ معاش، صحت، رہائش، تعلیم اور وقار سبھی کو شامل کیا گیا ہے۔مختلف رائے یا فیصلوں میں زندگی کی مختلف صفات کو وسعت دی گئی ہے اور اسے محض جبلی حیوانات کے وجود کی بہ نسبت زیادہ بہتر مفہوم میں واضح کیا گیا ہے۔یہ ان تشریحات کو ان قیدیوں کو راحت پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن میں انھیں اذیت اور محرومیوں کا شکار بنایا جاتا ہے، بندھوا مزدوروں کو چھڑانے، باز آبادکاری، ماحولیاتی تنزلی سے متعلق سرگرمیوں کے خلاف راحت پہنچانے، بنیادی صحت سے متعلق دیکھ بھال اور ابتدائی تعلیم فراہم کرنے میں بھی انھیں استعمال کیا جاتا ہے۔
  1993 میں سپریم کورٹ نے اطلاع کے حق کو آرٹیکل 19(1)(a) کے تحت اظہار کی آزادی کے حق کا حصہ اور ضمنی بتایا۔
- بنیادی حقوق کے ضمن میں رہنما اصولوں کو پیش کرنا۔سپریم کورٹ نے یکساں کام کے لیے یکساں تنخواہ (equal pay for equal work)، کے رہنما اصول کو آرٹیکل 14 کے مساوات کے بنیادی حقوق کے تحت مانا اور بہت سے باغات میں کام کرنے والوں، زرعی مزدوروں اور دوسروں کو راحت پہنچائی۔

سماجی انصاف کے لیے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں اس کے لیے آئین محض حوالے کی کتاب نہیں ہے بلکہ سماجی انصاف کے معنی کو وسعت دینے کی بھی قوت اس میں موجود ہے۔سماجی انصاف سے متعلق موجودہ فہم کو ذہن میں رکھتے ہوئے حقوق اور اصولوں کی تشریح میں سماجی تحریکوں کے ذریعہ بھی عدالتوں اور دوسرے ذمہ داروں کو مدد ملی ہے۔قانون اور عدالتیں ایسے مقامات ہیں جہاں مسابقتی خیالات پر بحث کی جاتی ہے۔آئین اب بھی وہ ذریعہ ہے جو سماجی بہبود کے تئیں سیاسی اقتدار کی رہبری کرتا ہے اور انھیں روشن خیال بناتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ آئین میں لوگوں کی مدد کرنے کی اہلیت موجود ہے کیونکہ یہ سماجی انصاف کے بنیادی معیارات پر مبنی

ہے۔مثلاً کے سنتھانم نے آئین ساز اسمبلی میں دیہی پنچایتوں سے متعلق رہنما اصول میں ترمیم کی تجویز پیش کی تھی۔چالیس سال کے بعد1992 میں73 ویں ترمیم کے بعد یہ آئینی ضرورت بن گئی۔اگلے سیکشن میں آپ اس کے بارے میں پڑھیں گے۔

3.2 پنچایتی راج اور دیہی سماجی تبدیلی کے چیلنج (THE PANCHAYATI RAJ AND THE CHALLENGES OF RURAL SOCIAL TRANSFORMATION)

پنچایتی راج کے نصب العین (IDEALS OF PANCHAYATI RAJ)

پنچایتی راج کا لفظی ترجمہ ''پانچ افراد کے ذریعہ حکمرانی'' ہوتا ہے۔اس کا مطلب گاؤں اور دیگر زمینی سطح پر عمل اور نچلی جمہوریت کو یقینی بنانا ہے۔ہمارے ملک میں زمینی سطح کا تصور کہیں باہر سے نہیں لیا گیا ہے لیکن ایک ایسے سماج میں جہاں عدم مساوات میں اتنی شدت ہے جمہوری شرکت میں جنس، ذات اور طبقے کی بنیاد پر رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔مزید برآں، جیسا کہ آپ اس باب میں اخباروں کی رپورٹوں میں آگے دیکھیں گے کہ روایتی طور پر گاؤں میں ذات پر مبنی پنچایتیں رہی ہیں لیکن ان کی نمائندگی عام طور پر غالب گروہوں کے ذریعہ کی جاتی رہی ہے۔مزید یہ کہ اکثر ان کے نظریے قدامت پسند رہے ہیں اور یہ ہمیشہ جمہوری معیاروں اور طریقوں کے خلاف فیصلے لیتے رہے ہیں۔

جب آئین کا مسودہ تیار کیا جارہا تھا تو اس میں پنچایتوں کا ذکر نہیں کیا جاسکا تھا۔جہاں پر کئی ممبروں نے اس مسئلے پر غصے اور مایوسی کا اظہار کیا تھا۔اسی موقع پر اپنے دیہی تجربے کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر امبیڈکر نے دلیل دی کہ مقامی شرفا اور اونچی ذات کے لوگوں نے سماج میں اتنی مضبوطی سے اپنے قدم جمارکھے ہیں کہ مقامی خوداختیار حکومت کا صرف یہی مطلب ہوگا کہ ہندوستانی سماج کے دبے کچلے لوگوں کا مستقل استحصال کیا جائے۔اونچی ذات کے لوگ بلاشبہ مزید آبادی کے اس حصے کو خاموش کردیں گے۔مقامی حکومت کا تصور گاندھی جی کو بھی عزیز تھا۔وہ ہر ایک گاؤں کو ایک خودکفیل اکائی کے طور پر مانتے تھے جو اپنے معاملات کو خود دیکھے۔گرام سوراج کو وہ ایک نمونہ مانتے تھے جو آزادی کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے تھا۔

بہرحال پہلی بار1992 میں73 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ بنیادی اور زمینی سطح پر جمہوریت یا لامرکزی حکمرانی

باکس 3.7

پنچایت راج ادارے کا سہ سطحی نظام

- اس کی ساخت ایک اہرام کی طرح ہے۔ساخت کی بنیاد پر جمہوریت کی اکائی کی شکل میں گرام سبھا واقع ہوتی ہے۔اس میں گاؤں یا گرام کے شہریوں کی شمولیت ہوتی ہے۔یہی وہ عام سبھا ہے جو مقامی حکومت کا انتخاب کرتی ہے اور چند مخصوص ذمہ داریوں کو اسے سونپتی ہے۔گرام سبھا مباحثوں اور دیہی سطح پر ترقیاتی سرگرمیوں کے لیے ایک فورم فراہم کرتی ہے اور فیصلہ سازی میں کمزور طبقات کی شمولیت کو یقینی بنانے میں ایک اہم کردار نبھاتی ہے۔
- آئین کی73 ویں ترمیم کے ذریعہ بیس لاکھ سے زیادہ آبادی والی سبھی ریاستوں میں پنچایتی راج کا سہ سطحی نظام فراہم کیا گیا ہے۔
- یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ان اداروں کے انتخاب ہر پانچ سال میں منعقد کیے جائیں۔
- اس میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے لیے محفوظ نشستوں اور33 فی صد سیٹوں کو خواتین کے لیے محفوظ کیا گیا ہے۔
- اس میں پورے ضلع کے لیے مسودے تیار کرنے اور منصوبوں کو فروغ دینے کے لیے ضلع منصوبہ بند کمیٹی کی تشکیل کا اہتمام کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

کا تعارف کرایا گیا۔ اس ایکٹ کے ذریعہ پنچایتی راج اداروں کو آئینی حیثیت فراہم کی گئی۔ اب یہ لازمی ہو گیا کہ مقامی خود اختیار حکومت کے ممبر گاؤں اور میونسپل علاقوں میں ہر پانچ سال پر منتخب کیے جائیں۔ اس سے بھی اہم یہ ہے کہ مقامی وسائل پر اب منتخب ہوئے مقامی اداروں کا اختیار ہو۔

آئین میں 73ویں اور 74ویں ترمیم کے ذریعہ دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں مقامی اداروں کے سبھی منتخبہ عہدوں میں خواتین کے لیے کل سیٹوں کے ایک تہائی کے ریزرویشن کو یقینی بنایا گیا۔ ان میں سے 17 فی صد سیٹیں درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل کے لیے مختص ہیں۔ یہ ترمیم اس لیے اہم ہے کیونکہ اس کے تحت پہلی بار منتخب اداروں میں عورتوں کو شامل کیا گیا جس سے انھیں فیصلہ سازی کے اختیارات بھی ملے۔ مقامی اداروں، دیہی پنچایتوں، میونسپلٹیوں، شہری کارپوریشنوں اور ضلعی بورڈوں میں ایک تہائی نشستیں عورتوں کے لیے محفوظ کرتے پر 73ویں ترمیم کے فوری بعد 1993-94 کے انتخابات میں 8,00,000 عورتیں انتخابی عمل میں شامل ہوئیں۔ درحقیقت عورتوں کو حق رائے دہی دینے والا یہ ایک بہت بڑا اقدام تھا۔ مقامی خود اختیار حکومت کے لیے مجوزہ آئینی ترمیم کے تحت سہ سطحی نظام (آخری صفحہ پر باکس 3.7 پڑھیں) 1992-93 پورے ملک میں نافذ کیا گیا۔

ایک خاتون پنچ اپنے انعام کے ساتھ

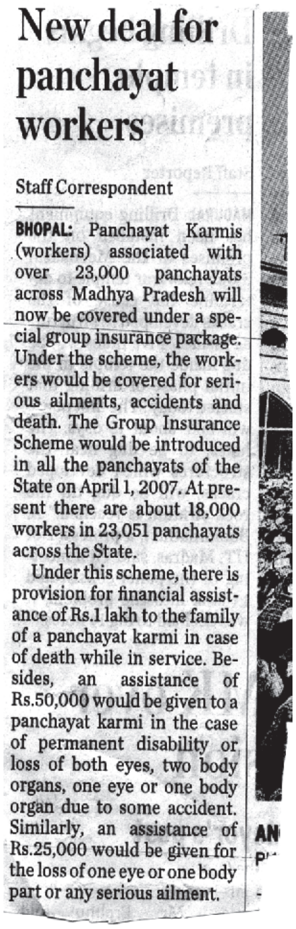

New deal for panchayat workers

Staff Correspondent

BHOPAL: Panchayat Karmis (workers) associated with over 23,000 panchayats across Madhya Pradesh will now be covered under a special group insurance package. Under the scheme, the workers would be covered for serious ailments, accidents and death. The Group Insurance Scheme would be introduced in all the panchayats of the State on April 1, 2007. At present there are about 18,000 workers in 23,051 panchayats across the State.

Under this scheme, there is provision for financial assistance of Rs.1 lakh to the family of a panchayat karmi in case of death while in service. Besides, an assistance of Rs.50,000 would be given to a panchayat karmi in the case of permanent disability or loss of both eyes, two body organs, one eye or one body organ due to some accident. Similarly, an assistance of Rs.25,000 would be given for the loss of one eye or one body part or any serious ailment.

پنچایتوں کے اختیارات اور ذمہ داریاں (POWERS AND RESPONSIBILITIES OF PANCHAYATS)

آئین کے مطابق پنچایتوں کو خود اختیار حکومت کے اداروں کے طور پر عمل کرنے کے لیے اقتدار اور اختیار دیے جانے چاہئیں۔ اس طرح سبھی ریاستی حکومتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مقامی نمائندہ اداروں کو تقویت فراہم کریں۔

درج ذیل اختیارات اور ذمہ داریاں پنچایتوں کو تفویض کی گئی ہیں:

- معاشی ترقی کے لیے منصوبے اور اسکیمیں تیار کرنا۔
- ایسی اسکیموں کو فروغ دینا جن سے سماجی انصاف کو فروغ ہو۔
- ٹیکسوں، محصولات، چنگیوں اور فیس کو اکٹھا کرنا
- ان کا تصرف مقامی ذمہ داروں یا حکام کو ذمہ داریوں خاص طور پر مالیات سے متعلق اختیارات کی منتقلی میں مدد

پنچایتوں کے ذریعہ کیے جانے والے سماجی بہبود کے کاموں میں شمشانوں اور قبرستانوں کا رکھ رکھاؤ، پیدائش اور اموات کی شماریات کو درج کرنا، بہبود۔اطفال اور زچگی

© NCERT not to be republished

Panchayati Raj Ministry prepares software to aid transfer of funds

Special Correspondent

NEW DELHI: The Union Panchayati Raj Ministry has prepared a software to maintain databases of bank accounts of all Panchayati Raj Institutions (PRIs) to facilitate the transfer of funds through banking channels, preferably electronically.

Once the data is entered, money can be transferred directly to the 2,40,000 PRIs from the State's Consolidate Fund.

Karnataka has already implemented this system, using the fast expanding electronic network of banks to transfer funds from the State treasury to individual panchayats.

Here, the State Government sends 12th Finance Commission funds and its own untied statutory grant to all panchayats directly from the State Department of Panchayati Raj through banks without any intermediary. The arrangement involves six nationalised and 12 gramin banks, in which all 5,800 panchayats at all levels hold accounts.

This has reduced the time taken for funds to reach each panchayat from two months to 12 days.

The Ministry of Finance has indicated its willingness to work with the Panchayati Raj Ministry towards developing a consensus on adoption of this tool kit, across Central ministries and State Governments.

The 12th Finance Commission has recommend that a sum of Rs. 20,000 be made available as grants to the State Governments between 2005-2010 to augment the Consolidated Fund at State level to facilitate the supplementing of the financial resources placed at the disposal of the panchayats.

The Union Finance Ministry has also mandated that these funds must invariably be transferred to panchayats within 15 days of their being credited to State Consolidated Fund.

The Finance Ministry guidelines also make it clear that grants will not be released to a State where elections to the panchayats have not been held, each State Finance Secretary would be required to provide a certificate within 15 days of the release of each instalment by the Government certifying the dates and amounts of local grants received by the State from the Government, and the dates and amounts of grants released by the State to the PRIs.

In the case of delayed transfer to the PRIs from the State, an amount of interest at the rate equal to the Reserve Bank of India rate has to be additionally paid by the State to the PRIs, for the period of delay.

مراکز کا قیام،مویشیوں کے تالاب پر کنٹرول،فیملی پلاننگ کی اشاعت اورزرعی سرگرمیوں کا فروغ شامل ہے۔ترقیاتی سرگرمیوں میں سڑکوں،عوامی عمارتوں،کنوؤں،تالابوں اوراسکولوں کی تعمیر بھی شامل ہے۔چھوٹی گھریلوصنعتوں کی حوصلہ افزائی،چھوٹی آب پاشی اسکیموں کا مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (Integrated Rural Development Programme)(IRDP)اور مربوط ترقیاتی اسکیم برائے اطفال (Integrated Child Development Scheme) (ICDS) جیسی بہت سی حکومتی اسکیموں کی نگرانی پنچایت کے ممبروں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

جائیداد، پیشہ، جانور، گاڑیوں، زمین پر لگائے جانے والے محصول اورکرایوں وغیرہ سے پنچایتوں کی خاص آمدنی ہوتی ہے۔ضلع پنچایت کے ذریعہ حاصل کی گئی عطیات کے ذریعہ وسائل میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔پنچایت دفتروں کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے دفتروں کے باہر بورڈ لگائیں،فنڈوں کی تقسیم سے حاصل کردہ امداد سے استفادہ کی فہرست بنائیں۔ زمینی سطح پر لوگوں (جن میں معلومات حاصل کرنے کا حق ہے)ان کی نظروں کے سامنے ساری باتیں موجود ہوں۔لوگوں کو رقم کی تخصیص کی چھان بین کا حق ہے۔ساتھ ہی وہ یہ بھی دریافت کرسکتے ہیں کہ گاؤں کے بہبود اور ترقی کے لیے کیا فیصلے لیے گئے ہیں۔

بعض ریاستوں میں نیائے پنچایتوں کی تشکیل کی گئی ہے۔ جہاں چند چھوٹے،سول (دیوانی) اور مجرمانہ معاملوں کی سماعت ان کے دائرۂ اختیار میں ہوتی ہے۔وہ جرمانہ تو لگاسکتی ہیں لیکن کوئی سزا نہیں دے سکتیں۔یہ دیہی عدالتیں اکثر کچھ مقابل یا حریف فریقوں کے درمیان معاہدہ کرانے میں کامیاب ہوتی ہیں۔خاص طور پر یہ اس وقت سزا دینے میں مؤثر ہوتی ہیں جب کوئی مرد عورت کو جہیز کے لیے ستاتا ہے یا ان کے خلاف پرتشدد کارروائی کرتا ہے۔

قبائلی علاقوں میں پنچایت راج (PANCHAYATI RAJ IN TRIBAL AREAS)

باکس 3.8

دلت ذات کی کلاوتی الکشن لڑنے کے بارے میں فکرمند تھی۔پنچایت ممبر بننے کے بعد وہ محسوس کررہی ہے کہ اس کے اعتماد اور خود پسندی میں اضافہ ہوا ہے۔زیادہ اہم یہ کہ اب اس کا اپنا ایک نام ہے۔پنچایت ممبر بننے سے پہلے وہ 'راموکی ماں' یا 'ہیرالعل' کی بیوی' کے نام سے جانی جاتی تھی۔اگر وہ گرام پردھان کے عہدے کا انتخاب ہار گئی تو اسے محسوس ہوگا کہ اس کی سہیلیوں کی ناک کٹ گئی۔

(ماخذ: 'مہیلا سماکھیا' نام کی ایک غیرسرکاری تنظیم کے ذریعہ درج کیا گیا جو دیہی عورتوں کے تفویض اختیار کے لیے کام کرتی ہے۔)

© NCERT not to be republished

باکس 3.9

بن پنچایتیں

اتراکھنڈمیں زیادہ ترعورتیں کام کرتی ھیں کیونکہ مرد عام طورپر دفاعی خدمات کے لیے دورتعینات ھوتے ھیں۔ زیادہ ترگاؤں والے اب بھی کھانابنانے کے لیے لکڑیوں کااستعمال کرتے ھیں۔ جیساکہ آپ جانتے ھی ھوں گے کہ جنگلوں کاکٹاؤ پھاڑی خطوں کے لیے ایك بڑا مسئلہ ھے۔عورتیں کبھی کبھی لکڑیاں چننے اوراپنے جانوروں کاچارااکٹھاکرنے کے لیے کئی میل پیدل چلتی ھیں۔ اس مسئلے پر قابوپانے کے لیے عورتوں نے بن پنچایتوں کی تشکیل کی جن کی ممبرنرسریوں کو فروغ دیا ھے اورپھاڑی ڈھلانوں پر پودکاری کے لیے نئے پیڑوں کی دیکھ بھال کرتی ھیں۔یہ ممبران آس پاس کے جنگلوں کی نگھبانی بھی کرتی ھیں تاکہ وہ پیڑوں کی غیرقانونی کٹائی پر نظررکھ سکیں۔'چپکوتحریك' جس میں کہ پیڑوں کو کٹنے سے بچانے کے لیے پیڑوں سے چپکاجاتا ھے اسی علاقے میں شروع کی گئی تھی۔

باکس 3.10

ناخواندہ عورتوں کے لیے پنچایتی راج کی تربیت

یہ پنچایتی راج نظام کی قوت کی ترسیل کا ایک اختراعی طریقہ ہے۔ سکھی پور اور دکھی پور نام کے دو گاؤں کی کہانی کپڑے کی 'پھڑ' (کہانی کہنے کا ایک روایتی عوامی ذریعہ) کے ذریعہ پیش کی گئی۔ دکھی پور گاؤں میں وصلا نامی ایک بدعنوان پردھان تھی جس نے گاؤں میں اسکول بنوانے کے لیے ایک پنچایت سے رقم وصول کی تھی لیکن اس نے اس کا استعمال اپنی ذات اور اہل خانہ کے لیے ایک مکان کی تعمیر کی خاطر کیا۔ گاؤں کا باقی حصہ غریب تھا۔ دوسری طرف سکھی پور گاؤں کے لیے بہتر بنیادی سہولیات کو فروغ دینے میں دیہی ترقی کی رقم خرچ کی۔ اس گاؤں میں ابتدائی صحت کی دیکھ بھال کا مرکز ہے، اچھی سڑکیں اور پکی عمارتیں ہیں۔ اچھی سڑکوں کے سبب بسیں گاؤں میں پہنچ سکتی ہیں۔ لوک موسیقی کے ساتھ 'پھڑ' پر تصویری نقش ونگار اہل حکمراں اور شر کا پیغام کو پہنچانے کے کارگر ہتھیار تھے۔ کہانی کہنے کا یہ نیا طریقہ ناخواندہ عورتوں میں آگاہی پیدا کرنے میں بہت مؤثر تھا۔

سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس مہم کے ذریعہ جو پیغام ملا وہ یہ کہ محض ووٹ دینا، الیکشن لڑنا یا جیتنا ہی کافی نہیں بلکہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کسی کو آخر کیوں ووٹ دیا جائے، اس میں ایسے کیا اوصاف ہونے چاہئیں اور وہ آگے کیا کرنا چاہتا/چاہتی ہے۔ 'پھڑ' کی کہانی اور گیت کے وسیلے سے سالمیت و یکجہتی کی قدر پر بھی زور دیا جاتا ہے۔

یہ تربیتی پروگرام 'مہیلا سماکھیا' نام کی غیرسرکاری تنظیم کے ذریعہ منعقد کیا گیا جو دیہی خواتین کے تفویض اختیار کا کام کرتی ہے۔

بیشتر قبائلی علاقوں میں زمینی سطح کے جمہوری عمل کی ایک خوش حال روایت رہی ہے۔ ہم میگھالیہ سے متعلق ایک مثال پیش کر رہے ہیں۔ گارو، کھاسی اور جینتیاں، تینوں ہی آدی واسی ذاتوں کے سیکڑوں سال پرانے سیاسی ادارے رہے ہیں۔ یہ سیاسی ادارے اتنے ترقی یافتہ تھے کہ گاؤں، قبیلہ اور ریاست جیسی مختلف سطحوں پر بہتر ڈھنگ سے کام کرتے تھے۔ مثلاً کھاسیوں کے روایتی سیاسی نظام میں ہر ایک خیل (ونش) کی اپنی کونسل ہوتی تھی جسے 'دربار کر' کہا جاتا تھا اور جو اس قبیلے کے سربراہ کی رہنمائی میں کام کرتی تھی۔ اگرچہ میگھالیہ میں زمینی سطح پر جمہوری سیاسی اداروں کی روایت رہی ہے لیکن آدی واسی علاقوں کا ایک بڑا حصہ آئین کی 73ویں ترمیم کے اہتمام سے باہر ہے۔ غالباً ایسا اس لیے ہے کیونکہ متعلقہ پالیسی سازوں کی منشا روایتی قبائلی اداروں میں مداخلت کرنے کی نہیں رہی ہوگی۔

تاہم جیسا کہ ماہر سماجیات ٹپولٹ نونگبری نے کہا ہے کہ قبائلی ادارے اپنی ساخت اور سرگرمیوں میں جمہوری ہی ہوں، یہ ضروری نہیں۔ بھوریا کمیٹی کی رپورٹ جس نے اس مسئلے پر غور کیا ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے نونگبری نے کہا کہ حالانکہ روایتی آدی واسی اداروں پر کمیٹی کی فکر کو ستائش کی نظر سے دیکھا جا سکتا ہے لیکن وہ صورت حال کی پیچیدگی کا مشاہدہ کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ قبائلی سماج میں مضبوط ہمہ گیر مساوات کے طرز عمل جو اُن کی خصوصیات کا تعین کرتے ہیں، کے باوجود طبقہ بندی کا عنصر کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے۔ قبائلی سیاسی ادارے صرف عورتوں کے تئیں عدم رواداری کے لیے ہی نہیں جانے جاتے بلکہ سماجی تبدیلی کے عمل نے اس نظام میں زبردست خرابیاں پیدا کردی ہیں جس سے اس بات کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے کہ کیا روایتی ہے اور کیا نہیں۔ (نونگبری 2003:220) یہ آپ کو روایت کی بدلتی ہوئی کیفیت کی یاد دلاتا ہے، جس کا ذکر ہم باب 1 اور 2 میں کر چکے ہیں۔

جمہوریت کاری اور عدم مساوات (DEMOCRATISATION AND INEQUALITY)

یہ واضح ہو جائے گا کہ جس ملک میں ذات، کمیونٹی اور جنس پر مبنی عدم مساوات کی طویل تاریخ ہو، ایسے سماج میں جمہوریت آسان نہیں ہے۔ پچھلی کتاب میں آپ مختلف قسم کی عدم مساوات سے واقف ہو چکے ہیں۔ باب 4 میں دیہی ہندوستانی ساخت کی مزید تفصیلی معلومات پیش کریں گے۔ ایسے غیر مساوی اور غیر جمہوری سماجی ساخت کو دیکھنے کے بعد یہ حیرت انگیز نہیں لگتا کہ بہت سے معاملات میں گاؤں کے چند خصوصی گروہ، کمیونٹی، ذات سے متعلق لوگوں کو نہ تو گاؤں کی میٹنگ میں اور سرگرمیوں میں شامل کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ گرام سبھا کے ممبران کو اکثر امیر کسانوں کی ایک ایسی جماعت کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے جو اونچی ذات یا زمین داروں کے طبقے پر مشتمل ہوتی ہے۔ ترقیاتی سرگرمیوں پر وہی فیصلے لیتے ہیں، فنڈوں کا تعین کرتے ہیں اور اکثریت محض خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہتی ہیں۔

نیچے باکسوں میں جو رپورٹیں پیش کی گئی ہیں وہ زمینی سطح پر مختلف قسم کے تجربات کا اظہار کرتی ہیں۔ ایک رپورٹ میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح روایتی پنچایتوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کہ دوسری رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ معاملات میں پنچایتی راج ادارے کیسے واقعی بنیادی تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں تاہم ایک اور رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح جمہوری اقدامات اکثر عملاً کام نہیں کرتے کیونکہ مفادی گروہوں کے ذریعہ تبدیلی اور پیسے سے متعلق معاملات میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے۔

© NCERT not to be republished

باکس 3.11

عزت کا سوال

ذات پر مبنی پنچایتیں خود کو دیہی اخلاقیات کا سرپرست سمجھتی ہیں......اکتوبر 2004 کا ایسا پہلا معاملہ تھا جو سرخیوں میں رہا جب جھجر ضلع کے اسانده گاؤں کی پنچایت 'راٹھی کھاپ' نے سونیا جس کی ایک سال پہلے شادی ہو چکی تھی، کو یہ حکم دیا کہ اگر اسے گاؤں میں رہنا ہے تو اسے اسقاط حمل کرانا ہوگا اور اپنی شادی توڑ کر شوہر رام پال کو بھائی ماننا ہوگا۔ اس جوڑے کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے ایک ہی گوتر میں شادی کی تھی، حالانکہ ہندو شادی ایکٹ میں اس ملاپ کو تسلیم کیا گیا ہے۔
سونیا اور رام پال صرف ہریانہ کی ہائی کورٹ کی اس ہدایت کے بعد ہی ساتھ رہ سکے جس نے ہریانہ حکومت کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کہا تھا۔
......اسی طرح مظفر نگر میں انصاریوں کی پنچایت نے گذشتہ سال یہ فیصلہ دیا کہ اپنے سسر کے ذریعہ زنا کا شکار ہونے کے بعد عمرانہ اپنے شوہر کی ماں ہو چکی ہے۔ میرٹھ کی ایک پنچایت نے فیصلہ دیا کہ اپنے دوسرے شوہر کے ذریعہ حاملہ ہونے کے باوجود بھی گڑیا کو اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس ہو جانا چاہیے جو پانچ سال بعد واپس آیا تھا۔

ماخذ: سنڈے ٹائمز آف انڈیا، نئی دہلی 29 اکتوبر 2006

باکس 3.12

دولت اور مراعات کا کردار؟ گاؤں والوں کا کردار؟

اس وقت کی بات جب سو پا سرپنچ سیٹ عورتوں کے لیے محفوظ کوٹے میں رکھی گئی۔ پھر بھی پنچایت کے باشندوں نے اسے امیدواروں کے شوہروں کے درمیان مقابلے کے طور پر سمجھا۔ ایک طرف سرپنچ کے عہدے کا امیدوار رام رائے میواڑہ تھا جو کیکڑی میں ایک شراب کی دکان کا مالک تھا جب کہ دوسری طرف اسی گاؤں کا زمین دار چاند سنگھ ٹھاکر تھا۔ گاؤں والوں نے میواڑہ کی اصلیت افشاں کر دی کہ 03-2002 کی خشک سالی راحت فنڈ میں اس نے نقلی فہرست بنائی تھی۔ حالانکہ اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوئی، لیکن اس بار گاؤں والے اسے پنچایت سے باہر دیکھنا چاہتے تھے اس طرح انھوں نے ٹھاکر کو سخت مقابلے کے لیے پیش کیا، سو پا کے باشندوں نے اتفاق رائے سے فیصلہ لیا کہ میواڑہ کے خلاف مقابلے کے ٹھاکر زیادہ موزوں امیدوار تھا......

باکس 3.13

زیادہ سے زیادہ شرکت اور اطلاع کے لیے سماجی تحریکوں اور تنظیموں کا کردار

24 جنوری کو دسوریلا گاؤں (کشل پورہ پنچایت) میں ایک میٹنگ ہوئی۔ اعلان کر کے، بچوں کو اکٹھا کر کے انھیں نعرے سکھائے گئے اور دروازے دروازے جا کر لوگوں کو بتایا گیا۔ ایک مقامی غیر سرکاری تنظیم کے ایک معزز کارکن نے لوگوں سے چوپال میں آنے کی درخواست کی......تارہ (مقامی این جی او کی حمایت یافتہ امیدوار) کا منشور پڑھا گیا اور اس نے ایک چھوٹی سی تقریری منشور میں کہا گیا تھا کہ وہ ایک سرپنچ کے طور پر رشوت نہیں لیں گی اور اپنی مہم کے لیے 2000 روپے سے زیادہ نہیں خرچ کریں گی۔ وغیرہ......
یہاں لوگوں کے ووٹ خریدنے کے لیے اور مہم اخراجات میں تعاون کے لیے شراب اور گڑ تقسیم کیا جاتا ہے اور جیپوں کا بار بار استعمال کیا جاتا ہے......
اکٹھا ہوئے گاؤں والوں کے سامنے بدعنوانی کا پورا سلسلہ واضح کیا گیا؛ کم خرچ کے انتخاب نہ صرف غریبوں کی شرکت کی گنجائش پیدا کرتے ہیں، بلکہ بدعنوانی سے آزاد پنچایتوں کے امکان کو بھی وسیع بناتے ہیں۔

باکس3.11، 3.12، 3.13کے لیے مشق

درج بالا باکسوں کو بغور پڑھیں اوردرج ذیل موضوعات پر بحث کریں

- دولت کا رول
- لوگوں رول
- عورتوں کا رول

3.3 سیاسی پارٹیاں، دباؤ گروہ اور جمہوری سیاست (POLITICAL PARTIES, PRESSURE GROUPS AND DEMOCRATIC POLITICS)

آپ کو یاد ہوگا کہ یہ باب جمہوریت کے تعریف کی اقتباس کے ساتھ شروع ہوا تھا، جمہوریت ایک حکومت کی شکل میں، جو عوام کی، عوام کے ذریعہ اور عوام کے لیے ہے۔ جیسے جیسے یہ باب آگے بڑھا، آپ نے غور کیا کہ کس طرح یہ تعریف جمہوریت کی روح کو ظاہر کرتی ہے لیکن لوگوں کے ایک گروہ اوردوسرے گروہ کے درمیان متعدد تقسیم کو واضح نہیں کرتی۔ آپ نے دیکھا کہ کس طرح مفادات اور سروکار مختلف ہیں۔ ہم نے ہندوستانی آئین کے سیکشن —II میں دیکھا کہ کیسے مختلف گروہوں نے آئین ساز اسمبلی میں اپنے مفادات کی نمائندگی کی۔ ہندوستانی جمہوریت کی کہانی میں ہم نے مختلف گروہوں کے مسابقتی مفادات کے بارے میں بھی جانا۔ ہر صبح اخبار پر نظر ڈالنے سے آپ بہت سی مثالیں دیکھیں گے جہاں مختلف گروہ اپنی آواز سنانا چاہتے ہیں اور حکومت کی توجہ اپنی شکایات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ تاہم، سوال یہ ہے کہ کیا سبھی مفادی گروہوں کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ کیا ایک ناخواندہ کسان یا مزدور اپنے معاملے کو حکومت کے سامنے اتنے ہی منظم طور پر اور قائل کرنے کے انداز میں پیش کرسکتا ہے جتنا کہ ایک صنعت کار؟ بہرحال نہ تو صنعت کار اور، نہ ہی کسان یا ملازم اپنی بات کو انفرادی طور پر پیش کرسکتے ہیں۔ صنعت کار فیڈریشن آف انڈین چیمبرز اینڈ کامرس (FICCI) اور ایسوسی ایشن آف چیمبرز آف کامرس (ASSOCHAM) جیسی ایسوسی ایشن کی تشکیل کرتے ہیں جب کہ مزدور یا ملازمین انڈین ٹریڈ یونین کانگریس (INTUC) یا سینٹر فار انڈین ٹریڈ یونینس (CITU) جیسی ٹریڈ یونین کی تشکیل کرتے ہیں اور کسان شیٹ کاری سنگٹھن جیسی زراعتی یونین کی تشکیل کرتے ہیں۔ زرعی مزدوروں کی اپنی یونین ہوتی ہیں۔ آپ آخری باب میں دیگر تنظیموں، قبائلی اور ماحولیاتی تحریکوں جیسی دوسری تنظیموں کے بارے میں پڑھیں گے۔

سرگرمی 3.1

- ایک ہفتے کے اخبار یا میگزین دیکھیں۔ ان میں ایسی مثالوں کو لکھیں جہاں مفادات کا ٹکراؤ ہو رہا ہو۔
- ان مسائل کی شناخت کریں جہاں تنازعہ پیدا ہوتا ہے۔
- ان طریقوں کا پتہ لگائیں جن سے متعلقہ گروہ اپنے مفادات پیش کرتے ہیں۔
- کیا یہ کسی سیاسی پارٹی کا ایک رسمی وفد ہے جو وزیراعظم یا کسی دیگر عہدے دار سے ملنا چاہتا ہے؟
- کیا یہ سڑکوں پر کیا جانے والا احتجاج ہے؟
- کیا یہ احتجاج تحریری طور پر یا اخباروں میں اطلاع دے کر کیا جا رہا ہے؟
- کیا یہ عوامی میٹنگوں کے ذریعہ ہے؟
- ان مثالوں کی شناخت کیجیے جب کسی سیاسی پارٹی، پیشہ ور ایسوسی ایشن، غیر سرکاری تنظیم یا کسی بھی دیگر ادارے نے اس مسئلے کو اٹھایا ہے؟
- ہندوستانی جمہوریت کی کہانی کے مختلف کرداروں کے بارے میں بحث کریں۔

جمہوری طرز حکومت میں سیاسی پارٹیاں اہم کردار نبھاتی ہیں۔ سیاسی پارٹی کی تعریف ایک ایسی تنظیم کے طور پر کی جاسکتی ہے جو انتخابی عمل کے ذریعہ حکومت پر جائز کنٹرول حاصل کرنے کا اپنا موقف متعین

کرے۔سیاسی پارٹی ایک ایسی تنظیم ہے جس کا قیام حکومتی اقتدار حاصل کرنے اور ایک مخصوص پروگرام پر عمل درآمد کرنے کے مقصد سے کیا جاتا ہے۔سیاسی پارٹیاں سماج کی مخصوص فہم اور اس کی نوعیت پر مبنی ہوتی ہیں۔ایک جمہوری نظام میں مختلف گروہوں کے مفادات کی نمائندگی بھی سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ کی جاتی ہے جو ان کے معاملے کو پیش کرتی ہیں۔مختلف مفادی گروں سیاسی پارٹیوں پر اثر انداز ہونے کے لیے کام کرتے ہیں۔جب کسی گروہ کو لگتا ہے کہ اس کے مفاد کی بات نہیں کی جارہی ہے تو وہ ایک متبادل پارٹی کی طرف رجوع کرسکتا ہے یا وہ دباؤ گروہوں کی تشکیل کرسکتے ہیں جو حکومت سے اپنی بات منوانے کی کوشش کرے۔مفادی گروہ سیاسی حلقوں میں چند مخصوص مفادات کو پورا کرنے کے لیے تشکیل دیے جاتے ہیں۔یہ بنیادی طور پر قانون ساز اداروں کے ممبران پر زور ڈالنے کی منظّم کوشش کرتے ہیں۔بعض صورت حال میں ایسی سیاسی تنظیمیں ہوسکتی ہیں جو اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہیں لیکن مقررہ طریقوں سے ایسا کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا ہے۔ایسی تنظیموں کو اس وقت تک تحریک سمجھا جاتا ہے جب تک کہ انھیں تسلیم نہ کرلیا جائے۔

باکس 3.14

ہر سال فروری کے آخر میں حکومت ہند کے وزیر مالیات پارلیمنٹ کے سامنے بجٹ پیش کرتے ہیں۔اس سے پہلے ہر دن اخبار میں رپورٹیں شائع ہوتی ہیں کہ ہندوستانی صنعت کاروں کے مختلف کنفیڈریشن آف انڈین انڈسٹریلٹس ٹریڈ یونینس،کسان اور حالیہ خواتین گروہوں نے وزارت مالیات کے ساتھ میٹنگ کی۔

باکس 3.14 کے لیے مشق

کیا یہ سبھی دباؤ گروہ سمجھے جاسکتے ہیں؟

یہ واضح ہے کہ سبھی گروہوں کی نہ تو یکساں رسائی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی حکومت پر دباؤ بنانے کی اہلیت۔لہٰذا کچھ لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ دباؤ گروہ غالب سماجی گروہوں جیسے سماج میں موجود طبقہ یا ذات یا جنس پر مبنی گروہ کی قوت کو کم کردیتے ہیں۔وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ غالب طبقہ یا طبقات ہی ریاست کو کنٹرول کرتے ہیں۔یہاں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سماجی تحریک اور دباؤ گروہ جمہوریت میں اہم کردار نہیں نبھاتے۔باب 8 میں اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔

باکس 3.15

پارٹیوں کے بارے میں میکس ویبر کے خیالات

جب کہ طبقات کا اصل مقام معاشی سلسلے یا نظم میں ہے، گروہوں کی حیثیت کو سماجی نظم میں رکھا جاسکتا ہے.....لیکن پارٹیاں اقتدار کی ایوان اقتدار میں رہتی ہیں۔......پارٹی کا عمل ہمیشہ ایک ایسے مقصد کے لیے ہوتا ہے جن کی جدوجہد ایک منصوبہ بند انداز میں کی جاتی ہے۔مقصد ایک موقف ہوسکتا ہے (پارٹی کا مقصد کسی نصب العین یا مادی ضرورتوں کے لیے پروگرام کو حقیقت آفریں بنانا ہوسکتا ہے) یا ذاتی ہوسکتا ہے۔(منافع بخش عہدہ، اقتدار اور ان کے ذریعہ قیادت حاصل کرنا یا پارٹی کے پیروکاروں سے عزت حاصل کرنا)

(ویبر 1948:194)

باکس 3.16 کے لیے مشق

- آگے دیے گئے باکس کو غور سے پڑھیں۔ دیگر قصبوں اور شہروں سے آپ ایسی مزید مثالیں لے سکتے ہیں۔
- غریبوں، ملازم پیشہ اور متوسط و امیر طبقہ کے مفادات کی شناخت کریں۔
- اسٹریٹ کے استعمال کو مختلف گروہ کس طرح دیکھتے ہیں؟
- بحث کریں کہ حکومت کے کردار کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟
- میکنزی جیسی صلاح کار فرموں کا کیا کردار ہے؟ وہ کن کے مفاد کی نمائندگی کرتی ہیں۔
- سیاسی پارٹیوں کا کیا کردار ہے؟
- کیا آپ کو لگتا ہے کہ غریب صلاح کار فرموں کی نسبت سیاسی پارٹیوں کو زیادہ متاثر کر سکتے ہیں؟ کیا ایسا اس لیے ہے کہ سیاسی پارٹیاں عوام کے تئیں جواب دہ ہیں؟ یعنی انھیں انتخاب میں ہرایا جاسکتا ہے۔

ممبئی شہر میں ترقیاتی کاموں کی ٹھوس مثال کے ذریعہ ہم آپ کو سمجھائیں گے کہ ان کے مسابقتی مفادات کس طرح کام کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

باکس 3.16

حالیہ سالوں میں دیکھنے کو ملا کہ ہندوستانی شہروں کو عالمی شہر بنانے پر خاص توجہ دی جا رہی ہے۔

شہری منصوبہ کاروں اور اس کے امکان پر غور کرنے والوں کے خیال میں ممبئی کو فوری شمال۔جنوب اور مشرق۔مغرب سے جوڑنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ان کی دلیل یہ تھی کہ ممبئی کو دائرے میں کرنے کے لیے ایک ایکسپریس رنگ وے کے تعمیر کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ آزاد راستہ شہر میں اندر کے کسی نقطے سے 10 منٹ کے اندر پہنچ سکے۔ تیز داخلہ اور اخراج اور مؤثر آمد و رفت کو شہر کی بے دخل سرگرمی کے لیے لازمی طور پر مناسب سمجھا جاتا ہے......

کم مراعات یافتہ لوگوں کے لیے سڑک کی اہمیت کچھ مختلف قسم کی ہے۔ وہ جوڑنے والے آزاد راستوں سے بھی زیادہ بہت کچھ ہے۔ سڑکیں خواہ اچھی ہوں یا خراب اکثر مؤثر طور پر بازار میلہ بن جاتی ہیں اور مختلف مقصد سے کی جانے والی زیارت، تفریح (نقل وحمل) اور معاشی مبادلہ بھی اس کے ساتھ جڑ جاتے ہیں۔ سڑک پر لوگوں کو عوامی اور نجی جگہوں کے درمیان کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا کیونکہ وہیں پر خرید و فروخت، کھانا پینا، کرکٹ کھیلنا، یہاں تک کہ کھڑے رہنا اور گھومنا پھرنا بھی جاری رہتا ہے۔ شہر کے منصوبہ کاروں نے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ کس طرح یہ سرگرمیاں آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں اور بھیڑ بھاڑ کا سبب بنتی ہیں۔

ان بھیڑ بھاڑ اور رکاوٹوں کو کم کرنے کے لیے غریبوں کو شہر کے باہری حصوں میں بسا دیا گیا ہے۔ میکنزی کے ایک نجی صلاحکار کے ذریعہ تیار کیے گئے دستاویز 'ممبئی ویژن' میں کہا گیا کہ ہے غریبوں کا گھر بنانے کا منصوبہ شہر کے باہر نمک کی پرت والی زمین پر تیار کیا گیا ہے۔ ان کے ذریعہ معاش کا کیا ہوگا؟ درج ذیل اقتباس غریبوں کی آواز کا مکمل عکاس ہے۔

ہم دراصل 'انسانی بلڈوزر' اور 'انسانی ٹریکٹر' ہیں۔زمین کو سب سے پہلے ہم نے ہموار کیا۔ہم نے شہر کے لیے اپنی خدمات دیں۔ ہم شہر کی گندگی باہر لائے ہیں۔میں نہیں دیکھتا کہ شہریوں کے گروہ سیوروں کو اکھاڑتے یا سڑکوں کو کھودتے ہیں۔شہر صرف امیر کے لیے نہیں ہے، ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔میں بھیک نہیں مانگتا۔میں تمھارے کپڑے دھوتا ہوں۔عورتیں اس لیے کام کرنے جاسکتی ہیں کیونکہ ہم ان کے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے ہیں۔وزارت، کلکٹریٹ، بی ایم سی کے اسٹاف حتی کہ پولیس کے لوگ بھی گندی بستیوں میں رہتے ہیں۔چونکہ ہم یہاں ہوتے ہیں تو عورتیں رات کو محفوظ گھوم سکتی ہیں......بامبے فرسٹ جیسے گروہ سب سے پہلے ممبئی کو عالمی معیار کے شہر ہونے کی بات کرتے ہیں۔اپنے غریبوں کے لیے رہنے کی جگہ کے بغیر ورلڈ کلاس سٹی یہ کیسے بن سکتا ہے؟ (آنند 2006:3422)

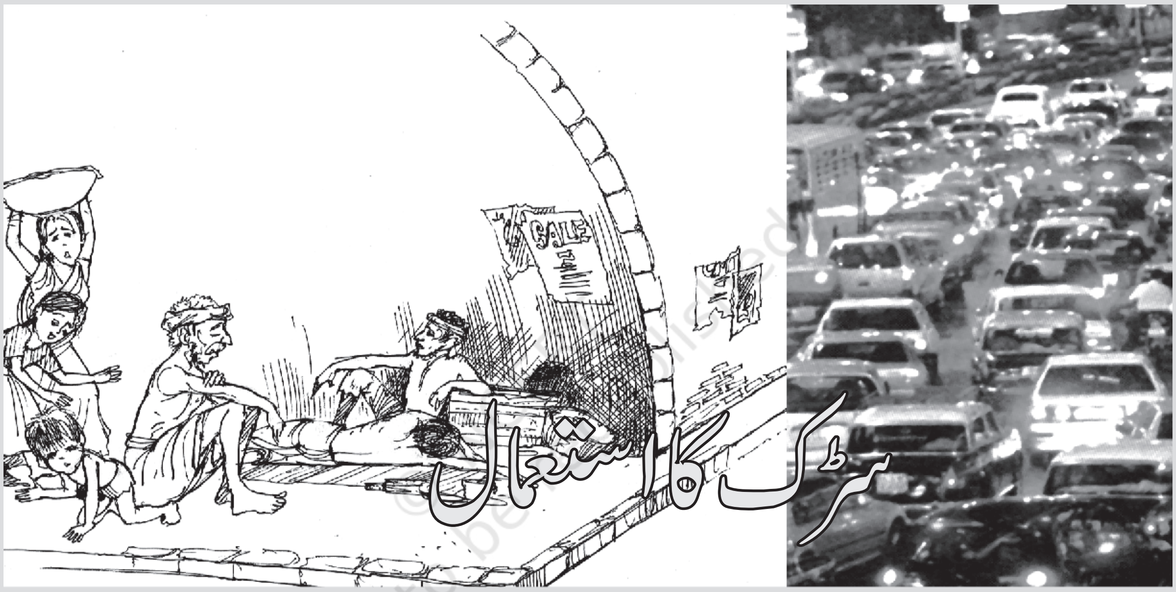

سوالات

1۔ مفادی گروہ عملی جمہوریت کا ناگزیر حصہ ہیں۔اس پر بحث کیجیے۔

2۔ آئین ساز اسمبلی کی بحث کے حصوں کا مطالعہ کیجیے۔مفادی گروہوں کی شناخت کیجیے۔عصری ہندوستان میں کس طرح کے مفادی گروہ ہیں؟ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟

3۔ اسکول میں انتخاب لڑنے کے وقت اپنے منشور کے ساتھ ایک 'پھڑ یا اسکرولی' بنایئے۔(یہ پانچ لوگوں کے ایک چھوٹے گروہ میں بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ پنچایت میں ہوتا ہے؟

4۔ کیا آپ نے بچہ مزدور اور مزدور کسان تنظیم کے بارے میں سنا ہے؟ اگر نہیں تو معلوم کیجیے، اور ان کے بارے میں 200 الفاظ پر مشتمل ایک مضمون لکھیے۔

5۔ گاؤں والوں کی آواز کو سامنے لانے میں 73ویں آئینی ترمیم نہایت اہم ہے۔بحث کیجیے۔

6۔ ایک مضمون لکھ کر مثال دیتے ہوئے ان طریقوں کو بتایئے جو عوام کی روزمرہ زندگی میں اہم ہیں اور ہندوستانی آئین میں ان مسائل کو محسوس کیا گیا ہے۔

(REFERENCES)حوالہ جات

Anand, Nikhil. 2006. 'Disconnecting Experience: Making World Class Roads in Mumbai'. *Economic and Political Weekly* (August 5th). pp. 3422-3429.

Ambedkar, Babasaheb. 1992. 'The Buddha and His Dharma' in V. Moon (Ed.) *Dr. Babasaheb Ambedkar: Writings and Speeches.* Vol. 11. Bombay Educational Department. Government of Maharashtra.

Sen, Amartya. 2004. *The Argumentative Indian: Writings on Indian History, Culture and Identity.* Allen Lane. Penguin Group. London.

Weber, Max. 1948. *Essays in Sociology* Ed. with an introduction by H.H. Gerth and C. Wright Mills. Routledge and Kegan Paul. London.

© NCERT not to be republished

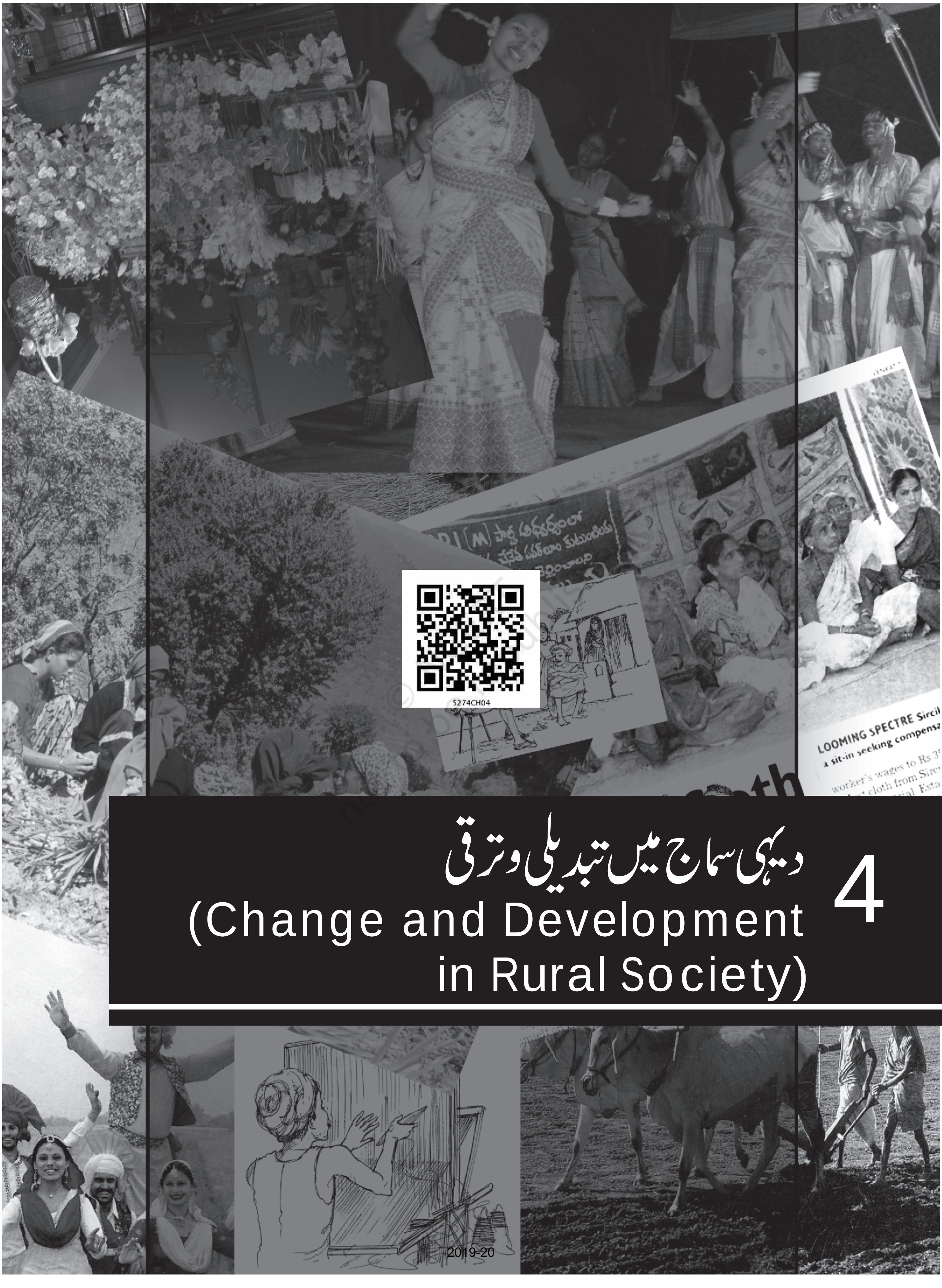

4

دیہی سماج میں تبدیلی وترقی

(Change and Development in Rural Society)

ہندوستانی سماج بنیادی طور پر ایک دیہی سماج ہے۔ اگرچہ شہرکاری بڑھتی جارہی ہے ہندوستان کی اکثریت گاؤں میں رہتی ہے(2001 کی مردم شماری کے مطابق 67فی صد)ان کا ذریعۂ معاش زراعت یا اس سے متعلق پیشہ ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بہت سے ہندوستانیوں کے لیے زراعتی زمین ایک اہم پیداواری وسیلہ ہے۔ زمین جائیداد کی نہایت اہم شکل بھی ہے، لیکن یہ محض نہ تو پیداوار کا ایک ذریعہ ہے اور نہ ہی جائیداد کی ایک شکل نہ ہی زراعت ذریعۂ معاش کی ایک شکل۔ یہ ایک طرزِ زندگی بھی ہے۔ ہمارے بہت سے ثقافتی عمل اور طریقوں کو زرعی پس منظر میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ پچھلے ابواب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ساختی اور ثقافتی تبدیلیاں کس طرح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان کے مختلف خطوں میں نئے سال کے تیوہار جیسے تمل ناڈو میں پونگل، آسام میں بیہو، پنجاب میں بیساکھی، کرناٹک میں اگاڑی خاص طور پر فصل کاٹنے کے وقت منائے جاتے ہیں اور نئے زرعی موسم کے آنے کا اعلان کرتے ہیں۔ چند دیگر زراعتی تیوہاروں کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

زراعت کے مختلف ذرائع اور متعلقہ تیوہار

زراعت اور ثقافت کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ زراعت کی فطرت اور عمل مختلف خطوں میں الگ الگ طرح کے ہیں۔ یہ فرق اور تغیر مختلف علاقائی ثقافتوں میں منعکس ہوتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ دیہی ہندوستان کی ثقافتی اور سماجی ساخت زراعتی اور زرعی طرزِ زندگی سے جڑی ہوئی ہے۔

دیہی آبادی کی اکثریت کے لیے زراعت ذریعۂ معاش کا نہایت اہم واحد وسیلہ ہے، لیکن گاؤں میں محض زراعت نہیں۔ بہت سی سرگرمیاں ہیں جو زراعت اور دیہی زندگی کے لیے مددگار ہیں اور دیہی ہندوستان میں لوگوں کے لیے ذریعۂ معاش کے وسائل بھی ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سے ایسے کاریگر یا دست کار جیسے کمہار، بڑھئی، بنکر، لوہار اور سنار بھی دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ وہ دیہی معیشت کا ایک حصہ اور جزو ہیں۔ نوآبادیاتی دور سے ہی وہ تعداد میں دھیرے دھیرے کم ہوتے جارہے ہیں۔ آپ نے پہلے باب میں پڑھا کہ کیسے مشین سے بنے سامانوں کی آمد نے ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کی جگہ لے لی ہے۔

بہت سے دیگر ماہر یا فن کار اور دست کار جیسے کہانی سنانے والے، جیوتشی، پجاری، بہشتی اور تیلی وغیرہ بھی دیہی زندگی

سرگرمی 4.1

- اپنے علاقے میں منائے جانے والے کسی ایسے اہم تیوہار کے بارے میں بتائیے جس کا تعلق فصلوں یا زراعتی سماج سے ہے۔اس تیوہار سے جڑے مختلف رواجوں یا رسموں کی کیا اہمیت ہے اور وہ کس طرح زراعت سے جڑے ہیں؟
- بہت سے قصبے اور شہر بڑھ رہے ہیں جن کے آس پاس گاؤں ہیں۔کیا آپ ایسے شہر یا قصبے کے بارے میں بتا سکتے ہیں جو پہلے گاؤں تھا یا ایسا علاقہ جو پہلے زرعی زمین تھا؟ آپ ان جگہوں کی ترقی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور ان لوگوں کا کیا ہوا جن کا ذریعہ معاش اس زمین سے جڑا ہوا تھا۔

میں لوگوں کو سہارا دیتے ہیں۔دیہی زندگی میں پیشوں کا تنوع ذات پات کے نظام میں ظاہر ہوتا ہے جس میں کچھ علاقوں میں ماہرین اور اپنی خدمات فراہم کرنے والے دھوبی، کمہار اور سنار وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ان میں سے کچھ روایتی پیشے آج ٹوٹ رہے ہیں،لیکن دیہی وشہری معیشتوں کے باہمی تعلق سے کئی متنوع حرفتیں گاؤں میں آ رہی ہیں۔بہت سے لوگ گاؤں میں رہتے ہیں،ملازمت کرتے ہیں یا ان کا ذریعۂ معاش دیہی غیر کاشت کاری سرگرمیوں پر مبنی ہے۔مثال کے طور پر سرکاری خدمات میں دیہی باشندے بھی ملازم ہیں جیسے ڈاک اور تعلیم کا شعبہ،کارخانے میں کام گار یا فوج میں ملازمت وغیرہ جن کا ذریعہ معاش غیر زراعتی سرگرمیوں پر مبنی ہے۔

پیشوں کا تنوع

4.1 زرعی ڈھانچہ: دیہی ہندوستان میں ذات اور طبقہ (AGRARIAN STRUCTURE: CASTE AND CLASS IN RURAL INDIA)

دیہی سماج میں زرعی زمین ہی گزر بسر کا ایک نہایت اہم وسیلہ اور جائیداد کی ایک شکل ہے، لیکن کسی مخصوص گاؤں یا کسی خطے میں رہنے والوں کے درمیان اس کی مساوی تقسیم نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر ایک کے پاس زمین ہوتی ہے۔ درحقیقت زیادہ تر خطوں میں زرعی زمین کی تقسیم نہایت غیر مساوی ہے۔ ہندوستان کے کچھ حصوں میں زیادہ تر لوگوں کے پاس کچھ نہ کچھ زمین تو ہوتی ہی ہے لیکن عام طور پر یہ بہت چھوٹا ٹکڑا ہوتا ہے۔ دوسرے حصوں میں 40 سے 50 فی صد خاندانوں کے پاس کوئی زمین نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا ذریعۂ معاش زرعی مزدوروں سے دیگر قسم کے کاموں سے چلتا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ تھوڑے سے خاندان بہت اچھی حالت میں ہیں جب کہ بڑی تعداد میں لوگ خطِ افلاس کے اوپر یا نیچے ہیں۔

ہندوستان کے زیادہ تر خطوں میں عورتیں عام طور پر زمین کی مالک نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ پدرنسبی رشتہ داری اور وراثت کے نظام کا رائج ہونا ہے۔ قانون عورتوں کو خاندانی جائیداد میں برابر کی حصہ داری دلانے میں مددگار رہتا ہے۔ درحقیقت ان کے حقوق بہت محدود ہوتے ہیں اور زمین کی ملکیت خاندان کے پاس ہوتی ہے جس کا سربراہ ایک مرد ہوتا ہے۔

اصطلاح زرعی ڈھانچہ کا استعمال اکثر زمین کی ملکیت کی ساخت یا تقسیم کے لیے کیا جاتا ہے۔ چونکہ دیہی علاقوں میں زرعی زمین نہایت اہم پیداواری وسیلہ ہے لہٰذا دیہی طبقاتی ساخت کو زمین کا ہی شکل فراہم کرتی ہے جو بڑی حد تک یہ طے کرتی ہے کہ کسی کو زرعی پیداوار کے عمل میں کیا کردار ادا کرنا ہے۔ متوسط اور بڑی زمینوں کے مالک عام طور پر زراعت سے اچھی آمدنی کر لیتے ہیں (حالانکہ یہ زرعی قیمتوں پر منحصر ہے، جن میں کافی نشیب وفراز آتا رہتا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ مانسون جیسے اسباب پر بھی منحصر ہے) لیکن زرعی مزدوروں کو اکثر قانونی طور سے طے اجرت سے کم دی جاتی ہے اور وہ بہت کم کما پاتے ہیں۔ ان کی آمدنی اور روزگار غیر محفوظ ہوتا ہے۔ زیادہ تر زرعی مزدوری دہاڑی مزدور یعنی روزانہ کی مزدوری کی بنیاد پر کمانے والے ہوتے ہیں اور سال کے بیشتر دنوں میں ان کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا۔ اسے کم روزگار کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اسی طرح کاشت کار یا پٹے دار (کاشت کار جو زمین کے مالک سے زمین پٹے پر لیتا ہے) کی آمدنی مالک کاشت کار کی بہ نسبت کافی کم ہوتی ہے، کیونکہ وہ زمین کے مالک کو کافی کرایہ ادا کرتا ہے جو بالعموم فصل سے ہونے والی آمدنی کا 50 سے 75 فی صد ہوتا ہے۔

اسی طرح، زرعی سماج کو اس کے طبقاتی ڈھانچے کے معنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ذات نظام کے ذریعہ بھی اس کی ساخت وضع ہوتی ہے۔ دیہی علاقوں میں ذات اور طبقے کے درمیان ایک پیچیدہ رشتہ ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ سیدھا سا نہیں ہوتا۔ ہم اکثر توقع کرتے ہیں کہ اونچی ذاتوں کے پاس زیادہ زمین اور آمدنی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ذات اور طبقے کے درمیان مطابقت ہے کیونکہ ان کا سلسلہ مدارج نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ بہت سے علاقوں میں یہ کافی حد تک صحیح ہے لیکن یہ مکمل طور پر نہیں۔ مثلاً کئی جگہوں پر سب سے اونچی ذات (برہمن) زمین کے مالک نہیں ہیں لہٰذا وہ زرعی ڈھانچے سے بھی باہر ہو گئے حالاں کہ وہ دیہی سماج کے جز ہیں۔ ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں زمین کی ملکیت والے گروہ کے لوگ 'شودر' یا 'کشتریہ' ہیں۔ ہر علاقے میں عام طور پر ایک یا دو ذاتوں کے لوگ ہی مالک ہوتے ہیں، وہ تعداد کی بنیاد پر بھی بہت اہم ہیں۔ ماہر سماجیات

ایم۔این۔سری نواس نے ایسے لوگوں کو غالب ذات کا نام دیا۔ ہر ایک علاقے میں غالب ذات گروہ کافی طاقت ور ہوتا ہے اور معاشی وسیاسی طور پر وہ لوگوں پر غلبہ بنائے رکھتا ہے۔ اتر پردیش کے جاٹ اور راجپوت، کرناٹک کے ووکالگاس اور لنگایت، آندھرا پردیش کے کماس، ریڈی، پنجاب کے جاٹ سکھ غالب زمین مالک گروہوں کی مثالیں ہیں۔

عام طور پر غالب زمین مالکوں کے گروہوں میں متوسط اور اونچی ذات کے گروہوں کے لوگ ہی آتے ہیں جب کہ زیادہ تر حاشیائی کسان اور بے زمین لوگ نچلی ذات گروہوں کے ہوتے ہیں۔ رسمی درجہ بندی میں وہ درج فہرست ذاتیں، قبائل یا دیگر پس ماندہ طبقے سے ہی متعلق ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے کئی حصوں میں پہلے 'اچھوت' یا دلت ذات کے لوگوں کو زمین کی ملکیت کا حق نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر غالب ذات کے زمین مالک گروہوں کے یہاں زرعی مزدور کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس سے قوت محنت کی بھی تشکیل ہوئی جن سے زمین مالکوں کے لیے گنجائش پیدا ہوئی کہ وہ ان سے زمین کی عمیق کاشت کروائیں اور زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کریں۔

باکس 4.1

زرعی پیداوار اور زرعی ساخت کے درمیان براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ ایسے علاقے جہاں آب پاشی کا کافی بہتر نظام ہو، جہاں کافی بارش ہو، جہاں آب پاشی کے مصنوعی ذرائع کام کرتے ہوں (جیسے چاول پیدا کرنے والے خطے جو ندی کے ڈیلٹا پر ہوتے ہیں، مثال کے طور پر تمل ناڈ میں کاویری بیسن) وہاں عمیق یا کسی زراعت کے لیے زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں بہت غیر مساوی زرعی ساخت کو فروغ حاصل ہوا۔ بڑی تعداد میں بے زمین مزدور جو کہ زیادہ تر بندھوا اور نچلی ذات کے ہوتے ہیں اس علاقے کی زرعی ساخت کی خصوصیات کا تعین کرتے ہیں۔ (کمار 1998)

ذات اور طبقے کے درمیان خراب مطابقت کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص اونچے اور متوسط طبقے کے پاس چونکہ سب سے بہتر زمین اور وسائل تھے اس لیے اقتدار اور مراعات بھی ان ہی کے پاس تھی۔ دیہی معیشت اور سماج کے لیے یہ اہم دلالت تھی۔ ملک کے زیادہ تر علاقوں میں 'مالک جائیداد ذات' گروہ کے پاس زیادہ تر وسائل کی ملکیت ہوتی ہے اور اپنے لیے کام کرانے میں وہ مزدوروں پر اچھی دست گاہ رکھے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے کئی حصوں میں ابھی تک بے گار اور مفت مزدوری جیسا طریقہ رائج ہے۔ گاؤں کے زمین دار یا زمین کے مالک کے یہاں نچلی ذات گروہ کے ممبر سال میں چند مقررہ دنوں تک مزدوری کرتے ہیں۔ اسی طرح وسائل کی کمی اور زمین مالکوں کی معاشی، سماجی اور سیاسی مدد لینے کے لیے بہت سے غریب کام گار نسلوں سے ان کے یہاں بندھوا مزدور کی طرح کام کر رہے ہیں، گجرات میں اس نظام کو 'ہلپتی' کے نام سے جانا جاتا ہے (بریمن، 1974) اور کرناٹک میں اسے 'جیتا' کہتے ہیں۔ حالانکہ قانونی طور پر اس طرح کے نظام کا خاتمہ ہوگیا ہے لیکن کئی علاقوں میں یہ اب بھی چل رہا ہے۔ شمالی بہار کے ایک گاؤں میں زیادہ تر زمین مالک بھومی ہار ہیں، یہ بھی ایک غالب ذات ہے۔

سرگرمی 4.2

➢ غور کیجیے کہ آپ نے ذات نظام کے بارے میں کیا سیکھا۔ زرعی یا دیہی طبقاتی ساخت اور ذات کے درمیان پائے جانے والے مختلف تعلقات کی درجہ بندی کیجیے۔ وسائل، مزدور اور پیشے تک مختلف رسائیوں کے معنی پر بحث کیجیے۔

4.2 زمینی اصلاحات کا اثر (THE IMPACT OF LAND REFORMS)

نوآبادیاتی دور (THE COLONIAL PERIOD)

ہندوستان میں تاریخی اسباب کی بنا پر بعض علاقے محض ایک یا دو اہم بڑے گروہوں کے غلبے میں رہے، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ زرعی ڈھانچہ قبل نوآبادیات سے نوآبادیات اور آزادی کے بعد بڑے پیمانے پر تبدیل ہوتا رہا جب کہ وہی غالب ذات قبل نوآبادیاتی دور میں کاشت کار زیر کاشت زمین کے راست مالک نہیں تھے۔ ان کی جگہ پر حکومت کرنے والے گروہ جیسے کہ مقامی راجہ یا زمین دار (زمین کے مالک جو اپنے علاقے میں سیاسی طور پر طاقتور تھے، عام طور پر چھتری یا دیگر اونچی ذات کے ہوتے تھے) زمین پر کنٹرول رکھتے تھے۔ کسان یا کاشت کار جو کہ اس زمین پر کام کرتا تھا وہ فصل کا ایک حصہ انھیں دے دیتا تھا جب برطانیہ نے ہندوستان کو نوآبادیاتی ملک بنایا تو انھوں نے کئی علاقوں میں ان مقامی زمین داروں کے ذریعہ ہی کام چلایا۔ انھوں نے زمین داروں کو مالکانہ حقوق بھی دے دیے۔ برطانوی لوگوں کے لیے کام کرتے ہوئے انھیں زمین پر پہلے سے زیادہ کنٹرول حاصل ہوا۔ حالانکہ ان نوآبادکاروں نے زرعی زمین پر بہت زیادہ ٹیکس لگا دیا تھا۔ زمین دار کسان سے ٹیکس کی شکل میں جتنی زیادہ پیداوار اور رقم لے سکتے تھے لے لیتے تھے۔ زمین داری نظام کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی دور میں زرعی پیداوار کم ہونے لگی۔ زمین داروں کے ظلم و جبر سے کسانوں نے فرار کی راہ اختیار کی اور بار بار کی ہونے والی قحط سالی اور جنگوں کے سبب آبادی میں کافی کمی آئی۔

نوآبادیاتی ہندوستان کے بہت سے اضلاع کا انتظامیہ زمین داری نظام کے تحت تھا۔ دیگر علاقوں میں جو براہ راست برطانوی حکومت کے تحت تھے انھیں زمینی بندوبست کا رعیت واری نظام کہا جاتا تھا۔ (تیلگو میں رعیت کے معنی کاشت کار کے ہوتے ہیں) اس نظام میں زمین دار کے بجائے کاشت کار (جو اکثر زمین کے مالک ہوا کرتے تھے نہ کہ کاشت کار) ہی ٹیکس ادا کرنے کے لیے ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔ کیوں کہ نوآبادیاتی حکومت سیدھا کسانوں یا زمین مالکوں سے سروکار رکھتی تھی نہ کہ کسی حاکم کے ذریعہ۔ اس میں ٹیکس کاری کا بوجھ کم پڑتا تھا اور کاشت کاروں کو زراعت میں سرمایہ کاری کی زیادہ حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ نتیجتاً یہ علاقے نسبتاً زیادہ پیداواری اور خوش حال بن گئے۔

نوآبادیاتی ہندوستان میں زمین کے ٹیکس کے اس پس منظر کو (جس کے بارے میں آپ نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں مطالعہ کیا ہے)، جدید ہندوستان میں زرعی ساخت کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہن میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ موجودہ ساخت میں تبدیلیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

آزاد ہندوستان (INDEPENDENT INDIA)

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد نہرو اور ان کے پالیسی صلاح کاروں نے منصوبہ بند ترقی کے پروگرام پر توجہ مبذول کی۔ زرعی اصلاحات کے ساتھ ساتھ صنعت کاری پر بھی توجہ دی گئی۔ پالیسی سازوں نے جو اس وقت مایوس کن زراعتی صورت حال پر جوابی عمل

پیش کر رہے تھے ان امور کی نشان دہی کم پیداواریت، درآمد اناج پر انحصار اور دیہی آبادی کے ایک بڑے طبقے میں زبردست غربت کے طور پر کی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ زراعت کی ترقی کے لیے زرعی ساخت میں اہم اصلاح اور خاص طور پر زمین کی ملکیت اور زمین کی تقسیم کے نظام میں بہتری پیدا کی جانی ضروری تھی۔ 1950 اور 1970 کے دوران زمینی اصلاح کے قوانین کا سلسلہ قومی پیمانے کے ساتھ ساتھ ریاستوں میں بھی شروع کیا گیا جن کا مقصد ان تبدیلیوں کی شروعات تھی۔

پہلی اہم قانون سازی زمین داری نظام کے خاتمے سے متعلق تھی اس کے ذریعہ بچولیوں کو ختم کرنا تھا جو ریاست اور کاشت کاروں کے درمیان مانع تھے۔ زمینی اصلاح سے متعلق جو بھی قانون پاس کیے گئے ان میں یہ قانون غالباً سب سے زیادہ مؤثر تھا۔ زیادہ تر علاقوں میں یہ زمین پر زمین داروں کے اعلیٰ حقوق اور ان کی معاشی و سیاسی تسلط کو ختم کرنے میں کامیاب رہا۔ یقیناً ایسا بغیر جدوجہد کے نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر کار اس کا اثر یہ ہوا کہ زمین کے حقیقی مالکان اور کاشت کاروں کی حیثیت مقامی سطح پر کافی مضبوط ہوئی تاہم زمین داری کے خاتمے کے ذریعہ زمین کو کرائے پر چڑھانے، لگان داری پٹے داری یا فصلوں میں شریک ہونے کے نظام کو پوری طرح ختم نہیں کیا جا سکا۔ یہ نظام کئی علاقوں میں چلتا رہا۔ اس سے کثیر سطحی زرعی ڈھانچے میں زمین داری کی اونچی سطح کو ہٹایا جا سکا۔

شروع کیے گئے دیگر اہم زمینی اصلاحی قوانین میں لگان داری کا خاتمہ اور ضابطہ بندی ایکٹ تھے۔ انھوں نے یا تو پٹے داری یا لگان داری کو مجموعی طور پر ہٹانے کی کوشش کی یا کرائے کے لیے قانون بنائے تاکہ کاشت کاروں کو کسی حد تک تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ اکثر ریاستوں میں ان قوانین کو بہت زیادہ موثر طور پر کبھی نافذ نہیں کیا گیا۔ مغربی بنگال اور کیرل میں زرعی ساخت کو بنیادی طور پر نئے سرے سے وضع کیا گیا جس کے ذریعہ کاشت کاروں یا پٹے داروں کو زمینی حقوق دیے گئے۔

سرگرمی 4.3

- بھودان تحریک کے بارے میں معلوم کریں۔
- آپریشن بارگا کے بارے میں معلوم کریں۔
- بحث کریں

زمینی اصلاحی قوانین کا تیسرا بڑا زمرہ زمین کی حد بندی ایکٹ تھا جن کے تحت زمین رکھنے کی اوپری حد طے کر دی گئی جو کوئی خاندان رکھ سکتا تھا۔ حد بندی کی مقدار ہر خطے میں متفرق تھی جو زمین کی قسم، اس کی پیداواری صلاحیت اور دوسرے اسی طرح کے عوامل پر منحصر تھی۔ بہت زیادہ پیداواری (زرخیز) زمین کی حد بندی کم تھی جب کہ غیر پیداواری بنجر زمین کی حد بندی زیادہ تھی۔ ان قوانین کے مطابق ریاستوں کا کام تھا کہ وہ ہر ملکیت والی زمین کی شناخت کر کے زائد زمین (حد بندی سے اوپر) کا تصرف اختیار کریں اور اسے نئے سرے سے بے زمین کنبوں اور دیگر صراحت کیے گئے زمروں جیسے درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل کو نئے سرے سے تقسیم کریں۔ زیادہ تر ریاستوں میں یہ قوانین بے اثر ثابت ہوئے۔ ان میں بچنے کی بہت سی صورتیں یا دیگر حکمت عملیاں تھیں جن کے ذریعہ زمین کے مالکان اپنی زائد زمین کو ریاست کے قبضے سے بچانے میں کامیاب رہے۔ جہاں کچھ بہت ہی بڑی املاک یا جائدادوں کو توڑ دیا گیا وہیں اکثر معاملات میں زمین کے مالکان اپنی زمین کو رشتہ داروں اور دوسروں کے درمیان تقسیم کرنے میں کامیاب رہے اس میں ان کے ملازمین بھی شامل تھے۔ اس بے نام منتقلی میں زمین پر اُن کا کنٹرول بنائے رکھنے کی گنجائش تھی۔ بعض مقامات پر تو وہ امیر کسان جنھوں نے اصلاً اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تھی (لیکن وہ ان کے ساتھ رہتے رہے) تاکہ زمینی حد بندی کے قانون کے شق سے بچا جا سکے جس میں غیر شادی شدہ عورتوں کے لیے الگ حصہ تھا لیکن بیویوں کے لیے نہیں۔

زرعی ڈھانچہ پورے ہندوستان میں بہت زیادہ متفرق ہے اور زمینی اصلاحات کی پیش رفت میں بھی ریاستوں کے درمیان یکساں نہیں ہے۔ تاہم، مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے نوآبادیاتی دور سے عہد حاضر تک کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن ان میں کافی زیادہ غیر یکسانیت ہے۔ اس ڈھانچہ نے زرعی پیداواریت کو محدود کیا۔ زمینی اصلاحات زرعی پیداوار کو بڑھانے، دیہی علاقوں سے غریبی ہٹانے سماجی انصاف دلانے کے لیے بھی ضروری ہیں۔

4.3 سبز انقلاب اور اس کے سماجی نتائج (THE GREEN REVOLUTION AND ITS SOCIAL CONSEQUENCES)

ہم نے دیکھا کہ زیادہ تر علاقوں میں زمینی اصلاحات کا دیہی سماج اور زرعی ساخت پر محدود اثر پڑا۔ اس کے برعکس 1960 اور 1970 کی دہائی میں سبز انقلاب کے ذریعہ ان علاقوں میں جہاں یہ واقع ہوا زبردست تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سبز انقلاب زرعی جدید کاری کا ایک سرکاری پروگرام تھا۔ اس کے لیے مالی امداد بین الاقوامی ایجنسیوں کے ذریعہ مہیا کی گئی تھی۔ یہ پروگرام کسانوں کے لیے کیڑے مار ادویات، فرٹیلائزر اور دیگر درآمدات (مادخل) کے ساتھ ساتھ اونچی پیداوار یا مخلوط قسم کے بیجوں پر مرکوز تھا۔ سبز انقلاب سے متعلق پروگراموں کو صرف ان ہی علاقوں میں نافذ کیا گیا تھا جہاں آب پاشی کا مناسب انتظام تھا کیونکہ نئے بیجوں اور کاشت کاری کے طریقوں کے لیے کافی پانی کی ضرورت تھی۔ اس میں خاص طور پر گیہوں اور چاول کی پیداوار والے علاقوں کو ہدف بنایا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں سبز انقلاب کے پیکیج کی پہلی کوشش صرف چھ خطوں پنجاب، مغربی اتر پردیش، آندھرا پردیش کے ساحلی علاقے اور تمل ناڈ کے کچھ حصوں میں اثر انداز رہی۔ نیز سماجی اور معاشی کایا پلٹ جوان خطوں میں دیکھی گئی اس سے سبز انقلاب کے بارے میں سماجی سائنس دانوں کے پرُجوش مطالعات اور عمیق بحث کی باڑھ سی آگئی۔

نئی ٹیکنالوجی کے سبب زرعی پیداواریت میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اور کئی دہائیوں کے بعد پہلی بار اناج کی پیداوار میں ہندوستان خود کفیل بن سکا۔ سبز انقلاب کو حکومت اور ان سائنس دانوں کی ایک بہت بڑی کامیابی سمجھا گیا جنھوں نے اس میں اشتراک کیا۔ حالانکہ اس کے کچھ منفی سماجی اثرات تھے جن کی نشان دہی ان ماہرین سماجیات نے کی تھی جنھوں نے سبز انقلاب والے علاقوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا کچھ مخالف ماحولیاتی اثر بھی پڑا۔

سبز انقلاب کے زیادہ تر علاقوں میں بنیادی طور پر متوسط اور بڑے کسان ہی تھے جو نئی ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں لگنے والا مال (درآمد) بہت مہنگا پڑتا تھا چھوٹے اور حاشیائی کسان کی استطاعت نہیں رکھتے تھے جتنا کہ بڑے کسان۔ جب زراعت کرنے والے بنیادی طور پر اپنے لیے پیداوار کرتے ہیں اور بازار کے لیے نہیں کر پاتے تو اسے گزر بسر کرنے والی زراعت کہا جاتا ہے اور عام طور پر انھیں چھوٹے کاشت کار یا کسان کہا جاتا ہے۔ زراعت کار یا کسان وہ ہیں جو زائد یا فاضل پیدا کرنے کے اہل ہوتے ہیں جو ان کے اہل خانہ کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے اور اس طرح وہ بازار سے جڑ جاتے ہیں۔ سبز انقلاب اور اس کے بعد زراعت کے تجارتی بننے سے وہی کسان فائدہ اٹھا سکے جو بازار کے لیے فاضل پیداوار کرنے کے اہل تھے۔

اس طرح سبز انقلاب کے پہلے مرحلے 1960 اور 1970 کی دہائی میں نئی تکنیک کے نافذ ہونے سے دیہی سماج میں

© NCERT not to be republished

عدم مساوات ظاہر ہوئی۔ سبز انقلاب کی فصلیں زیادہ منافع والی تھیں کیونکہ ان سے زیادہ پیداوار ہوتی تھی۔ بہتر معاشی حیثیت والے کسان جن کے پاس زمین، پونجی، تکنیک اور معلومات تھی اور جو نئے بیجوں اور کھادوں میں پیسہ لگا سکتے تھے وہ اپنی پیداوار بڑھا سکے اور زیادہ رقم کما سکے۔ حالانکہ کئی معاملوں میں اس سے پٹے دار کسان بے دخل بھی ہوئے۔ ایسا اس لیے ہوا کیونکہ زمین کے مالکوں نے اپنے پٹے داروں سے زمین واپس لے لی اس طرح اب براہ راست زرعی کام کرنا زیادہ فائدہ مند تھا۔ اس سے امیر کسان مزید خوش حال ہو گئے اور بے زمین نیز حاشیائی زمین مالکوں کی حالت مزید ابتر ہو گئی۔

اس کے علاوہ پنجاب اور مدھیہ پردیش کے کچھ علاقوں میں زرعی ساز وسامان جیسے ٹلر، ٹریکٹر، تھریشر اور ہارویسٹر کے استعمال نے خدمات فراہم کرنے والی جاتیوں کے ان گروہوں کو بھی بے دخل کر دیا جو زراعت سے متعلق ان سرگرمیوں کو انجام دیا کرتی جس کی وجہ سے دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت کی رفتار مزید بڑھا دی۔

سبز انقلاب کا حتمی نتیجہ ''تفریق'' ایک ایسا عمل تھا جس میں امیر اور زیادہ امیر ہو گئے جب کہ کئی غریب غریب ہی رہے یا اور بھی زیادہ غریب ہو گئے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کئی علاقوں میں مزدوری کے مطالبہ میں اضافہ سے زرعی مزدوروں کے روزگار اور ان کی روزینہ میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ قیمتوں میں اضافہ اور زرعی مزدوروں کی ادائیگی کے طریقوں میں تبدیلی، اناج کی جگہ نقد ادائیگی سے زیادہ تر دیہی مزدوروں کی معاشی حالت خستہ ہو گئی۔

سبز انقلاب کے پہلے مرحلے کے بعد دوسرا مرحلہ ہندوستان کے خشک اور نیم آب پاشی علاقوں میں حال ہی میں نافذ کیا گیا۔ ان علاقوں میں خشک سے آب پاشی والی زراعت کی طرف ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے جس کے ساتھ ہی فصل کاری اور اگائی جانے والی فصلوں کی اقسام میں بھی اضافہ ہوا۔ بڑھتی تجارت کاری اور بازار پر انحصار ان علاقوں میں (مثال کے طور پر جہاں کپاس کی کھیتی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے) بڑھ گیا جن سے ذریعۂ معاش کا تحفظ کم ہونے کے بجائے بڑھ گیا کیونکہ کسان جو کسی وقت اپنے استعمال کے لیے اناج کی پیداوار کرتے تھے اب اپنی آمدنی کے لیے بازار پر منحصر ہو گئے۔ بازار رخی زراعت میں خاص طور پر جب ایک ہی فصل اگائی جاتی ہے تو قیمتوں میں کمی یا خراب فصل سے کسانوں کی معاشی بربادی ہو سکتی ہے۔ سبز انقلاب کے زیادہ تر علاقوں میں کسانوں نے کثیر فصلی زرعی نظام، جس میں وہ دشواریوں کو بانٹ سکتے تھے، کی جگہ پر واحد فصلی زرعی نظام کو اپنایا جس کا مطلب یہ تھا کہ فصل کے ضائع ہونے پر ان کے پاس گذر بسر کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

سبز انقلاب کی حکمت عملی کا ایک منفی نتیجہ علاقائی عدم مساوات میں اضافہ تھا۔ وہ علاقہ جہاں یہ تکنیکی تبدیلی ہوئی، زیادہ ترقی یافتہ ہو گئے جب کہ دیگر علاقے پہلے کی طرح رہے۔ مثال کے طور پر سبز انقلاب کو ملک کے مشرقی، مغربی جنوبی حصوں پنجاب و ہریانہ اور مغربی اتر پردیش میں زیادہ نافذ کیا گیا (داس 1999) اس کے نتیجے میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہار اور مشرقی اتر پردیش جیسی ریاستوں اور تلنگانہ جیسے خشک علاقوں میں زراعت نسبتاً غیر ترقی یافتہ رہی۔ یہی وہ علاقے ہیں جہاں جاگیردارانہ زرعی ساخت اب بھی قائم ہے جس میں زمین مالک نچلی ذاتوں، زرعی مزدوروں اور چھوٹے کسانوں پر اپنا اقتدار برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ذات اور طبقہ میں زبردست عدم مساوات اور مزدوروں کے استحصالی رویے نے ان علاقوں میں کئی طرح کے تشدد جن میں بین ذات تشدد بھی شامل ہے کو حالیہ سالوں میں فروغ دیا ہے۔

اکثر یہ سوچا جاتا ہے کہ زراعت کے سائنسی طریقے کا علم فراہم کرنے سے ہندوستانی کسانوں کی حالات میں بہتری پیدا ہوگی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستانی کسان سبز انقلاب سے پہلے سے زرعی کام کرتے چلے آرہے ہیں۔ انھیں زرعی زمین اور اس میں بوئی جانے والی فصلوں کے بارے میں تفصیلی روایتی علم ہے۔ ایسی بہت سی معلومات جنھیں کسانوں نے صدیوں میں فروغ دیا تھا وہ ختم ہوتی جارہی ہیں

> **باکس 4.2**
>
> مقامی تبصرے میں مخلوط پیداوار کے ساتھ نامیاتی پیداوار کی تکمیلیت کا موازنہ کیا جانا بڑھ رہا ہے۔ مدھاؤ گاؤں کی ایک بزرگ خاتون بھارگو ہوگرنے کہا: کیا...... یہ کچھ گیہوں، لال سورگھم اگاتے ہیں...... کچھ قد اور مرچ کے پودے اگاتے ہیں...... کپاس...... اب یہ صرف مخلوق ہیں...... کہاں ہے جواری (نامیاتی مقامی)؟ مخلوط بیج اب زمین پر اگائے جانے لگے ہیں— بچے جو پیدا ہوئے ہیں وہ بھی مخلوط (hybrid) ہیں۔
>
> (واسوی 96–1994:295)

کیونکہ مخلوط اور اونچی پیداوار والے اور جینیائی اصلاح شدہ بیجوں کی مختلف اقسام کو زیادہ پیداواری اور سائنسی طور پر فروغ دیا جارہا ہے (گپتا 1998؛ واسوی، 1999)۔ ماحول اور سماج پر زراعت کے جدید طریقوں کے منفی اثرات کو دیکھتے ہوئے بہت سے سائنس داں اور کسانوں کی تحریکیں اب زراعت کے روایتی طریقوں اور زیادہ نامیاتی بیجوں کی طرف واپس آنے کا مشورہ دینے لگے ہیں۔ دیہی عوام خود یقین کرتے ہیں کہ مخلوط قسم روایتی اقسام کی نسبت کم صحت بخش ہوتی ہے۔

4.4 آزادی کے بعد دیہی سماج میں تبدیلیاں (TRANSFORMATIONS IN RURAL SOCIETY AFTER INDEPENDENCE)

آزادی کے بعد دیہی علاقوں خاص کر ان علاقوں میں جہاں سبز انقلاب ہوا سماجی رشتوں کی نوعیت میں کئی مؤثر تبدیلیاں واقع ہوئیں ان تبدیلیوں میں شامل ہیں:

- عمیق زراعت کے سبب زرعی مزدوروں میں اضافہ؛
- اناج کے بجائے نقد میں ادائیگی
- کسانوں یا زمین مالکوں اور زرعی مزدوروں (بندھوا مزدور کے طور پر معروف) کے درمیان؛ روایتی بندھنوں یا موروثی رشتوں میں ڈھیلا پن؛
- آزاد اجرتی مزدوروں کے طبقے کا عروج؛

زمین مالکوں (جو زیادہ تر غالب ذات کے ہوتے تھے) اور زرعی مزدوروں (زیادہ تر نچلی ذات کے) کے درمیان رشتوں میں نوعیت کی تبدیلی کا بیان ماہر سماجیات جان بریمن نے 'سرپرستی سے استحصال' کی طرف منتقلی میں کیا تھا (بریمن 1974) ایسی تبدیلیاں ان تمام علاقوں میں ہوئیں جہاں زراعت کی تجارت کاری زیادہ ہوئی یعنی جہاں فصلوں کی پیداوار بنیادی طور پر بازار میں فروخت کے مقصد کے لیے کی گئی۔ مزدور رشتے میں اس تبدیلی کو کچھ ماہرین نے سرمایہ دارانہ زراعت کی طرف تبدیلی دیکھا کیونکہ پیداوار کا سرمایہ دارانہ طریقہ اس کے ذرائع (اس معاملے میں زمین) سے مزدوروں کی علاحدگی اور آزاد اجرتی مزدور کے استعمال پر مبنی ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ سچ ہے کہ زیادہ ترقی یافتہ خطوں میں کسان زیادہ بازار رخی بنتے جارہے تھے۔ چونکہ زراعت اب زیادہ تجارتی بن گئی ہے اس لیے یہ دیہی علاقے بھی وسیع معیشت میں مربوط ہوتے جارہے تھے۔ اس عمل سے زر کا بہاؤ گاؤں کی طرف بڑھا

اور کاروبار میں روزگار کے لیے مواقع میں وسعت پیدا ہوئی لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دیہی معیشت میں تبدیلی کا یہ عمل دراصل نوآبادیاتی دور میں شروع ہوا تھا۔ انیسویں صدی میں مہاراشٹر میں زمینوں کے بڑے قطعے کپاس کی زراعت کے لیے دیے گئے تھے اور اس کی کھیتی کرنے والے کسان سیدھے عالمی بازار سے جڑ گئے؛ حالانکہ اس کی رفتار اور وسعت میں آزادی کے بعد تیزی سے تبدیلی ہوئی کیوں کہ حکومت نے زراعت کے جدید طریقوں کی حوصلہ افزائی کی اور دیگر حکمت عملیوں کے ذریعہ دیہی معیشت کو جدید بنانے کی کوشش کی۔ ریاستی حکومت نے دیہی بنیادی ساخت وسہولیات جیسے آب پاشی، سڑکیں، بجلی اور زراعتی درآمدیوں کا اہتمام بشمول بینکوں اور کوآپریٹو کے ذریعہ ادھار کی سہولت وغیرہ کو فروغ دینے میں سرمایہ داری کی۔ زراعتی پیداوار میں مستقل اضافے کے لیے بجلی کی فراہمی ضروری ہے۔ بجلی کی فراہمی بہت ضروری ہے۔ ہندوستانی حکومت کی حال میں شروع کردہ 'دین دیال اپادھیائے جیوتی یوجنا' اس جانب ایک اہم قدم ہے۔ دیہی ترقی کی ان کوششوں کا بحیثیت مجموعی نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف دیہی معیشت اور زراعت میں انقلاب آیا بلکہ زرعی ساخت اور خود دیہی سماج میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی۔

ملک کے مختلف حصوں میں کاشت

1960 اور 1970 کی دہائی میں زرعی ترقی کے ذریعہ دیہی سماجی ساخت کو بدلنے میں نئی ٹیکنالوجی کو اپنانے والے متوسط اور بڑے کسانوں کی خوش حالی کا بھی اہم رول تھا۔ اس پر پچھلے سیکشن میں بحث کی جا چکی ہے۔ زراعتی طور پر کئی خوش حال خطوں جیسے ساحلی آندھرا پردیش، مغربی اتر پردیش اور مرکزی گجرات غالب ذاتوں سے تعلق رکھنے والے امیر کسانوں نے زراعت سے ہونے والے فائدے کی سرمایہ کاری دیگر قسم کے کاروبار میں کرنی شروع کی۔ تنوع کے اس عمل سے نئے کاروباری مہم جو ابھرے جنھوں نے دیہی علاقوں سے ترقی پذیر خطوں کے ابھرتے شہروں کی طرف رخ کیا۔ اس سے نئے علاقائی طبقہ کو عروج حاصل

ہوا جو معاشی اور سیاسی طور پر بھی غالب ہو گئے۔ (رٹن (Rutten) 1995)۔ طبقاتی ساخت میں اس تبدیلی کے ساتھ دیہی اور نیم شہری علاقوں میں اونچی تعلیم کی اشاعت خاص طور پر نجی پروفیشنل کالجوں کے قیام سے نئے دیہی ممتاز طبقے کے ذریعہ اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانا ممکن ہوا، جن میں کئی نے پروفیشنل یا سفید پوش پیشے اپنائے یا کاروبار کی شروعات کر کے شہری متوسط طبقات کو وسعت فراہم کی۔

اس طرح تیز زراعتی ترقی والے علاقوں میں پرانے زمین دار یا زرعی گروہوں کو تقویت ملی، جنھوں نے ایک فعال کاروباری مہم جو دیہی و شہری غالب طبقے کے طور پر خود کو ڈھال لیا، لیکن دیگر علاقوں جیسے مشرقی اتر پردیش اور بہار میں موثر زمین اصلاحات، سیاسی حرکت پذیری اور تقسیم نو میں کمی کے سبب وہاں تقابلی طور پر زرعی ساخت اور زیادہ تر لوگوں کے زندگی کے حالات میں تھوڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس کے برخلاف کیرل جیسی ریاست ترقی کے ایک مختلف عمل سے گزری جس میں سیاسی حرکت پذیری، تقسیم نو کے ذرائع اور بیرونی معیشت سے وابستگی (بنیادی طور پر خلیج ممالک سے) نے دیہی ماحول میں بھرپور تبدیلی پیدا کی۔ کیرل میں دیہی علاقے بنیادی طور پر زراعتی ہونے کے بجائے مخلوط معیشت والے ہیں جن میں کچھ زراعتی عمل خوردہ فروخت اور خدمات کے ایک تفصیلی نیٹ ورک سے جڑے ہوئے ہیں اور جہاں ایک بڑی تعداد میں خاندان بیرون ممالک سے بھیجی ہوئی رقم پر منحصر ہیں۔

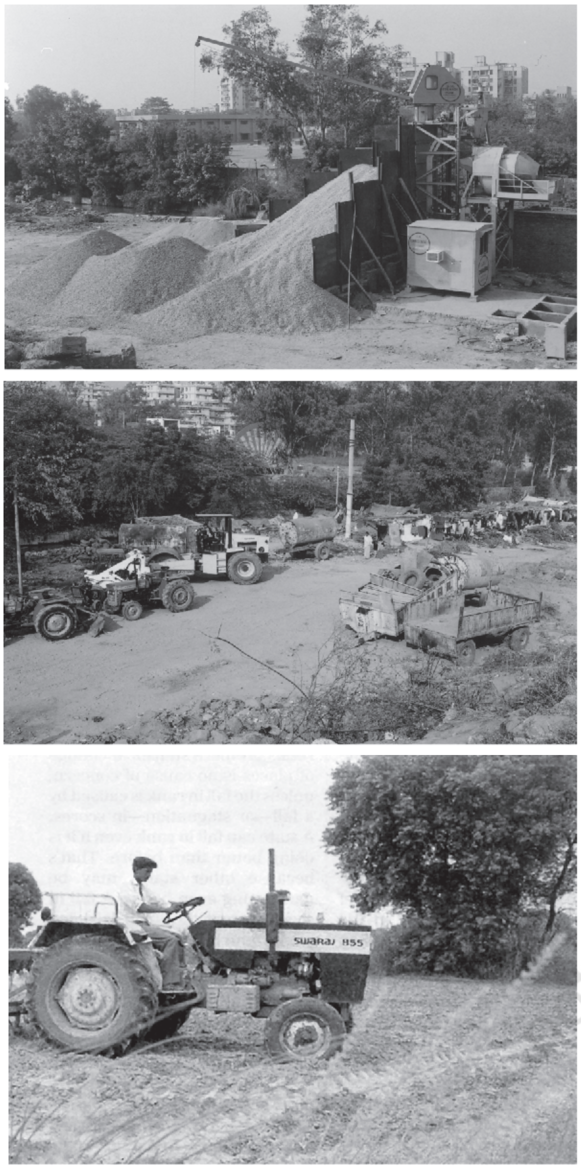

زراعت میں بدلتی ٹیکنالوجی

اس گھر "وسوکروتھم" کو دیکھیے جو کیرل کے ایک گائوں میں واقع ہے۔ یہ پال گھاٹ قصبے سے 3 کلومیٹر دور ایک گائوں یگّار میں ہے۔

© NCERT not to be republished

4.5 مزدوروں کی گردش (CIRCULATION OF LABOUR)

مہاجر زرعی مزدوروں میں اضافہ دیہی سماج کی ایک دیگر اہم تبدیلی ہے جو زراعت کے کمرشیلائزیشن سے متعلق ہے۔ مزدوروں یا پٹے داروں اور زمین کے مالکوں کے درمیان سرپرستی کا روایتی بندھن ٹوٹنے اور پنجاب جیسے سبز انقلاب والے خطوں میں زرعی مزدوروں کے لیے موسمی اضافے کے طور پر موسمی نقل پذیری کا نیا انداز سامنے ہے، جس میں ہزاروں مزدور اپنے گھر گاؤں سے ان خوش حال علاقوں کے درمیان گردش کرنے لگے ہیں جہاں مزدوری کے لیے زیادہ مطالبہ ہے اور انھیں زیادہ اجرتیں ملتی ہیں۔ 1990 کی دہائی کے وسط سے دیہی علاقوں میں عدم مساوات بڑھنے کے سبب مزدوروں کی نقل پذیری نے بہت سے اہل خانہ کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ وہ گذر بسر کے لیے کثیر پیشوں کو متحد کریں۔ ذریعۂ معاش کی حکمت عملی کے طور پر محدود مدد، کام کی تلاش اور بہتر اجرت کے لیے وقتاً فوقتاً نقل مکانی کرتے ہیں، جب کہ عورتوں اور بچوں کو اپنے بزرگ ماں باپ کے پاس چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نقل مکانی کرنے والے مزدور اکثر خشک سالی سے متاثر اور کم پیداواری صلاحیت والے خطوں سے سال کے کچھ حصوں میں پنجاب اور ہریانہ کے کھیتوں میں یا اتر پردیش کے اینٹ کے بھٹوں میں، نئی دہلی یا بنگلور جیسے شہروں میں تعمیراتی کام کے لیے آتے ہیں۔ نقل مکانی کرنے والے ان مزدوروں کو آزادی یا اپنی مرضی کے مالک مزدور کا نام جان بریمن کے ذریعہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے آزادی کا مفہوم نہیں نکلتا بلکہ اس کے برعکس بریمن (1985) کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ بے زمین مزدوروں کے پاس بہت زیادہ حقوق نہیں ہوتے، مثال کے طور پر انھیں طے شدہ کم سے کم اجرت بھی نہیں دی جاتی۔ یہ بات یہاں قابل غور ہے کہ امیر کسان اکثر فصل کی کٹائی یا اس طرح کے شدید محنت والے کاموں کے لیے مقامی مزدور طبقہ کی نسبت مہاجر مزدوروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مہاجر مزدوروں کا استحصال زیادہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے اور انھیں کم مزدوری بھی دی جا سکتی ہے۔ اس ترجیح نے کچھ علاقوں میں ایک منفرد انداز پیدا کر دیا ہے جس میں مقامی بے زمین مزدور اپنے گاؤں سے زرعی کاموں میں عروج کے زمانے میں بھی کام کی تلاش میں نکل جاتے ہیں جب کہ مہاجر مزدوروں کو مقامی کھیتوں پر کام کرنے کے لیے دوسرے علاقوں سے لایا جاتا ہے۔ یہ انداز خصوصاً گنا پیدا کرنے والے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ نقل مکانی اور کام کے تحفظ میں کمی کے سبب ان مزدوروں کے کام کرنے اور زندگی گزارنے کی حالتوں میں بدتری پیدا ہو جاتی ہے۔

مزدوروں کی بڑے پیمانے پر گردش سے دیہی سماج پر خواہ وہ مزدوروں سے کام لینے والے خطے ہوں یا مزدور فراہم کرنے والے علاقے زبردست اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر غریب علاقوں میں جہاں خاندان کے مرد ممبر سال کے زیادہ تر حصہ گاؤں کے باہر کام کرنے میں گزارتے ہیں، زراعت بنیادی طور پر عورتوں کا کام بن گیا ہے۔ عورتیں بھی زرعی مزدوروں کے اہم ذرائع کے طور پر ابھر رہی ہیں۔ اس سے زراعتی قوت کار کی تانیث کاری (feminisation) ہوئی ہے۔ عورتوں میں عدم تحفظ بھی زیادہ ہے کیونکہ ایک جیسے کام کے لیے مردوں کی نسبت وہ کم مزدوری پاتی ہیں۔ ابھی حال تک سرکاری اعداد و شمار کے مطابق کمانے والوں اور مزدوروں کے طور پر عورتیں مشکل سے نظر آتی تھیں جب کہ عورتیں زمین پر بے زمین مزدوروں اور کاشت کاروں کی حیثیت سے کافی محنت کرتی ہیں لیکن موجودہ پدر نسبی قرابت داری نظام اور مردوں کو حقوق فراہم کرنے والے دیگر ثقافتی رواج نے زمین کی ملکیت سے عورتوں کو خارج کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

4.6 عالم کاری، نرم کاری اور دیہی سماج (GLOBALISATION, LIBERALISATION, AND RURAL SOCIETY)

LETTER FROM MANSURPUR

In western UP, sugarcane is life

Avijit Ghosh | TNN

Sanjiv Rastogi

Mansurpur (UP): It's early morning. And a bunch of anarchic lorries and tractors swollen with sugarcane are already holding up the traffic on NH 58. A little ahead, a posse of bullock carts in similar condition has formed a hydra-headed queue before a sugar mill in this dusty kasba. It will be hours before the yield is delivered.

Outside, Raj Kumar Tyagi of Mubarakpur village sits by his tractor unmindful of asthmatic dust hanging thick in the air. "We are used to waiting," he says. "That's what a crop like sugarcane that takes almost a year to mature teaches farmers."

The wait, from all accounts, has been worth it. "This year, the quality and quantity is good," says Vipin Tyagi, manager (cane), Uttam Sugar Mills. The state government hasn't announced the year's procurement price yet. But the cheery mood flows from a rustic wisdom that former pradhan of Tughluqpur village, Om Singh, typifies. He says, "With UP assembly elections due early next year, farmers believe chief minister Mulayam Singh Yadav will declare a high procurement rate just like wheat." Farmer-friendly organisations have been issuing press statements to keep the pressure. Last year, cane farmers earned around Rs 130-135 per quintal. This year, they hope to fetch at least Rs 150 per quintal.

But the long, jointed fibrous stalk isn't just the region's primary crop. In these parts, sugarcane is synonymous with life. It's not only the spine of the local economy; it's also the soul of its social calendar. The quantum of production and its price decides both marriage spending and motorcycle sales. The crop acts as a guarantee for farmers in need of loans. In these badlands, where kidnapping is a cottage industry, it means a lot for criminals too.

"Before the harvest, kidnappers hide their victims in tall sugarcane fields. After the crop is reaped, the venue shifts elsewhere," says Amarendra Sengar, SP, Muzaffarnagar district. "But unlike Punjab, where festivals like Lohri are linked to wheat harvesting, no such celebrations are associated with sugarcane," says Muzaffarnagar-based psychologist Sanjay Singh.

Statistics show UP contributes about 44% of India's total cane production. About 2.25 million hectares is under sugarcane cultivation. In 2005-06, the state produced around 135 million tonnes of the crop.

And western UP is cane heartland. As Pervez Garg of Mansurpur Traders Association puts it succinctly, "Everything we do or don't do is linked to sugarcane." Sari sales in his shop rise by 30% during the harvest season. Mobile phone retailer Sudesh Kumar sells three phones on an average during the off-season but the harvest months (November to March), sees sales move north to six phones a day. "Sometimes, the number is as high as nine," he informs. But for a liquor seller in Khatauli kasba, the season has a different meaning. "To me, it means the end of the beer and the beginning of whisky season," he says.

Guest Editor's CHOICE

BUMPER CROP: Sales of consumer goods like bikes and mobiles surge during the harvest months in rural parts of western UP

► Delays irk farmers, P 19

زرعی علاقوں میں خوردہ فروشی

لبرلائزیشن کی پالیسی جو1980 کے آخر سے شروع ہوئی ہے کا زرعی اور دیہی سماج پر زبردست اثر پڑا ہے۔اس پالیسی کے تحت عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کی شراکت ناگزیر ہوتی ہے جس کا مقصد زیادہ آزاد بین الاقوامی تجارتی نظام ہے جس میں ہندوستانی بازاروں کو درآمد کے لیے کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دہائیوں تک ریاست کے تعاون اور محفوظ بازاروں کے بعد ہندوستانی کسانوں کو عالمی بازار سے مسابقت کا سامنا کرنا ہے۔مثال کے طور پر ہم سبھی نے درآمد کیے ہوئے پھلوں اور دیگر غذائی اشیا کو اپنے مقامی بازاروں یا دکانوں میں دیکھا ہے۔یہ وہ اشیا ہیں جو درآمد سے متعلق بندشوں کے سبب کچھ سال پہلے تک دستیاب نہیں تھیں۔حال ہی میں ہندوستان نے گیہوں کی درآمد کا ایک متنازعہ فیصلہ کیا۔یہ اناج میں خود کفالت کی سابقہ پالیسی کے بالکل برعکس تھا۔ یہ آزادی کے بعد کے ابتدائی سالوں میں امریکہ کے اناج پر ہمارے انحصار کی تلخ یاد دلاتا ہے۔

یہ زراعت کی عالم کاری عمل یا زراعت کو ایک بڑے عالمی بازار میں شمولیت کی نشاندہی کرتا ہے۔یہ وہ عمل ہے جس کا براہ راست اثر کسانوں اور دیہی سماج پر پڑا۔ مثال کے طور پر پنجاب اور کرناٹک جیسے بعض علاقوں میں کسانوں نے کچھ کثیر قومی کمپنیوں (جیسے پیپسی کمپنی) کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ مخصوص فصلیں اگائیں گے (جیسے ٹماٹر اور آلو)۔انھیں یہ کمپنیاں ان سے عمل کاری (processing) یا برآمد کے لیے خرید لیتی ہیں۔ایسے معاہدہ پر مبنی کھیتی کے طریقے میں کمپنیاں اگائی جانے والی فصلوں کی شناخت کرتی ہیں، بیج اور دیگر اشیا اور کثیر معلومات وطریقۂ کار اور اکثر ضروری سرمایہ(ورکنگ کیپٹل) فراہم کرتی ہیں جس کے بدلے میں کسانوں کو بازار کی طرف سے مطمئن رہنا ہے کیونکہ کمپنیاں ضمانت دیتی ہیں کہ وہ پہلے سے متعین قیمت پر پیداوار کو خرید لیں گی۔ یہ معاہدہ کھیتی کچھ مخصوص مدوں جیسے کٹ فلاور، انگور، انجیر اور انار جیسے پھل، کپاس اور سرسوں وغیرہ کے لیے بہت عام ہے۔حالانکہ معاہدہ کھیتی سے کسانوں کو مالیاتی تحفظ فراہم ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ذریعہ معاش کے لیے اُن کمپنیوں پر منحصر بھی ہوجاتے ہیں۔ برآمد رخی اشیا کی معاہدہ کھیتی (جیسے پھول اور کھیرے کے لیے) کا مطلب یہ بھی ہے زرعی زمین کا استعمال اناج کی پیداوار کے لیے نہیں ہو پارہا۔'معاہدہ کھیتی' کی سماجی اہمیت یہ ہے کہ یہ بہت لوگوں کو پیداواری عمل سے الگ کر دیتی ہے اور ان کے اپنے ملکی یا دیسی عمل کو بے معنی بنا دیتی ہے۔اس کے علاوہ معاہدہ کھیتی میں بنیادی

© NCERT not to be republished

طور پر ممتاز اشیا کی پیداوار کی جاتی ہے چونکہ اس میں اکثر کھاد اور کیڑے مار دواؤں کی اونچی مقدار استعمال کی جاتی ہے، اس لیے یہ ماحولیاتی نقطۂ نگاہ سے محفوظ کھیتی نہیں ہے۔

پھولوں کی کھیتی

زراعت کی عالم کاری کا ایک غالب پہلو کثیر قومی کمپنیوں کا اس میدان میں زرعی مدوں جیسے بیج، کیڑے مار دواؤں اور کھاد کے فروخت کاروں کے طور پر داخلہ ہے۔ گزشتہ دہائی سے حکومت نے زرعی ترقیاتی پروگراموں میں کمی کی ہے اور 'زرعی توسیع' عوامل کی جگہ گاؤں میں بیج، فرٹیلائزر اور کیڑے مار ادویات کے ایجنٹوں نے لے لی ہے۔ یہ ایجنٹ اکثر کسانوں کے لیے نئے بیجوں اور زرعی کاموں کے لیے معلومات کے واحد ذریعہ ہوتے ہیں جو بلاشبہ اپنی پیداوار فروخت کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس سے کسانوں کا مہنگی کھاد اور کیڑے مار ادویات پر انحصار بڑھا جس سے ان کا فائدہ کم ہوا اور بہت سے کسان مقروض بھی ہو گئے ہیں۔

باکس 4.3

کسانوں کی خودکشی

ملک کے مختلف حصوں میں 98-1997 سے کسانوں کی خودکشی کا تعلق زراعت میں ساختی تبدیلی اور معاشی وزرعی پالیسیوں میں تبدیلی سے پیدا زرعی مسائل سے ہے۔ ان میں شامل ہیں: زمین کی ملکیت میں بدلتی وضع؛ فصلوں کے اگانے کے انداز میں تبدیلی خاص طور پر نقدی فصلوں کی طرف منتقلی کے سبب، نرم کاری پالیسیاں جس سے گلوبلائزیشن کی قوتوں سے ہندستان کی زراعت کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اونچی لاگت کے وسائل پر زبردست انحصار؛ ریاست کا زرعی توسیعی سرگرمیوں سے باہر ہونا اور کثیر قومی بیج اور کھاد کمپنیوں کے ذریعہ ان کی جگہ لینا؛ زراعت کے لیے ریاستی تعاون میں کمی؛ زراعتی عمل کو انفرادی بنانا۔ سرکاری اعدادوشمار کے مطابق آندھرا پردیش، کرناٹک، کیرل اور مہاراشٹر میں 2001 اور 2006 کے درمیان 8,900 کسانوں نے خودکشی کی (سوری 2006:1523)

جب کہ ہندوستان میں صدیوں سے وقتاً فوقتاً خشک سالی، فصل کے خراب ہونے یا قرض کے سبب پریشانی کا سامنا کرتے رہے ہیں لیکن کسانوں کی خودکشی کے واقعے نئے معلوم ہوتے ہیں۔ ماہرین سماجیات نے اس مظہر کی توضیح زراعت اور زرعی سماج میں ہونے والی ساختی اور سماجی تبدیلی کے تناظر میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ایسی خودکشی ''مربوط واقعے'' (matrix events) بن گئے ہیں یعنی عوامل کا ایک سلسلہ مل کر ایک واقعہ بناتا ہے۔خودکشی کرنے والے بہت سے کسان حاشیائی کسان تھے جو بنیادی طور پر سبز انقلاب کے طریقوں کا استعمال کر کے اپنی پیداواریت بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے۔حالانکہ اس طرح سے پیداوار اختیار کرنے کا مطلب کئی طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا ہے۔ زرعی رعایتوں میں کمی کے سبب پیداوار کی لاگت میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے، بازار مستحکم نہیں ہیں اور بہت سے کسان اپنی پیداوار بڑھانے کے لیے مہنگے درآمدات میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے کافی قرض لے لیتے ہیں۔فصل کے خراب ہونے (کسی بیماری یا کیڑے مکوڑوں کے پھیلاؤ کے سبب، زائد بارش یا خشک سالی کے سبب) اور کچھ معاملوں میں موزوں تعاون یا بازار قیمت میں کمی کے سبب کسان قرض کا بوجھ اٹھانے یا اپنے خاندان کا گزر بسر کرنے میں نا اہل ہوتے ہیں، دیہی علاقوں میں بدلتی ثقافت جس میں شادی، جہیز اور دیگر نئی سرگرمیوں اور تعلیم وصحت کی دیکھ بھال کے اخراجات کے سبب زیادہ آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے سے ایسی پریشانیوں کی شدت بڑھ جاتی ہے (واسوی، 1999)

سرگرمی 4.4

اخبار کا بغور مطالعہ کیجیے۔ٹیلی ویژن یا ریڈیو پر خبریں سنیے۔ان میں کب کب دیہی علاقوں کی چیزیں ہوتی ہیں؟ کس طرح کے مسائل کو عموماً خبر بنایا جاتا ہے؟

کسانوں کی خودکشی کا معاملہ زبردست بحران کی نشاندہی کرتا ہے جسے دیہی علاقوں میں محسوس کیا جا رہا ہے۔زراعت بہت سے لوگوں کے لیے غیر مستحکم بنتی جا رہی ہے اور زراعت کے لیے ریاست کا تعاون بھی بہت کم ملتا ہے۔اس کے علاوہ زراعتی امور اب اہم عوامی امور نہیں رہ گئے ہیں اور حرکت پذیری میں کمی کے سبب کسان طاقتور دباؤ گروپ بنانے میں نا اہل ہیں جو پالیسی سازی کو اپنے حق میں اس کے یا اس پر اثر انداز ہو سکے۔زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کی خواہش اور زرعی پیداوار میں آنے والی تبدیلیوں اور سماجی بحران کسانوں کی خودکشی کی اصل وجہ ہے۔مختلف سماجی بحران فطری اتھل پتھل کے باعث بھی ہے۔ پردھان منتری فصل بیمہ یوجنا، گرامین ادے سے بھارت ادے مہم کے ساتھ نیشنل اربن مشن جیسے پروگرام ہیں جنہیں حکومت ہند چلا رہی ہے۔ ان سے کسانوں کی مدد کا راستہ ہموار ہوا ہے اس کے علاوہ ان پروگراموں کے ذریعہ دیہی زندگی کی سہولیات میں کافی بہتری آئی ہے۔

سوالات

1۔ درج ذیل کو پڑھیں اور سوالوں کے جواب دیں۔

اگھن بیگھا میں مزدوروں کے دشوار کن کام کی صورت حال مالکوں کے ایک طبقے کی معاشی قوت اور غالب ذات کے ممبر کے طور پر بے انتہا طاقت کے مجموعی اثر کا نتیجہ تھی۔مالکوں کی سماجی طاقت کا ایک اہم پہلو ریاست کے مختلف اجزا کا اپنے مفاد میں مداخلت کی صلاحیت تھی۔اس طرح غالب اور نچلے طبقے کے درمیان خلا وسیع کرنے میں سیاسی عوامل کا فیصلہ کن رول رہا ہے۔

i مالک ریاست کی طاقت کو اپنے مفاد کے لیے کیسے استعمال کر سکے، اس بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟

ii مزدوروں کے کام کے حالات دشوار کن کیوں تھے؟

2۔ بے زمین زرعی مزدوروں اور مہاجرت کرنے والے مزدوروں کے مفادات کے تحفظ کے لیے آپ کے مطابق حکومت نے کیا تدابیر کی ہیں، یا کی جانی چاہئیں؟

© NCERT not to be republished

3۔ زرعی مزدوروں کی حالت اوران کی سماجی ومعاشی حرکت پذیری کی کمی کے درمیان سیدھا تعلق ہے۔ان میں سے چند کے نام بتائیے۔

4۔ وہ کون سے عوامل ہیں جن سے کچھ گروپوں کے نئے امیر،مہم جو اور غالب طبقے کی شکل میں تبدیلی ممکن ہوئی ہے؟ کیا آپ اپنی ریاست میں اس تبدیلی کی مثال کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟

5۔ ہندی اور علاقائی زبانوں کی اکثر فلمیں دیہی ماحول کی ہوتی ہیں۔دیہی ہندوستان پر مبنی کسی فلم کے بارے میں سوچیے اور اس میں بتائے گئے کاشت کار سماج اور ثقافت کا بیان کیجیے۔اس میں دکھائے گئے منظر کتنے حقیقی ہیں؟ کیا آپ نے حال میں دیہی علاقے پر مبنی کوئی فلم دیکھی ہے؟ اگر نہیں تو آپ اس کی تشریح کس طرح کریں گے؟

6۔ اپنے پڑوس میں کسی تعمیراتی مقام،اینٹ کے بھٹے یا کسی دیگر مقامات پر جائیں جہاں آپ کو مہاجر مزدوروں کے ملنے کا امکان ہو،پتہ لگائیے کہ وہ مزدور کہاں سے آئے ہیں؟ ان کے گاؤں سے ان کی بھرتی کس طرح کی گئی،ان کا آجر کون ہے؟ اگر وہ دیہی علاقے سے ہیں تو گاؤں میں ان کی زندگی کے بارے میں پتہ لگائیے اور انھیں کام کی تلاش میں ہجرت کرکے باہر کیوں جانا پڑا؟

7۔ اپنے مقامی پھل فروخت کرنے والے کے پاس جائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ پھل جو وہ فروخت کرتا ہے،کہاں سے آئے ہیں اور ان کی قیمت کیا ہے۔پتہ لگائیے کہ ہندوستان کے باہر سے پھلوں کی درآمد (جیسے آسٹریلیا سے سیب) کے بعد مقامی پیداوار کی قیمتوں کا کیا ہوا؟ کیا کوئی ایسا درآمد کیا ہوا پھل ہے جو ہندوستانی پھلوں سے سستا ہے؟

8۔ دیہی ہندوستان میں ماحول کی حالت کے بارے میں معلومات اکٹھا کرکے ایک رپورٹ لکھیں۔مثال کے لیے موضوع، کیڑے مار دویہ،آبی سطح میں کمی،ساحلی علاقے میں جھینگوں کا کھیتی پر اثر،زمین کی نمکینی،اور نہر سے آب پاشی علاقوں میں پانی کا جم جانا،حیاتیاتی تنوع میں کمی۔

ممکنہ ماخذ: اسٹیٹ آف انڈیا ز انوائرمنٹ رپورٹز: رپورٹز فرام سینٹر فار سائنس اینڈ ڈیولپمنٹ،ڈاون ٹو ارتھ۔

حوالہ جات (REFERENCES)

Agarwal, Bina. 1994. *A Field of One's Own; Gender and Land Rights in South Asia.* Cambridge University Press. New Delhi.

Breman, Jan. 1974. *Patronage and Exploitation; Changing Agrarian Relations in South Gujarat.* University of California Press. Berkeley.

Breman, Jan. 1985. *Of Peasants, Migrants and Paupers; Rural labour Circulation and Capitalist Production in West India.* Oxford University Press. Delhi.

Breman, Jan and Sudipto Mundle (Eds.). 1991. *Rural Transformation in Asia.* Oxford University Press. Delhi.

Das, Raju J. 1999. 'Geographical unevenness of India's Green Revolution', *Journal of Contemporary Asia.* 29 (2).

Gupta, Akhil. 1998. *Postcolonial Developments: Agriculture in the Making of Modern India.* Oxford University Press. Delhi.

Kumar, Dharma. 1998. *Colonialism, Property and the State.* Oxford University Press. Delhi.

Rutten, Mario. 1995. *Farms and Factories; Social Profile of Large Farmers and Rural Industrialists in West India.* Oxford University Press. Delhi.

Srinivas, M.N. 1987. *The Dominant Caste and Other Essays.* Oxford University Press. Delhi.

Suri, K.C. 2006. 'Political economy of agrarian distress'. *Economic and Political Weekly.* 41:1523-29.

Thorner, Alice. 1982. 'Semi-feudalism or capitalism? Contemporary debate on classes and modes of production in India'. *Economic and Political Weekly.* 17:1961-68, 1993-99, 2061-66.

Thorner, Daniel. 1991. Agrarian structure. In Dipankar Gupta (Ed.), *Social Stratification.* Oxford University Press. Delhi.

Vasavi, A.R. 1994. Hybrid Times, Hybrid People: Culture and Agriculture in South India, Man, *Journal of the Royal Anthropological Society.* (29) 2.

Vasavi, A.R. 1999a. 'Agrarian distress in Bidar: State, Market and Suicides'. *Economic and Political Weekly.* 34:2263-68.

Vasavi, A.R. 1999b. *Harbingers of Rain: Land and Life in south India.* Oxford University Press. Delhi.

© NCERT
not to be republished

5274CH05

5

صنعتی سماج میں تبدیلی اور ترقی

(Change and Development in Industrial Society)

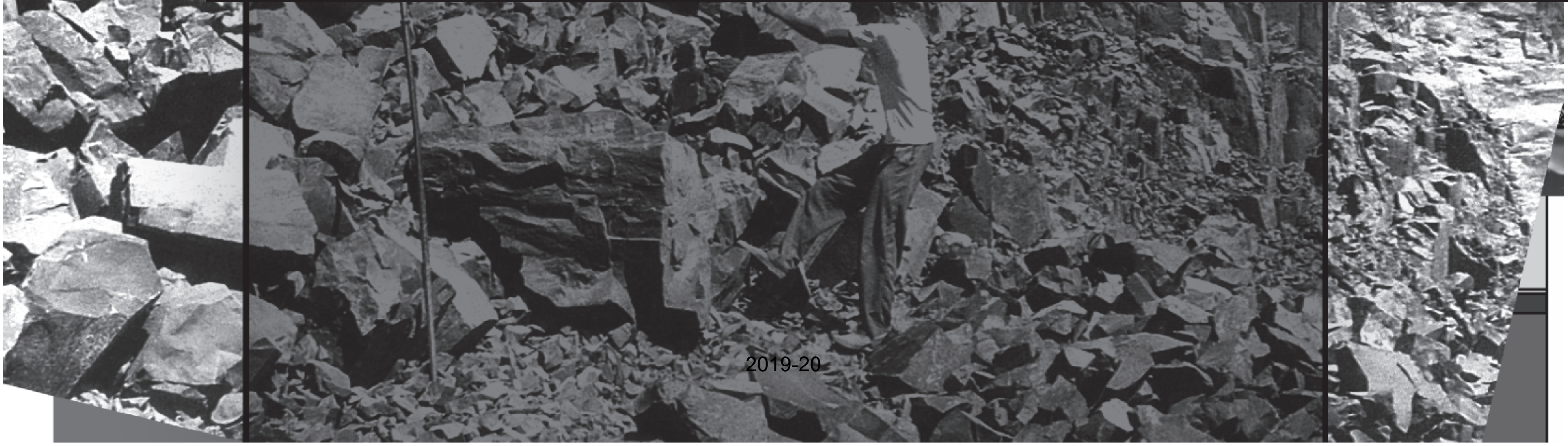

آپ نے آخری بار کون سی فلم دیکھی تھی؟ آپ یقیناً اس کے ہیرو اور ہیروئن کا نام بتا سکتے ہیں، لیکن کیا آپ کو ساؤنڈ اور لائٹ ٹکنیشین، میک اپ آرٹسٹ یا رقص سازوں (choreographers) کے نام یاد ہوں گے؟ کچھ لوگوں جیسے سیٹ کو تیار کرنے والے بڑھئی کے نام کا ذکر ان کے کام کے اعتراف کے لیے بھی کیا جانا مناسب نہیں سمجھا جاتا جب کہ ان سبھی کے تعاون کے بغیر فلم نہیں بنائی جا سکتی۔ بالی ووڈ آپ کے لیے اور میرے لیے خوابوں کی ایک دنیا ہو سکتی ہے لیکن بہت سے لوگوں کے لیے یہ کام کا میدان ہے۔ کسی دیگر صنعت کی طرح اس میں کام کرنے والے بھی یونین کا حصہ ہیں۔ مثال کے لیے رقاص، کرتب باز (یا دشوار گزار مرحلہ سر کرنے والے فن کار) اور معاون فن کار، یہ سبھی جونیئر آرٹسٹ ایسوسی ایشن کا حصہ ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ آٹھ گھنٹے کی شفٹ، مناسب اجرتیں اور کام کرنے کے حالات محفوظ ہوں۔ اس صنعت میں تیار پروڈکٹ کی تشہیر کی جاتی ہے اور فلم ڈسٹری بیوٹروں اور سینما ہال کے مالکوں کے ذریعہ اور میوزک کیسٹوں وڈیو کی شکل میں اس کی مارکیٹنگ یا فروخت کاری کی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو اس صنعت میں کام کرتے ہیں دوسروں کی طرح اس شہر میں رہتے ہیں لیکن شہر میں رہائش ان کے مختلف کام ان کی شناخت اور آمدنی اور کتنا کماتے پر منحصر ہوتا ہے۔ فلمی ستارے اور کپڑا ملوں کے مالک جوہو جیسے مقامات پر رہتے ہیں جب کہ عارضی فن کار اور ٹیکسٹائل مزدور گورے گاؤں جیسی جگہوں پر رہ سکتے ہیں۔ بعض لوگ پانچ ستارہ ہوٹلوں میں اور جاپان کا سوشی جیسا کھانا کھاتے ہیں جب کہ کچھ ٹھیلوں یا ریڑھیوں سے لے کر بڑا پاؤ کھاتے ہیں۔ ممبئی کے لوگوں کو، وہ کہاں رہتے ہیں، کیا کھاتے ہیں، کتنا قیمتی کپڑا پہنتے ہیں کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے، لیکن کچھ عام باتوں یا جو شہر کی فراہم کردہ اشیا کی بنیاد پر وہ متحد بھی ہیں۔ وہ یکساں طور پر فلمیں اور کرکٹ میچ دیکھتے ہیں، وہ یکساں فضائی آلودگی سے متاثر ہوتے ہیں اور ان سب کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ ان کے بچے بہتر کریں۔

یہ لوگ کہاں اور کیسا کام کرتے ہیں وہ کس طرح کی حرفت اپناتے ہیں، یہ سب ان کی شناخت کا جز ہوتے ہیں۔ اس باب میں ہم دیکھیں گے کہ ٹیکنالوجی میں ہونے والی تبدیلی اور دستیاب کام کی قسم نے ہندوستان میں سماجی رشتوں میں تبدیلی پیدا کی ہے۔ دوسری طرف سماجی ادارے جیسے ذات، قرابت داری، جنس اور خطہ بھی کام کی تنظیم کے طریقے یا اشیا کو بازار میں پیش کرنے کے طریقے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ ماہرین سماجیات کے لیے تحقیق کا وسیع میدان ہے۔

مثال کے طور پر ہم عورتوں کو بعض دیگر شعبوں جیسے انجینئرنگ کے بجائے نرسنگ اور تدریسی کاموں میں زیادہ کیوں پاتے ہیں؟ یہ محض ایک اتفاق ہے یا اس کے پیچھے سماج کی یہ سوچ ہے کہ عورتیں نگہداشت اور پرورش کرنے جیسے کاموں کے لیے بہ نسبت زیادہ موزوں ہیں؟ جب کہ نرسنگ کے کام میں ایک پل کو ڈیزائن کرنے کی نسبت زیادہ جسمانی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر عورتیں انجینئرنگ کے میدان میں زیادہ جاتی ہیں تو وہ اس پیشے پر کیسے اثر انداز ہوں گی؟ خود سے پوچھیں کہ کیوں ہندوستان میں کافی کے اشتہار میں پیکٹ پر دو کپ دکھائے جاتے ہیں جب کہ امریکہ میں ایک کپ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے ہندوستانی کافی پینے کو راہِ رسم نبھانے کا ایک موقع مانتے ہیں جب کہ امریکہ میں کافی پینے کو صبح سویرے اٹھ کر تازگی لانے والے مشروب جیسا مانا جاتا ہے۔ ماہرین سماجیات ان سوالوں میں دلچسپی لیتے ہیں کیا پیدا کرتا ہے، کون کہاں کام کرتا ہے، کس کو اور کیسے فروخت کرتا ہے۔ یہ انفرادی دلچسپیاں نہیں بلکہ سماجی طرز عمل کے نتائج ہیں۔ عوامی دلچسپیاں یا ترجیحات سماجی طرز عمل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

© NCERT not to be republished

5.1 صنعتی سماج کا خاکہ (IMAGES OF INDUSTRIAL SOCIETY)

سماجیات کی بہت سی اہم تصنیفات اس وقت سامنے آئیں جب صنعت کاری نئی نئی تھی اور مشینوں کو اہمیت حاصل ہو رہی تھی۔ کارل مارکس، میکس ویبر اور ریمل درخائم جیسے مفکرین نے صنعت کے ساتھ بہت سی سماجی خصوصیات منسلک کیں۔ جیسے شہر کاری جس میں راست رشتوں کو کافی نقصان پہنچا جو دیہی علاقوں میں پائے جاتے تھے جہاں کے لوگ اپنے کھیتوں یا اپنی جان پہچان کے زمین مالکوں کے یہاں کام کرتے تھے۔ ان کی جگہ جدید فیکٹریوں اور کام کی جگہوں پر انجان پیشہ ورانہ رشتوں نے لے لی۔ صنعت کاری میں قوت کار کی ایک تفصیلی تقسیم ہوتی ہے۔ لوگ اپنے کام کے آخری نتیجے کو اکثر نہیں دیکھتے کیونکہ انھیں پروڈکٹ کے صرف ایک چھوٹے سے حصے کو بنانا ہوتا ہے۔ یہ کام اکثر دہرانے اور تھکانے والا ہوتا ہے لیکن پھر بھی بالکل ہی کام نہ کرنے یا بے روزگار رہنے سے تو بہتر ہی ہے۔ مارکس نے اس صورت حال کو بے گانگی کا عمل کہا جس میں لوگ اپنے کام سے خوش نہیں ہوتے اور کام کو صرف اپنی بقا کے لیے کچھ کرنے جیسا سمجھتے ہیں۔ ان کی بقا بھی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ کیا ٹیکنالوجی نے انسانی محنت کے لیے کچھ جگہ چھوڑی بھی ہے؟

صنعت کاری کم سے کم بعض حلقوں میں زبردست مساوات پیدا کرتی ہی ہے۔ مثلاً ریل، گاڑیوں بسوں اور سائبر کیفے میں ذات پات پر مبنی امتیاز نہیں ہوتا جب کہ دوسری طرف نئی فیکٹری یا کام کی جگہوں پر تفریق کی پرانی شکلیں اب بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ حالانکہ اب سماجی عدم مساوات کم ہو رہی ہے معاشی یا آمدنی سے متعلق عدم مساوات بڑھ رہی ہے۔ اکثر سماجی عدم مساوات اور آمدنی سے متعلق نابرابری ایک دوسرے سے پیوست ہو بھی جاتی ہے، مثال کے طور پر اچھی تنخواہ والے پیشوں جیسے طب، قانون یا صحافت میں اونچی ذات کا اب بھی غلبہ ہے۔ زیادہ تر ایسا بھی ہوتا ہے کہ یکساں کام کے لیے عورتوں کو مردوں کی نسبت کم ادائیگی ہوتی ہے۔

اولین ماہرین سماجیات نے صنعت کاری کو مثبت اور منفی دونوں سے دیکھا ہے۔ جدید کاری نظریہ کے زیر اثر 20 ویں صدی کے وسط سے صنعت کاری کو ناگزیر اور مثبت دیکھا جا رہا ہے۔ جدید کاری نظریے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ جدید کاری میں سماج مختلف مراحل سے گزرتا ہے لیکن ان سبھی میں ایک ہی سمت ہوتی ہے۔ ان نظریہ سازوں کے مطابق جدید سماج کی نمائندگی مغرب کے ذریعہ کی جا رہی ہے۔

> **سرگرمی 5.1**
>
> نظریہ اجتماع (Convergene thesis) جسے جدید کاری کے نظریہ ساز کلارک کیر (Clark Kerr) نے آگے بڑھایا، کے مطابق 21 ویں صدی کے صنعت یافتہ ہندوستان میں 19 ویں صدی کے ہندوستان کی خصوصیات ملنے کی بہ نسبت 21 ویں صدی کے چین یا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خصوصیات زیادہ ملتی ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ بات صحیح ہے؟ کیا تہذیب، زبان اور روایات نئی ٹیکنالوجی کے سبب ختم ہو جاتی ہیں اور کیا لوگوں کے ذریعہ نئے پروڈکٹ اپنانے کے انداز پر تہذیب کا اثر ہوتا ہے۔ ان مسائل پر مثالیں دیتے ہوئے اپنے خیالات ایک صفحے پر تحریر کیجیے۔

5.2 ہندوستان میں صنعت کاری (INDUSTRIALISATION IN INDIA)

ہندوستانی صنعت کاری کی خصوصیات (THE SPECIFICITY OF INDIAN INDUSTRIALISATION)

ہندوستان میں صنعت کاری کا تجربہ کئی لحاظ سے مغربی نمونے جیسا تھا تو کئی لحاظ سے مختلف بھی تھا۔ مختلف ملکوں کے تقابلی

© NCERT not to be republished

تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ صنعتی سرمایہ کاری کا کوئی معیاری نمونہ نہیں ہے۔ آیئے ہم اسے ایک فرق سے شروع کرتے ہیں، لوگ کیا کر رہے ہیں ان کے کام کی قسم سے اس کو وابستہ کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں لوگوں کی اکثریت سروس یا خدماتی شعبہ میں کام کرتی ہے، اس کے بعد صنعت میں اور 10 فی صد سے کم زراعت میں کام کرتے ہوتے۔ (بین الاقوامی محنت تنظیم (ILO) کے اعداد وشمار) ہندوستان میں، 2000–1999 میں تقریباً 60 فی صد لوگ ابتدائی شعبہ (زراعت اور کان کنی) میں، 17 فی صد ثانوی شعبہ (مینوفیکچرنگ، تعمیرات اور افادیت وسہولیات) اور 23 فی صد لوگ ثالثی شعبہ (تجارت، نقل وحمل مالی خدمات وغیرہ) میں لگے ہوئے تھے۔ تاہم، اگر ہم ان شعبوں کی معاشی نمو دیکھیں تو زراعتی عمل کا حصہ تیزی سے کم ہوا ہے اور اس شعبہ میں یہ اشتراک تقریباً نصف ہو گیا۔ یہ ایک کافی سنجیدہ صورت حال ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس شعبہ میں زیادہ لوگ کام سے لگے ہیں وہ زیادہ آمدنی کے اہل نہیں ہے (حکومت ہند، معاشی سروے 2001–2001)

ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں میں ایک اور بڑا فرق باقاعدہ تنخواہ یافتہ روزگار میں لوگوں کی تعداد سے متعلق ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں اکثریت باضابطہ روزگار میں لگی ہے۔ ہندوستان میں 50 فی صد سے زیادہ خود کے روزگار سے وابستہ ہیں، صرف تقریباً 14 فی صد باقاعدہ تنخواہ یافتہ روزگار ہیں جب کہ تقریباً 30 فی صد بے ضابطہ یا اتفاقی مزدور ہیں (اننت 2005:239)

ساتھ میں دیے گئے جدول سے 2000–1999، 2004-5 اور 2009-10 کے درمیان دیہی اور شہری علاقوں میں تبدیلیوں کا پتہ چلتا ہے۔ ماہرین معاشیات اور دوسرے منظّم اور غیر منظّم شعبہ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

تمام کامگاروں کی مختلف سالوں میں دیہی اور شہری علاقے کی خود روزگار، مستقل اور غیر مستقل روزگار کی حیثیت کی فیصدی تقسیم

	سال			
	1993-94	1999-2000	2004-05	2009-10
دیہی علاقے				
خود روزگار	58.0	55.8	60.2	54.2
تمام مزدور کامگار*	42.0	44.2	39.9	45.9
مستقل	6.5	6.8	7.1	7.3
غیر مستقل	35.6	37.4	32.8	38.6
شہری علاقے				
خود روزگار	42.3	42.2	45.4	41.1
تمام مزدور کامگار*	57.7	57.8	54.5	58.9
مستقل	39.4	40.0	39.5	41.4
غیر مستقل	18.3	17.7	15.0	17.5

* ماخذ: روزگار پر دوسری سالانہ رپورٹ۔ 2011

یہ بحث کا موضوع ہے کہ ان شعبوں کی تعریف کیسے کی جائے۔ ایک تعریف کے مطابق منظّم شعبہ کی کل اکائی میں 10 اور یا اس سے زائد لوگوں کے پورے سال روزگار میں رہنے سے ان شعبوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ سرکاری طور پر ان کا رجسٹریشن ہونا چاہیے تاکہ ملازمین کو تنخواہ، پنشن اور دوسرے فوائد مل سکیں۔ ہندوستان میں 90 فی صد لوگ زراعت اور خدمات کے غیر منظّم یا غیر رسمی شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ منظّم شعبہ کی چھوٹی سی تعداد کا سماجی اطلاق کیا ہے؟ زراعت، صفت اور خدمات کے غیر منظّم یا غیر رسمی شعبوں میں۔

پہلا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت کم لوگ بڑی فرموں میں روزگار کرتے ہیں جہاں وہ دیگر علاقوں اور پس منظر کے لوگوں سے مل پاتے ہیں۔ شہری زندگی اس کے لیے کچھ اصلاحی عمل کا موقع فراہم کرتی ہے۔ کیونکہ شہر میں رہنے والا آپ کا پڑوسی کسی مختلف جگہ کا ہوسکتا ہے۔ جب کہ بڑے پیمانے پر زیادہ تر ہندوستانی اب بھی چھوٹے پیمانے والے کام کے مقامات پر کام کرتے ہیں۔ یہاں ذاتی رشتے کام کے متعدد پہلوؤں کا تعین کرتے ہیں۔ اگر آجر آپ کو پسند کرتا ہے تو تنخواہ بڑھ سکتی ہے اور اگر آپ اس سے لڑتے جھگڑتے ہیں تو آپ ملازمت یا کام سے محروم ہوسکتے ہیں۔ بڑی تنظیموں میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کچھ مقررہ اصول ہوتے ہیں۔ جن کی بہتر طور پر توضیح کی جاتی ہے، وہاں تقرری کا معاملہ زیادہ شفاف ہوتا ہے۔ اگر آپ کے اپنے سرپرست حاکم سے بعض اختلاف ہوتے ہیں تو اس کے لیے شکایتوں اور ان کی تلافی کا طریقۂ کار مقرر ہوتا ہے۔ دوسرے، بہت ہی کم ہندوستانیوں کی رسائی نفع بخش اور محفوظ ملازمت کے تئیں ہو پاتی ہے جن میں دو تہائی سرکاری ملازمت میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری ملازمت زیادہ مقبول ہے۔ باقی ضعیفی میں اپنے بچوں کے دست نگر ہونے پر مجبور ہیں۔ ذات، مذہب اور علاقائی حدوں پر قابو پانے میں سرکاری ملازمتوں نے ایک اہم کردار نبھایا ہے۔ ایک ماہر سماجیات نے دلیل دی ہے کہ یہی وجہ ہے کہ عوامی شعبہ کے بھیلائی اسٹیل پلانٹ میں فرقہ وارانہ فساد کبھی نہیں واقع ہوئے۔ کیوں کہ وہاں ہندوستان کے سبھی علاقوں کے لوگ مل جل کر کام کرتے ہیں۔ تیسرے، چونکہ بہت ہی کم لوگ یونین ممبر ہیں جو منظم شعبہ کی خاصیت ہے وہ مناسب اجرتوں اور محفوظ کام کرنے کی حالتوں کے لیے اجتماعی جدوجہد کا تجربہ نہیں رکھتے۔ حکومت نے اب غیر منظم شعبوں کی صورت حال پر نگرانی رکھنے کے لیے قانون بنائے ہیں لیکن عملاً آجر یا ٹھیکے دار کی متلون مزاجی اور خیالات کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔

ہندوستان کی آزادی کے ابتدائی سالوں میں صنعت کاری (INDUSTRIALISATION IN THE EARLY YEARS OF INDIAN INDEPENDENCE)

ہندوستان کی آزادی کے ابتدائی سالوں میں کپاس، جوٹ، کوئلہ کانیں اور ریلوے ہندوستان کی پہلی جدید صنعتیں تھیں۔ آزادی کے بعد حکومت نے معیشت کی فیصلہ کن بلندیوں کو اختیار کیا۔ اس میں دفاع، نقل و حمل، مواصلات، توانائی اور دیگر پروجیکٹوں کو شامل کیا گیا جنھیں صرف حکومت ہی انجام دینے کی قدرت رکھتی تھی اور یہ نجی صنعت کے فروغ کے لیے بھی ضروری تھا۔ ہندوستان کی مخلوط معاشی پالیسی میں کچھ شعبوں کو حکومت کے لیے محفوظ کیا گیا جب کہ کچھ کو نجی شعبوں کے لیے کھول دیا گیا۔ اس میں بھی حکومت نے اپنی لائسنس دینے کی پالیسی کے ذریعہ یہ یقینی بنانے کی کوشش کی کہ یہ صنعتیں مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہوں۔ آزادی سے پہلے صنعتیں خاص طور پر بندرگاہ والے شہروں جیسے مدراس، ممبئی اور کلکتہ میں واقع تھیں لیکن اس کے بعد دیگر مقامات جیسے بڑودہ، کوئمبٹور، بنگلور، پونے، فرید آباد اور راج کوٹ بھی اہم صنعتی مراکز بن گئے۔ دیگر چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو بھی خصوصی ترغیب اور مدد دے کر حوصلہ افزائی کی کوشش کی گئی۔ بہت سی اشیا جیسے کاغذ اور لکڑی کے سامان، اسٹیشنری، شیشہ اور چینی مٹی چھوٹے پیمانے کے شعبہ کے لیے محفوظ تھے۔ 1991 تک کل کام کرنے والی آبادی میں سے صرف 28 فی صد بڑی صنعتوں میں ملازمت کر رہے تھے جب کہ 72 فی صد لوگ چھوٹے پیمانے اور روایتی صنعتوں سے وابستہ تھے۔ (رائے 2001:11)

گلوبلائزیشن، نرم کاری اور ہندوستانی صنعت میں تبدیلی (GLOBALISATION, LIBERALISATION AND CHANGE IN INDIAN INDUSTRY)

1990 کی دہائی سے حکومت نے نرم کاری (لبرلائزیشن) کی پالیسی اپنائی۔ نجی کمپنیاں خاص طور سے غیر ملکی فرموں کو ان شعبوں میں سرمایہ کاری کے لیے حوصلہ افزائی کی جارہی ہے جو پہلے حکومت کے لیے محفوظ تھے۔ ان میں ٹیلی مواصلات، شہری ہوابازی اور توانائی وغیرہ کے شعبہ شامل ہیں۔ صنعتوں کو کھولنے کے لیے آسانی سے دستیاب ہیں۔ نرم کاری کے نتیجے میں بہت سی ہندوستانی کمپنیوں کو کثیر قومی کمپنیوں کے ذریعہ خرید لیا گیا۔ ساتھ ہی کچھ ہندوستانی کمپنیاں بھی کثیر قومی کمپنیاں بنتی جارہی ہیں۔ اس کی پہلی مثال جب پارلے مشروبات کو کوکا کولا کے ذریعہ خرید لیا گیا۔ پارلے مشروبات کی سالانہ آمدنی 250 کروڑ روپیے تھی جب کہ کوکا کولا اشتہار پر ہی 400 کروڑ روپیے خرچ کرتی تھی۔ اشتہار کی اس سطح سے پورے ہندوستان میں کوک کے صرف کی مقدار بڑھی اور یہ بہت سے روایتی مشروبات کی جگہ اس کے ذریعہ پُر کی گئی۔ نرم کاری کا دوسرا میدان خوردہ فروشی ہوسکتی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں ہندوستانی ڈپارٹ مینٹل اسٹور سے خریداری کرنا پسند کریں گے یا وہ کاروبار سے باہر ہوجائیں گے؟

باکس 5.1

ہندوستانی بازار میں داخلے کے لیے جدو جہد

ہندوستانی بازار میں داخلے کے لیے جدو جہد کا خوردہ فروشی سلسلہ اس وقت ہندوستان کے زبردست خوردہ فروشی شعبہ میں داخلے کی مانگ کے تحت پوری دنیا کے بڑے بڑے سلسلے یا تجارتی گروہ جن میں وال مارٹ، اسٹور، کیریفور اور مائیسکو شامل ہیں، ملک میں داخلے کے لیے بہتر طریقہ تلاش کررہے ہیں حالانکہ بازار میں غیر ملکی راست اصل کاری پر حکومت نے پابندی لگادی ہے۔ ریلائنس انڈسٹریز اور بھارتی ایئرٹیل جیسے بڑے ہندوستانی کاروباری اداروں نے حال ہی میں زبردست سرمایہ کاری کی ہے جس سے غیر ملکی خوردہ فروشوں کے لیے اس میں جلد از جلد سرمایہ کاری کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ گزشتہ ہفتے بھارتی ایئرٹیل نے یہ اشارہ دیا کہ وال مارٹ، کیریفور اور ٹیسکو کے ساتھ خوردہ فروشی کی مشترکہ کاروباری مہم انجام دینے کی شروعات کرنے کی بات چیت ہوئی ہے۔...... ہندوستان کا خوردہ فروشی شعبہ نہ صرف یہ کہ اپنی تیز ترین نمو کے سبب ہی باعث کشش ہے بلکہ اہل خانہ کے ذریعہ ملک کے کاروبار کا 97 فی صد حصہ گلی محلے کی دکانوں کے توسط سے چلایا جارہا ہے لیکن اس صنعت کی خاصیت کو بجا طور پر دیکھتے ہوئے حکومت غیر ملکیوں کے بازار داخلے کو مشکل بنا رہی ہے۔ سیاست داں بار بار یہ دلیل دیتے ہیں کہ عالمی خوردہ فروش ہزاروں چھوٹے مقامی اور گھریلو تاجروں کے اس سلسلے کو اور حال ہی میں ابھرنے والے ملکی خوردہ فروش تاجر گروہوں کو برباد کردیں گے۔

ماخذ: انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹری بیون، 13 اگست 2006

حکومت متعدد عوامی شعبہ کی کمپنیوں میں اپنے شیئرز کو نجی شعبہ کو فروخت کرنے کی کوشش کررہی ہے جسے نا اصل کاری (سرمایہ فروخت کرنا) کہا جاتا ہے۔ کئی سرکاری ملازم اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ اس کے بعد وہ اپنی ملازمت سے محروم ہوجائیں گے۔ ماڈرن فوڈز جسے حکومت نے سستی قیمتوں پر صحت بخش بریڈ بنانے کے لیے قائم کیا تھا، وہ پہلی کمپنی تھی جس کی نجی کاری کی گئی تھی تو اس نے پہلے پانچ سالوں میں لگے ہوئے ملازمین کو جبراً ملازمت سے ریٹائر کردیا۔

© NCERT not to be republished

آیئے اب ہم دیکھیں کہ کس طرح یہ عالمی رجحانات کے مطابق ہے۔ زیادہ سے زیادہ کمپنیاں مستقل ملازمین کی تعداد میں کمی کررہی ہیں اور اپنے کام کو چھوٹی چھوٹی کمپنیوں اور گھروں کو سونپ رہی ہیں۔ جہاں تک کثیر قومی کمپنیوں کا سوال ہے وہ پوری دنیا میں باہر والوں سے کام کا معاہدہ کرتی ہیں جس میں ہندوستان جیسے ممالک بھی شامل ہیں جہاں مزدور سستے مل جاتے ہیں۔ چونکہ چھوٹی کمپنیوں کو بڑی کمپنیوں سے آرڈر لینے میں مسابقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے وہ اپنی اجرتیں کم رکھتی ہیں اور ان میں کام کے حالات بھی کمزور ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی فرموں کے لیے ٹریڈ یونین بنانا بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ تقریباً سبھی کمپنیاں حتی کہ حکومت بھی کسی نہ کسی شکل میں بیرونی وسائل اور معاہدے پر کام کرانے لگی ہیں۔ لیکن یہ رجحان خاص طور پر نجی شعبہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بحیثیت مجموعی کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان اب بھی بڑے پیمانے پر ایک زرعی ملک ہے۔ سروس یا خدماتی شعبہ جیسے دکانیں، بینک، انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT) صنعت، ہوٹل اور دیگر خدمات میں زیادہ سے زیادہ ملازمت لوگ حاصل کررہے ہیں تعداد بڑھ رہی ہے اس کے ساتھ وہ قدریں بھی بڑھ رہی ہیں جو ٹیلی ویژن سیریل اور فلموں میں ہم دیکھتے ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں بہت کم لوگوں کے پاس محفوظ روزگار ہیں یہاں تک کہ کم تعداد کے باقاعدہ تنخواہ یافتہ روزگار بھی معاہدہ محنت میں اضافے کے سبب زیادہ غیر محفوظ ہوتے جارہے ہیں۔ اب تک سرکاری ملازمت بیشتر لوگوں کی فلاح و بہبود میں اضافے کا ذریعہ تھا جس میں اب کمی آتی جارہی ہے۔ بعض ماہرین معاشیات نے اس پر غور وخوض کیا ہے لیکن عالمی پیمانے پر نرم کاری اور نجی کاری سے آمدنی کی نابرابری بڑھنے کی وجہ دکھائی دیتی ہے۔ آپ گلوبلائزیشن کے موضوع پر اگلے باب میں مزید پڑھیں گے۔

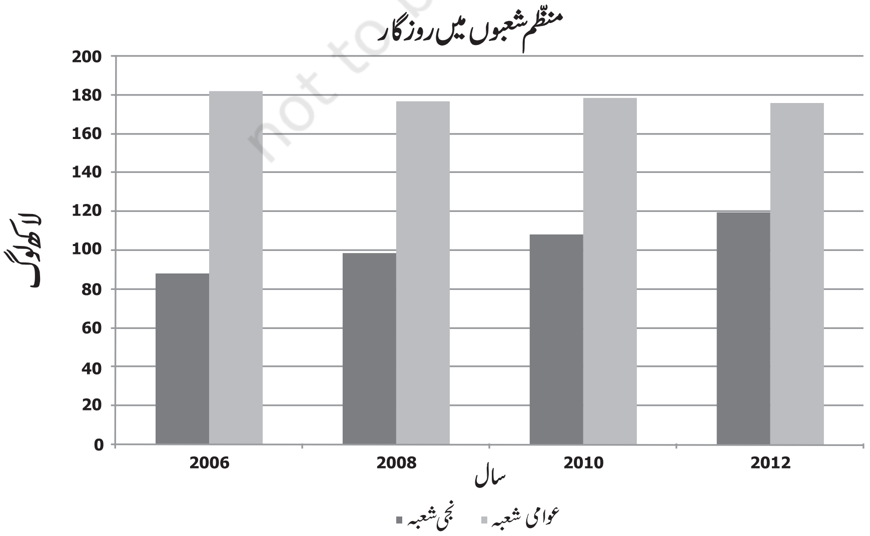

اس کے ساتھ ہی بڑی صنعتوں میں محفوظ روزگار میں بھی کمی ہورہی ہے۔ حکومت نے بھی صنعت لگانے کے لیے زمین حاصل کرنے کی پالیسی کی شروعات کی ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ صنعتیں آس پاس کے لوگوں کو روزگار فراہم کریں لیکن آلودگی کا ایک

بہت بڑا سبب ضرور بنتی ہیں۔ بہت سے کسان جن میں خاص طور پر قبائلی شامل ہیں بے دخل لوگوں میں یہ تقریباً 40 فی صد کی تشکیل کرتے ہیں، تلافی کی کم شرحوں پر احتجاج کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے انھیں بے ضابطہ مزدور بننے اور ہندوستان کے بڑے شہروں میں فٹ پاتھ پر کام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ آپ باب 3 (II) میں دیے گئے مسابقتی مفادات پر بحث یاد کریں۔

اگلے سیکشنوں میں آپ دیکھیں گے کہ کس طرح لوگ کو کام ملتے ہیں، وہ حقیقتاً اپنے کام کے مقامات پر کیا کرتے ہیں اور کس طرح کام کی حالتوں کا سامنا کرتے ہیں۔

5.3 لوگوں کو کام کس طرح ملتے ہیں (HOW PEOPLE FIND JOBS)

اگر آپ بدھ کی صبح ٹائمز آف انڈیا دیکھتے ہیں تو آپ اس میں 'Times Ascent' نام کا ایک سیکشن دیکھیں گے۔ یہاں روزگار کے اشتہار ہوتے ہیں اور اپنے آپ سے یا اپنے ورکرز اچھا کام لینے کے لیے ترغیب دینے کے بارے میں تجاویز ہوتی ہیں۔

اب ہم باکس 5.3 میں نجی شعبہ کی ملازمت کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ یہ بھی باضابطہ تنخواہ والی ملازمت ہے۔ یہ ایک معروف ہوٹل کی ملازمت ہے لیکن یہاں تنخواہ اور ضروری اہلیت لچک دار ہیں اور یہ ایک معاہدے کی طرح کام ہے۔ نیچے دیے گئے اشتہار میں دی گئی زبان کو ذرا دیکھیے جیسے ایک خلوص مند پروگرام ہر تنظیم اپنے اصولوں کے مطابق کرتی ہے۔

اب ہم باکس 5.3 میں نجی شعبہ کی ملازمت کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ یہ بھی باضابطہ تنخواہ والی ملازمت ہے۔ یہ ایک معروف ہوٹل کی ملازمت ہے لیکن یہاں تنخواہ اور ضروری اہلیت لچک دار ہیں اور یہ ایک معاہدے کی طرح کام ہے۔ نیچے دیے گئے اشتہار میں دی گئی زبان کو ذرا دیکھیے جیسے ایک خلوص مند پروگرام ہر تنظیم اپنے اصولوں کے مطابق کرتی ہے۔

© NCERT not to be republished

باکس 5.2

دیال سنگھ کالج
(دہلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام کالج)
لودی روڈ، نئی دہلی 110003

پرنسپل کے عہدے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔ تنخواہ اسکیل 22,400-16,400 (کم سے کم 17,300 روپیے ماہانہ) ڈی۔اے۔(D.A)؛ سی۔سی۔اے(CCA)، ایچ۔آر۔اے۔(HRA)، ٹی۔اے۔(T.A) اور دیگر فوائد کے ساتھ دہلی یونیورسٹی کے قواعد وضوابط کے مطابق

اہلیت

(i) متعلقہ مضمون میں کم سے کم 55 فی صد نمبر یا صرف گریڈ کے ساتھ سات نقاط اسکیل میں O,A,B,C,D,E اور F اس کے مساوی گریڈ 'B'

(ii) پی۔ایچ۔ڈی۔ یا مساوی ڈگری

(iii) یونیورسٹیوں یا کالجوں میں پڑھانے کا کل 15 سال کا تجربہ اور/ یا اعلیٰ تعلیم کے دیگر اداروں میں پوسٹ ڈاکٹورل درخواست ریسرچ فارم میں اہلیت، تجربہ، عمر وغیرہ کی پوری تفصیلات کے ساتھ تائیدی دستاویزات ''چیئر مین گورننگ باڈی، دیال سنگھ کالج، لودی روڈ، نئی دہلی 110003'' میں اس اشتہار کے جاری ہونے کے 15 دن کے اندر مہر بند لفافے میں پہنچنا چاہیے۔

چیئر مین
گورننگ باڈی

باکس 5.3

ریڈیسن ہوٹل، دہلی نے فوری طور پر اپنے اخلاص مندی پروگرام کی شروعات کی ہے۔

کسٹمر سروس ایگزیکیوٹیو

سینئر ٹیلی سیلز ایگزیکیوٹیو

امیدوار کو انگریزی زبان پر مکمل عبور ہو۔ فروخت کاری کا طبعی ذوق اور اہلیت رکھنے والے درخواست دیں۔

ہم ایک پانچ ستارہ میں کام کا ماحول، مستقل ترقی و تربیت، متحرک ماحول، دن کا کام اور اچھی تنخواہ/ترغیبات پیش کرتے ہیں۔

جزوقتی اور کل وقتی اختیار دستیاب

30، 31 اگست اور یکم ستمبر 2006 کو صبح 9.30 سے 6.30 بجے شام تک فون کریں۔

فون نمبر 66407351/66407361 اور 66407353

یا اپنا CV 26779062 پر فیکس کریں۔

یا ای میل: memberhelpdesk@radissondel.com پر رابطہ قائم کریں۔

ریڈیسن

بہت کم فی صد میں لوگ اشتہارات یا روزگار دفتر کے ذریعہ ملازمت حاصل کر پاتے ہیں۔ وہ لوگ جو خود روزگار یافتہ ہیں جیسے ایک طرف پلمبر، الکٹریشین اور بڑھئی اور دوسری طرف ٹیچر جو پرائیویٹ ٹیوشن دیتے ہیں، ماہر تعمیرات اور آزادانہ کام کرنے والے فوٹو گرافر ہیں یہ سب ذاتی رابطوں پر منحصر ہیں۔ وہ امید کرتے ہیں کہ ان کے کام ہی ان کے لیے اشتہار ہوں گے۔ پلمبروں (نل سازوں) اور دیگر لوگوں کے موبائل فون سے زندگی آسان بن گئی ہے اور وہ اب زیادہ لوگوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

فیکٹری ورکر کے طور پر کام کرنے کے لیے بھرتی کا طریقہ مختلف ہوتا ہے۔ پہلے بہت سے مزدور ٹھیکے داروں یا کام دینے والوں سے روزگار حاصل کرتے تھے۔ کان پور کپڑا ملوں میں ان کام دلانے والوں کو مستری کے طور پر جانا جاتا تھا جو خود بھی وہاں کام کرتے تھے۔ وہ اسی خطے اور کمیونٹی سے ورکر کے طور پر آتے تھے لیکن مالکوں کی مہربانی سے ورکر یا مزدور کے باس بن جاتے تھے جب کہ دوسری طرف مستری ورکر پر کمیونٹی سے متعلق دباؤ بھی رکھتے تھے۔ آج کل کام دلانے والوں کی اہمیت کم ہوگئی ہے اور مینجمنٹ نیز یونین اپنے لوگوں کی تقرری میں اہم کردار نبھاتی ہیں۔ کچھ مزدور یہ بھی امید کرتے ہیں کہ ان کے کام ان کے بچوں کو منتقل کیے جائیں۔ بہت سی فیکٹریوں میں بدل کام گاروں کو روزگار پر رکھا جاتا ہے جو مستقل و باقاعدہ مزدوروں کے چھٹی پر جانے کے موقع پر بدلے میں کام کرتے ہیں۔ ان میں بہت سے بدل ورکر دراصل اسی کمپنی میں سالوں کام کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ حیثیت اور تحفظ نہیں دیا جاتا۔ اسے منظّم شعبہ میں معاہدہ پر مبنی کام کہا جاتا ہے۔ روزگار کے مواقعوں میں دو عناصر شامل ہوتے ہیں۔ (i) کسی تنظیم میں روزگار (ii) خود روزگار۔ حکومت ہند کے ''اسٹینڈ اپ انڈیا اسکیم'' اور ''میک اِن انڈیا'' پروگرام وہ کاوشات ہیں جو روزگار اور خود روزگار کو ممکن بناتے ہیں۔ ان کی کوششوں سے حاشیہ بردار لوگ جیسے درج فہرست اور درج فہرست قبائل اور خواتین بھی روزگار کے مواقعوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اس نوعیت کی مثبت کاوشات نے ملک کے نوجوانوں کو ترقی کے عمل میں شامل کیا گیا ہے۔

تاہم تعمیراتی کاموں اینٹ کے بھٹوں وغیرہ پر کام کے لیے بے ضابطہ یا اتفاقی مزدوروں کی بھرتی میں ٹھیکے داری نظام دیکھنے میں آتا ہے۔ ٹھیکے دار گاؤں میں جاتا ہے اور ان لوگوں کے بارے میں معلوم کرتا ہے جو کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انھیں کچھ رقم ادھار بھی دیتا ہے۔ اس ادھار میں کام کے مقام تک جانے کی لاگت بھی شامل ہوتی ہے۔ جس کو پیشگی اجرت مانا جاتا ہے اور مزدور اس وقت تک اجرت کے بغیر کام کرتا رہتا ہے جب تک اس ادھار کی ادائیگی نہیں ہو جاتی۔ ماضی میں زرعی مزدور قرض کے ذریعہ اپنے مالکوں کے پاس بندھوا ہوا کرتے تھے۔ حالانکہ اب بھی بے ضابطہ صنعتی مزدور کی حیثیت سے وہ قرض دار رہتے ہیں لیکن وہ ٹھیکے داروں کے تئیں دیگر سماجی ذمہ داریوں سے نہیں بندھے ہوتے۔ اس معنی میں وہ ایک صنعتی سماج میں زیادہ آزاد ہوتے ہیں۔ وہ معاہدہ توڑ سکتے ہیں اور دوسرے آجر کے پاس ملازمت تلاش کر سکتے ہیں۔ کبھی پوری فیملی ہی ہجرت کر جاتی ہے اور بچے اپنے والدین کی مدد کرتے ہیں۔

باکس 5.4

جنوبی گجرات میں اینٹ کے بھٹوں میں مزدوروں کی ٹولی

جنوبی گجرات میں اینٹ کے بھٹے میں کام کے موسم میں تقریباً 30 سے 40 ہزار مزدور ملازمت پر رکھے جاتے ہیں۔اینٹ کے بھٹوں کے مالک اونچی ذات کے لوگ جیسے پارسی یا ڈیسائی ہوتے ہیں۔کمہار ذات کے ممبران اینٹ کے بھٹے پر اپنا روایتی مٹی کا کام کرتے ہیں۔مزدور زیادہ تر مقامی یا مہاجر دلت ہوتے ہیں۔ انھیں ٹھیکے داروں کے ذریعہ رکھا جاتا ہے۔یہ نوتا گیارہ لوگوں کی ٹولی میں کام کرتے ہیں۔ جہاں مرد مٹی گوندھتے ہیں اور اینٹ کو شکل دیتے ہیں اور ہر اینٹ کو خشک کرنے کے مقامات پر لے جاتے ہیں۔عورتوں اور لڑکیوں کی ٹولی اینٹوں کو بھٹوں پر لے جاتی ہے جہاں مرد انھیں پکاتے ہیں اور وہاں سے پھر انھیں ٹرکوں پر لادا جاتا ہے۔

ہر ٹولی روزانہ 2,500 تا 3,000 اینٹیں بنا لیتی ہے۔جلدی کام کرنے والا گروپ 10 گھنٹے میں اور آہستہ کرنے والا گروپ 14 گھنٹے میں اپنا کام ختم کرتا ہے۔ 6 سال کی عمر سے بچے اپنے والد کے ذریعہ بنائی گئی تازہ اینٹوں کو رات میں اٹھانے کا کام کرتے ہیں۔ گیلی اینٹوں کا وزن تقریباً 3 کلو ہوتا ہے۔رات کے اندھیرے میں چھوٹے بچے ایک ایک اینٹ کو بنیادی پلیٹ پر رکھنے کے لیے دوڑتے ہیں۔ جب وہ نو سال کے ہو جاتے ہیں تو انھیں دو اینٹیں اٹھانے کے لیے ترقی دی جاتی ہے۔ ماہر سماجیات جان بریمن کہتا ہے کہ کبھی کبھی ان کے والدین انھیں روتا ہوئے ان کے گدڑی جیسی بستروں سے جگا کر اٹھا دیتے ہیں۔

not to be republished © NCERT

5.4 کام کس طرح انجام دیا جاتا ہے؟ (HOW IS WORK CARRIED OUT?)

اس سیکشن میں ہم یہ جانیں گے کہ اصلاً کام کو کس طرح انجام دیا جاتا ہے۔اپنے آس پاس ہم جن اشیا کو دیکھتے ہیں وہ کیسے بنائی جاتی ہیں؟ ایک آفس یا فیکٹری میں منیجر اور مزدوروں کے تعلقات کیسے ہوتے ہیں؟ ہندوستان میں بڑے کام کے مقامات میں پورا کام خودکار طریقے سے چھوٹے گھر پر مبنی پیداواری نظام میں منتقل ہوتا ہے۔

منیجر کا بنیادی کام کارکنان پر کنٹرول رکھنا اور ان سے زیادہ سے زیادہ کام نکلوانا ہوتا ہے۔مزدوروں سے زیادہ کام کرانے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ پہلا کام کے گھنٹوں میں اضافہ، دوسرا مقررہ دیے گئے وقت میں تیار کی گئی اشیا کی مقدار کو بڑھا دینا۔ مشینیں پیداوار کو بڑھانے میں مددگار ہوتی ہیں لیکن یہ خطرے بھی پیدا کرتی ہیں آخر کار مشینیں مزدوروں کی جگہ لے رہی ہیں۔اسی لیے مارکس اور مہاتما گاندھی دونوں نے مشین کاری کو روزگار کے لیے خطرہ بتایا ہے۔

سرگرمی 5.2

ہند سوراج 1924 میں مشینوں پر گاندھی جی:

’’میں مشینوں کے تئیں جنون کا مخالف ہوں نہ کہ مشینوں کا۔ میں اس خبط کا مخالف ہوں جو مزدوروں کو کم کرنے کی مشینری ہے۔ لوگ محنت سے بچنے کے لیے مزدوروں کو کم کرتے جائیں گے اور انھیں فاقہ کشی سے مرنے کے لیے کھلی سڑکوں پر چھوڑ دیں گے۔ میں نوع انسانی کے ایک حصے کے لیے نہیں بلکہ سبھی کے لیے وقت اور مزدور دونوں کو بچانا چاہتا ہوں۔ میں دولت کو کچھ ہاتھوں میں اکٹھا نہیں ہونے دینا چاہتا بلکہ سب کے ہاتھ میں دیکھنا چاہتا ہوں‘‘

1934: ’’ایک قوم کے طور پر جب ہم چرخے کو اپناتے ہیں تو ہم نہ صرف بے روزگاری کے مسئلے کا حل کرتے ہیں بلکہ یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا کسی قوم کے استحصال کا ارادہ نہیں اور ہم امیر کے ذریعہ غریب کے استحصال کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔

مثال کے ذریعہ بتائیے کہ مشین کس طرح مزدوروں کے لیے مسائل پیدا کرتی ہیں؟ گاندھی جی کے ذہن میں کیا متبادل تھا؟ چرخے کو اپنانے سے استحصال کو کیسے روکا جاسکتا ہے؟

not to be republished

پیداوار بڑھانے کا دوسرا طریقہ ہے کام کو منظّم کرنا۔ ایک امریکی فریڈرک ونسلو ٹیلر نے 1890 کی دہائی میں ’’سائنٹفک مینجمنٹ‘‘ کے نام سے ایک نظام کا اختراع کیا تھا۔ اسے ’’ٹیلرزم‘‘ یا صنعتی انجینئرنگ کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت سبھی کاموں کو اس کے چھوٹے چھوٹے تکراری عناصر میں توڑ کر مزدوروں میں تقسیم کرنے کا اہتمام تھا۔ مزدوروں کو جتنا وقت دیا جاتا تھا اس میں انھیں کام کو روزانہ اتنے ہی وقت میں لازماً ختم کرنا پڑتا تھا۔ اس کے لیے وہ اسٹاپ واچ [روک گھڑی] کی مدد لیتے تھے۔ کام کو تیزی سے ختم کرنے کے لیے اسمبلی لائن کی شروعات ہوئی۔ ہر ایک مزدور کو کنویر بیلٹ (Conveyor belt) کی رفتار کے ساتھ منظّم کیا گیا۔ 1980 کی دہائی میں اس طرح کی کوشش کی گئی جس میں راست کنٹرول کی جگہ بالواسطہ کنٹرول کا بندوبست کیا گیا تھا جہاں مزدوروں کو ترغیب دیے جانے اور خود کی نگرانی کیے جانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اکثر ہم یہی دیکھتے ہیں کہ پرانی ٹیلرسٹ عمل کاری ہی بچی ہوئی ہے۔

کپڑا ملوں میں جو ہندوستان میں سب سے پرانی صنعتوں میں سے ایک ہے کام کرنے والے اکثر خود کو مشینوں کی توسیع کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ بنکر رام چرن جس نے 1940 کے دہے سے کان پور کپڑا مل میں کام کیا تھا، کا کہنا ہے۔

آپ کو توانائی کی ضرورت ہے، آنکھیں، گردن، ٹانگیں، ہاتھ اور جسم کا ہر ایک حصہ گھومتا ہے۔ بننے کے کام میں لگا تار ٹکٹکی لگانی پڑتی ہے، آپ نہیں جا سکتے، آپ کی پوری توجہ مشین پر مرکوز ہونی چاہیے۔ جب چار مشینیں چل رہی ہوں تو چاروں کو ساتھ چلنا چاہیے وہ ہرگز نہ رکیں۔ (جوشی 2003)

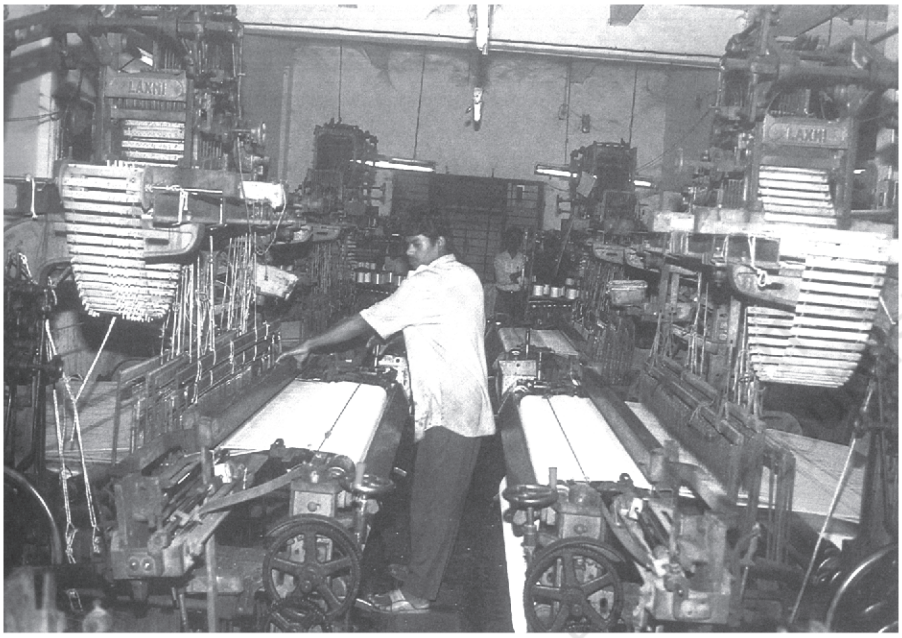

کسی صنعت میں جتنی زیادہ مشینیں ہوتی ہیں اتنا ہی کم لوگوں کو کام ملتا ہے لیکن انھیں مشینوں کی رفتار سے کام کرنا ہوتا ہے۔ ماروتی ادیوگ لمیٹڈ میں دو کاریں ہر منٹ اسمبلی لائن پر آجاتی ہیں۔ مزدوروں کو پورے دن میں صرف 45 منٹ کا وقفہ ملتا ہے۔ 7.5 منٹ کے دو چائے کے وقت اور آدھے گھنٹے کھانے کا وقفہ ہوتا ہے۔ 40 کی عمر تک پہنچتے پہنچتے پوری طرح تھکے ہونے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ رضا کارانہ سبکدوشی لے لیتے ہیں۔ فیکٹری میں جہاں پیداوار بڑھی ہے وہیں مستقل ملازمت کی تعداد کم ہوئی ہے۔ فرم تمام خدمات جیسے صفائی اور سیکورٹی کے ساتھ ساتھ پرزوں کے بنانے کے کام بیرونی وسائل (out–sourcing) سے معاہدے پر کرانے لگی ہیں۔ پرزے فراہم کرنے والے فیکٹری کے آس پاس ہی واقع ہوتے ہیں اور پرزے ہر دو گھنٹے یا مقررہ وقت پر بھیج دیتے ہیں۔ بیرونی وسائل سے کرایا گیا کام وقت پر پورا ہو جاتا ہے اور کمپنی کو سستا پڑ جاتا ہے لیکن مزدوروں میں کافی تناؤ رہتا ہے کیونکہ اگر ان کی سپلائی وہاں نہیں پہنچ پاتی تو ان کے پیداوار کا ہدف حاصل ہونے میں تاخیر ہوتی ہے جس کو بعد میں پورا کرنا ہوتا ہے۔ اگر ایسا کرنے میں وہ پوری طرح نڈھال ہو جاتے ہیں تو یہ حیرت کی بات نہیں۔

اب ہم ایک نظر سروس سیکٹرز پر ڈالیں۔ سافٹ ویئر پیشے سے منسلک لوگ متوسط طبقے کے اور تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ ان کے کام خود محرک اور تخلیقی مانے جاتے ہیں۔ ہم جیسا کہ باکس میں دیکھتے ہیں کہ ان کے کام بھی ٹیلرسٹ محنت عمل کاری کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

باکس 5.5

انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبہ میں وقت کی تابع داری

پروجیکٹ کی تکمیل کے مقررہ وقت پر اوسط 12-10 گھنٹے کے کام کا دن اور پروجیکٹ کی تکمیل پر آجاتا ہے تو پوری رات دفتر میں رکنا ملازمین کے لیے کوئی خلاف معمول بات نہیں ہے۔ (اسے نائٹ آؤٹ کے طور پر جانا جاتا ہے) طویل اوقات کار صنعت کے 'کام کے ماحول' کا بنیادی جزو ہے۔ کسی حد تک اس کی وجہ ہندوستان اور گاہک ملک کے درمیان وقت کا فرق ہوتا ہے جیسے جو کانفرنس کال (بیک وقت بات چیت کا سلسلہ) شام میں واقع ہونے والی ہوتی ہے اس وقت ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کام کے دن کی شروعات ہوتی ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ بیرونی وسائل کے پروجیکٹوں کی ساخت اس طرح کی بنی ہوتی ہے کہ اس میں بساط سے زائد کام اختیار کیے جاتے ہیں؛ پروجیکٹ کی لاگت اور پورا کرنے کے وقت کے لیے متوقع مقدار کار کے لحاظ سے دنوں یا گھنٹوں کا اندازہ عموماً کم یا غلط لگایا جاتا ہے۔ چونکہ متوقع مقدار کار کی بنیاد آٹھ گھنٹے یومیہ ہوتی ہے اس لیے انجینئروں کو وقت مقررہ پر کام پورا کرنے کے لیے زائد گھنٹوں اور دنوں تک کام کرنا پڑتا ہے۔ توسیعی اوقات کار 'Flexi-time' (ملازم کی مرضی کے مطابق کام کے دوران کار کا تعین) کے عام عمل کو انتظامیہ کے ذریعہ جائز ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس اصول کے تحت ملازم کو اپنے کام کے گھنٹوں (حدود میں) کو منتخب کرنے کی آزادی ہوتی ہے لیکن عملاً اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انھیں موجودہ کاموں کو پورا کرنے کے لیے جتنا ضروری ہوگا کام کرنا ہوگا۔ جب ان کے پاس واقعتاً کام کا دباؤ نہیں ہوتا پھر بھی وہ آفس میں دیر تک رکنے کی طرف مائل ہوتے ہیں جس کی وجہ ان کے ساتھیوں کا دباؤ ہوتا ہے یا وہ اپنے باس کو دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ کتنی سخت محنت کر رہے ہیں۔

© NCERT not to be republished

ان اوقات کار کے نتیجے میں بنگلور، حیدرآباد اور گڑگاؤں جیسے مقامات میں جہاں بہت سی IT فرمیں یا کال سینٹر واقع ہیں، دکانوں اور ریسٹورنٹ نے بھی اپنے کھلنے کے اوقات میں تبدیلی کی ہے اور دیر میں کھلنے لگے ہیں۔ اگر شوہر اور بیوی دونوں کام کرتے ہیں تب بچوں کو نگہداشت مرکز برائے اطفال میں پہنچا دیتے ہیں۔ صنعت کاری سے مشترکہ فیملی ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے، مگر اب لگتا ہے کہ پھر ابھر رہی ہیں کیونکہ دادا دادی اب بچوں کی مدد میں شریک ہونے لگے ہیں۔

سماج میں ایک اور اہم موضوع بحث ہے کہ کیا صنعت کاری، خدمات کی منتقلی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی جیسے علم پر مبنی کام سے سماج میں مہارتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ہم اکثر جز و جملہ 'معیشت علم' (knowledge economy) سنتے ہیں جو ہندوستان میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے نمو کو بیان کرتا ہے، لیکن آپ ایک کسان کی مہارتوں کا موازنہ کیسے کرتے ہیں جو موسم، مٹی اور بیجوں کے بارے میں اپنی سمجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ جانتا ہے کہ سیکڑوں فصلوں کو کیسے اگایا جاتا ہے۔ ایک سافٹ ویئر کے پیشہ ور علم کے ساتھ اس کا موازنہ کر سکتے ہیں؟ دونوں ہی مہارت رکھتے ہیں لیکن دونوں کا انداز الگ ہے۔ مشہور ماہر سماجیات ہیری بریورمین یہ دلیل دیتے ہیں کہ دراصل مشینوں کا استعمال کارکنان کی مہارتوں کو کم کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، جہاں ابتدائی ماہرین تعمیرات اور انجینئروں کو نقشہ نویسی کی مہارت حاصل کرنی ہوتی تھی وہیں اب کمپیوٹر ان کے لیے بہت سے کام کرتے ہیں۔

5.5 کام کے حالات (WORKING CONDITIONS)

ہم سب کو توانائی، ایک مضبوط گھر، کپڑے اور دیگر سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی انھیں پیش کرنے کے لیے کام کر رہا ہے اور اکثر بہت ہی خراب حالات میں حکومت نے کام کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے مختلف قانون بنائے ہیں۔ آیئے کان کنی کے کام پر نظر ڈالیں جہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد کام پر لگی ہوتی ہے۔ صرف کوئلے کی کانوں میں 5.5 لاکھ مزدور کام کرتے ہیں۔ کان کنی ایکٹ 1952 میں واضح کیا گیا ہے کہ ایک فرد کان میں ہفتے میں زیادہ سے زیادہ کتنے گھنٹے کام کر سکتا ہے، زائد گھنٹوں تک کام کرنے پر اسے اوور ٹائم رقم کی ضرورت ہوتی ہے اس کے علاوہ حفاظت کے اصولوں کی پابندی بھی کرنی ہوتی ہے۔ بڑی کمپنیوں میں ہوسکتا کہ ان ضوابط اور اصولوں کی پابندی کی جاتی ہو لیکن چھوٹے کانوں اور پتھر کے کانوں میں ایسا نہیں ہے۔ مزید برآں ذیلی ٹھیکوں کا چلن بھی عام ہو رہا ہے۔ بہت سے ٹھیکے دار مزدوروں کا رجسٹر بھی صحیح نہیں رکھتے، اس طرح حادثات اور فوائد کی کسی طرح کی ذمہ داری سے بچا جاتا ہے۔ کسی علاقے میں کان کنی ختم ہونے کے بعد کمپنی کو کھلے گڈھوں کو بھر کر اس جگہ کو پہلے جیسی کر دینا ہوتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔

زیرزمین کانوں میں مزدور پانی بھر جانے، آگ لگنے، چھتوں اور دیواروں کے گرنے، گیسوں کے اخراج اور آکسیجن کے بند ہونے سے زیادہ خطرناک صورت حال کا سامنا کرتے ہیں۔ بہت سے مزدور سانس کی تکلیف تپ دق اور سلی کوسس (پھیپھڑے کی سوزش) جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جو کانوں میں زمین کی اوپری سطح میں کام کرتے ہیں وہ تیز دھوپ اور بارش میں بھی کام کرتے ہیں۔ انھیں کان کے پھٹنے، چیزوں کے گرنے وغیرہ کے سبب چوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے ملکوں کے مقابلے ہندوستان میں کان کنی کے حادثات کی شرح بہت زیادہ ہے۔

باکس 5.6

جھارکھنڈ میں کان میں پھنسے 54 کام کرنے والوں کے لیے وقت ختم ہو رہا ہے IANS، 7 ستمبر 2006

ناگدا کی بھٹ دیھہ کوئلہ کان میں 54 کام کرنے والے بدھ کی رات کو پھنس گئے تھے جہاں گیسوں کی زیادتی کے

سبب دھماکہ ہوا۔ رات کے تقریباً 8 بجے میتھن اور کاربن مونا آکسائڈ کی زیادتی اور دباؤ کے سبب یہ دھماکا ہوا جس سے بھارت کوکنگ کول لمیٹڈ (BCCL) کی یہ کوئلے کی کان پوری ہل گئی۔ اس کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ 17 نمبر والی ایک ٹن کی ٹرالی باہر نکل گئی۔

چار بچاؤ ٹیمیں بنائی گئیں لیکن ان کے پاس جہاں یہ حادثہ واقع ہوا اس گہری کان میں داخل ہونے کے لیے آکسیجن کی مناسب تعداد نہیں تھی۔

کان میں پھنسے ہوئے زیادہ تر ملازم 20 سے 30 سال کی عمر کے تھے۔ گھر کے لوگوں اور یونین لیڈروں نے بھی بی سی سی ایل کے مینجمنٹ پر الزام لگایا۔ یہ بی سی سی ایل کی زہریلی کانوں میں ایک ہے، مینجمنٹ نے وہاں سلامتی کی کوئی تدبیر مہیا نہیں کی۔ یونین کے ایک ممبر نے بتایا کہ کان میں پانی چھڑکنے کی مشین اور گیس ٹیسٹنگ مشین فراہم ہونی چاہیے تھی، لیکن وہاں ایسا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔

بہت سی صنعتوں میں کام کرنے والے مہاجر ہوتے ہیں۔ مچھلی پروسسنگ پلانٹ جو سمندر کے کنارے ہوتے ہیں، میں زیادہ تر تمل ناڈو، کرناٹک اور کیرل کی اکیلی نوجوان عورتیں کام کرتی ہیں۔ یہ دس بارہ کی تعداد میں چھوٹے سے کمرے میں رہتی ہیں، کبھی کبھی تو وہ شفٹ بدلتی رہتی ہیں۔ نوجوان عورتوں کو اطاعت شعار کام کرنے والیوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ بہت سے مرد بھی اکیلے ہجرت کرتے ہیں، وہ یا تو غیر شادی شدہ ہوتے ہیں یا گاؤں میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آتے ہیں۔ 1992 میں سورت میں اڑیسہ کے 2 لاکھ مہاجروں میں 85 فی صد غیر شادی شدہ نوجوان تھے جن کے پاس رسم وراہ نبھانے کے لیے بہت کم وقت ہوتا اور جو بھی ملتا اسے وہ دیگر مہاجر کارکنان کے ساتھ گزارتے۔ ایسی قوم جہاں مشترکہ خاندان کی مداخلت ہوتی ہے، عالم کاری معیشت میں کام کی نوعیت لوگوں کو اکیلے پن اور ضرر ریزی کی طرف لے جاتی ہے۔ تاہم بہت سی نوجوان عورتوں کے لیے یہ کسی حد تک آزادی اور معاشی خود مختاری بھی ہے۔

5.6 گھروں میں ہونے والے کام (HOME-BASED WORK)

گھروں میں ہونے والے کام معیشت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اس میں لیس بنانا، زری کمخواب (بروکڈ)، قالین سازی، بیڑی اور اگربتیاں اور بہت سی ایسی اشیا بنانے کا کام شامل ہے۔ یہ کام خاص طور پر عورتوں اور بچوں کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔ ایک ایجنٹ خام مواد فراہم کرتا ہے اور تیار اشیا لے جاتا ہے۔ گھر میں کام کرنے والوں کو عدد کی شرح کی بنیاد پر ادائیگی کی جاتی ہے۔ وہ جتنی مقدار تیار کرتے ہیں اسی حساب سے ان کی آمدنی ہوتی ہے۔

آیئے ایک نظر بیڑی صنعت پر ڈالیں۔ بیڑی بنانے کے کام کا طریقہ جنگل کے پاس کے گاؤں سے شروع ہوتا ہے جہاں گاؤں والے تیندوے توڑتے ہیں اور محکمہ جنگلات یا نجی ٹھیکے دار کو فروخت کر دیتے ہیں جو اسے واپس محکمہ جنگلات کو فروخت کر دیتے ہیں۔ اوسطاً ایک شخص پتیوں کے 100 بنڈل یکجا کر سکتا ہے۔ حکومت انھیں بیڑی کے کارخانوں کے مالکوں کو یہ پتے نیلام کر دیتی ہے جوان ٹھیکے داروں کو دیے ہیں جو گھر میں کام کرنے والوں کو تمباکو اور یہ پتیاں فراہم کرتے ہیں۔ یہ کام کرنے والے زیادہ تر عورتیں پہلے ان پتیوں کو گیلا کرتی ہیں، انھیں کاٹتی ہیں اور تمباکو بھرتی ہیں، انھیں دھاگے سے باندھتی ہیں اور گول شکل میں لپیٹ کر بیڑی تیار کرتی

ہیں۔ ٹھیکے دار ان بیڑیوں کو وہاں سے لے مینوفیکچرر کو فروخت کر دیتا ہے جو انھیں گرم کرتے ہیں اور اپنا خود کا برانڈ لیبل لگا دیتے ہیں۔ مینوفیکچرر انھیں ڈسٹری بیوٹر کو فروخت کرتا ہے اور ان بیڑیوں کو تھوک فروش کو فروخت کرتا ہے اور اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ اپنے پڑوس کی پان کی دکان میں فروخت کرتا ہے۔

سرگرمی 5.3

پتہ لگائیے کہ تمباکو کیسے اگائی جاتی ہے، کیسے اس کی دیکھ بھال کی جاتی ہے اور یہ کس طرح بیڑی بنانے والوں کے پاس پہنچتی ہے۔

آیئے ہم درج ذیل پائی ڈائیگرام سے دیکھیں کہ کس طرح تیار بیڑی کی قدر کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ مینوفیکچرر کو اپنے برانڈ کے سبب سب سے زیادہ رقم ملتی ہے۔ یہ برانڈ کی طاقت کو دکھاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

تیار بیڑی کی قیمت کی تقسیم

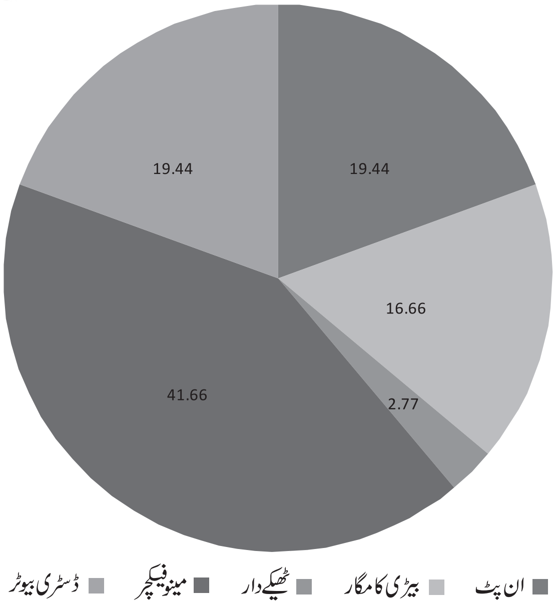

ماخذ: مردم شماری 2011 (عارضی)

باکس 5.7

ایک بیڑی ورکر کی سوانح حیات

مدھو 15 سال کی ہے آٹھویں میں فیل ہونے کے بعد اس نے اسکول جانا چھوڑ دیا۔ اس کے والد درزی تھے، جن کا گذشتہ سال انتقال ہوا۔ انھیں تپ دق ہو گیا تھا۔ اس کے سبب بچوں اور ماں کے لیے کام کرنا مجبوری بن گیا۔ اس کا بڑا بھائی جس کی عمر 17 سال ہے ایک کرانے کی دکان میں کام کرتا ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی کی عمر 14 سال ہے جو چاکلیٹ کا پیکٹ بنانے کے کام میں لگا ہوا ہے۔ مدھو اور اس کی ماں بیڑی تیار کرتی ہیں۔ مدھو نے بہت چھوٹی سی عمر میں بیڑیاں رول کرنا شروع کی تھیں۔ یہ اسے پسند ہے کیونکہ اس سے اسے ماں اور دیگر عورتوں کے پاس بیٹھنے اور ان کی بات چیت سننے کا موقع ملتا ہے۔ وہ رول کیے گئے تیندوے پتے میں تمبا کو بھرتی ہے۔ وہ گھر کے کام کاج کے علاوہ دن بھر یہی کام کرتی ہے۔ روزانہ زیادہ وقت تک ایک ہی انداز میں بیٹھے رہنے کے سبب اس کی پیٹھ میں درد ہونے لگا ہے۔ مدھو پھر سے اسکول جانا چاہتی ہے۔

(بھنڈاری: 2005:406)

5.7 ہڑتالیں اور یونین (STRIKES AND UNIONS)

بہت سے کارکنان ٹریڈ یونین کا حصہ ہیں۔ ہندوستان میں مزدور یونین کو علاقائیت اور ذات پرستی جیسے بہت سے مسائل سے نمٹنا ہوتا ہے۔ ایک مل میں کام کرنے والے دتا ایسوا کر کا کہنا ہے کہ باہبے کی ملوں میں کس طرح ذات پات پر قابو پایا گیا ہے لیکن پوری طرح ایسا نہیں ہے:

> وہ ان کے ساتھ بیٹھتے اور پان کھاتے ہیں (ماڈرن مل میں ایک مہاور کر، وشنو) لیکن وہ اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پیتے۔ وہ اس کے ساتھ خراب برتاؤ نہیں کرتے، وہ ان کے دوست ہیں لیکن وہ اس کے گھر کبھی نہیں جاتے۔ یا وہ کسی بھی مہار کے کھانے کے ڈبے سے کچھ بھی نہیں کھاتے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مراٹھی ورکر شمالی ہندوستان کے مزدوروں کی ذات کے بارے میں پتہ لگا پاتے اس لیے ان کے ساتھ وہ اچھوتوں والا برتاؤ نہیں کرتے۔
>
> (مینن اور اڈارکر 2004:113)

کبھی کبھی برے حالات کے سبب ورکر ہڑتال کر دیتے ہیں۔ وہ کام پر نہیں جاتے، تالا بندی میں مینجمنٹ مل کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور کام کرنے والوں کو آنے سے روک دیتا ہے۔ ہڑتال کرنے کا فیصلہ ایک مشکل کام ہوتا ہے کیونکہ منیجر اضافی مزدوروں کو بلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ورکر کے لیے بھی بغیر تنخواہ کے رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔

آیئے ہم ایک مشہور ہڑتال پر نظر ڈالتے ہیں، جو باہبے ٹکسٹائل مل میں 1982 میں ٹریڈ یونین لیڈر ڈاکٹر دتا سامنت کی قیادت میں ہوئی تھی اور اس کے سبب تقریباً ڈھائی لاکھ کارکنان اور ان کے اہل خانہ متاثر ہوئے یہ ہڑتال تقریباً دو سال تک چلی۔ ورکر بہتر اجرتیں چاہتے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ انھیں اپنی یونین بنانے کا حق ملے۔ باہبے صنعتی تعلق ایکٹ (Bombay Industrial Relations Act) کے مطابق یونین کے لیے منظوری ملنی چاہیے تھی اور منظوری ملنے کا صرف یہی طریقہ ہوسکتا تھا کہ ہڑتال کے خیال کو چھوڑ دیا جائے۔

کانگریس کی قیادت والی راشٹریہ مل مزدور سنگھ (RMMS) نام کی یونین ہی منظور شدہ تھی اور دوسرے کارکنان کو لانے کے ذریعہ اس نے ہڑتال توڑنے میں مدد کی۔ حکومت نے بھی ورکر کے مطالبات سننے سے منع کر دیا۔ دھیرے دھیرے دو سال کے بعد لوگوں نے کام پر جانا شروع کیا کیونکہ وہ مایوس ہو چکے تھے۔ تقریباً ایک لاکھ اپنے کاموں سے محروم ہو چکے تھے اور اپنے گاؤں کو واپس جا چکے تھے یا انھوں نے اتفاقی مزدور کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ بہت سے دوسرے بھیونڈی، مالیگاؤں اور اچھال کرنجی جیسے چھوٹے شہروں میں پاور لوم میں کام کے لیے چلے گئے۔ مل کے مالکوں نے مشینری اور جدید کاری پر سرمایہ کاری نہیں کی۔ آج وہ ہر طرح کی سہولیات سے مزین اپارٹمنٹ کی تعمیر کے لیے جائیداد غیر منقولہ کے ڈیلروں سے مل کی زمین کو فروخت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے ممبئی کے مستقبل کو کون متعین کرے گا اس بات پر جنگ شروع ہو گئی ہے۔ کام کرنے والے جو اسے بناتے ہیں یا مل کے مالکان اور جائیداد غیر منقولہ (Real estate) کے ایجنٹ۔

باکس 5.8

جے پرکاش بھلارے، سابق مل ورکر، مہاراشٹر گری کام گار یونین کے جنرل سکریٹری: کپڑا مل کے کام گار صرف اپنی بنیادی اجرت اور مہنگائی بھتہ حاصل کرتے ہیں۔ انھیں کوئی بھتہ نہیں ملتا۔ ہم صرف 5 دنوں کی اتفاقی چھٹی حاصل کر رہے ہیں۔ دیگر صنعتوں میں دیگر کام گاروں نے سفر کے مزید طبی فوائد وغیرہ جیسے بھتے حاصل کرنا شروع کیے ہیں اور انھیں 12-10 دن کی اتفاقی چھٹی ملتی ہے۔ اس سے کپڑا مل کے کام گاروں میں اشتعال پیدا ہوا...... 22 اکتوبر 1981 کو اسٹینڈرڈ مل کے کام گاروں نے ڈاکٹر دتا سامنت کے گھر کی طرف پیش قدمی کی اور ان سے قیادت کے لیے کہا۔ پہلے تو سامنت نے یہ کہتے ہوئے منع کیا کہ یہ صنعت BIRA کے تحت آتی ہے اور وہ ٹکسٹائل صنعت کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ یہ کام گار کوئی جواب سننے کے موڈ میں نہیں تھے۔ ان کے گھر کے باہر رات بھر جاگتے رہے اور آخر کار صبح سامنت قیادت کے لیے آمادہ ہو گئے۔

لکشمی بھاٹکر، (ہڑتال میں شریک ہونے والے): میں نے ہڑتال کی حمایت کی۔ ہم ہر روز دروازے کے باہر بیٹھ جاتے تھے اور مشورہ کرتے تھے کہ آگے کیا کرنا ہوگا۔ ہم وقتاً فوقتاً منظم ہو کر مورچہ بھی نکالتے تھے۔ یہ مورچے بڑے ہوا کرتے تھے۔ ہم نے نہ کسی کو لوٹا اور نہ چوٹ پہنچائی۔ مجھے کبھی کبھی بولنے کے لیے کہا گیا لیکن بول نہیں سکی۔ میرے پاؤں بری طرح کانپنے لگتے۔ اس کے علاوہ مجھے اپنے بچوں کا بھی ڈر تھا کہ وہ کیا کہیں گے؟ وہ سوچیں گے کہ ہم یہاں بھوکوں مر رہے ہیں اور وہ وہاں اپنا فوٹو اخبار میں چھپوا رہی ہے۔ ایک بار ہم نے سنچری مل کے شوروم کی طرف بھی مورچہ نکالا۔ ہمیں گرفتار کر کے بوریولی لے جایا گیا۔ میں اپنے بچوں کے بارے میں سوچنے لگی کہ ہم کوئی مجرم تو نہیں۔ مل کے مزدور ہیں۔ ہم اپنے خون پسینے کی کمائی کے لیے ہی تو لڑ رہے ہیں۔

کسن سالونکے، اسپرنگ مل کے سابق مل ورکر: سنچری مل میں ہڑتال شروع ہوئے بمشکل ڈیڑھ مہینہ ہی ہوا ہوگا کہ RMMS والوں نے مل کھلوا دی۔ وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ انھیں ریاست اور حکومت دونوں کی تائید حاصل ہے۔ وہ باہر کے لوگوں کو بغیر ان کے بارے میں پوری طرح جانے مل کے اندر لے گئے...... بھونسلے (تب مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ) نے 30 روپے بڑھانے کی پیش کش کی۔ دتا سامنت نے اس سلسلے میں غور کرنے کے لیے میٹنگ بلائی۔ ساری اہم سرگرمیاں یہیں سے انجام دی جاتی تھیں۔ ہم نے کہا، "نہیں، ہم یہ نہیں چاہتے۔ اگر کوئی وقار نہیں ہے، اگر ہڑتالی رہنماؤں سے کوئی بات چیت نہیں ہے تو ہم بغیر ستائے ہوئے واپس نہیں جا سکیں گے۔

دتا اسوالکر، مل چاولس ٹینٹ ایسوسی ایشن کے صدر: کانگریس نے بابو ریشم، رما نائل اور ارون گاؤلی جیسے سبھی غنڈوں کو ہڑتال ختم کروانے کے لیے جیل سے باہر کر دیا۔ انھوں نے کام گاروں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ ہمارے لیے ہڑتال توڑنے والوں کو مارنے کے علاوہ کچھ متبادل بچا نہیں تھا۔ یہ ہمارے لیے زندگی اور موت کا سوال تھا۔

بھائی بھونسلے، 1982 کی ہڑتال کے دوران آر.ایم.ایم.ایس. کے جنرل سکریٹری: ہڑتال کے تین مہینے کے بعد ملوں میں کام کرنے کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا...... ہمارا خیال تھا کہ اگر لوگ کام پر جانا چاہتے ہیں تو انھیں جانے دو...... دراصل انھیں مدد کی ضرورت تھی...... جہاں تک مافیا

ٹولی کے شامل ہونے کی بات ہے تو میں اس کے لیے ذمہ دار تھا...... یہ دتا سامنت جیسے لوگ اپنی سہولت کے حساب سے صورت حال کا انتظار کریں گے اور آرام سے کام پر جانے والوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم نے پریل اور دیگر مقامات پر مخالف گروپوں کو تیار کیا تھا۔ فطری طور پر وہاں جھگڑا اور خون خرابہ ہوسکتا تھا...... جب رمانائک کی موت ہوئی تو اس وقت کے میئر چھبِل اس کے اعزاز میں اپنی سرکاری کار میں آئے۔ ان طاقتوں کا استعمال کہیں نہ کہیں سیاست میں بہت سے لوگوں کے ذریعہ کیا گیا۔

کسن سالونکے، (سابق مل ورکر) وہ مشکل وقت تھا۔ ہم نے اپنے سارے برتن فروخت کر دیے تھے۔ ہمیں اپنے برتنوں کو سیدھے طور پر اٹھا کر لے جاتے ہوئے شرم آتی تھی اس لیے ہم انھیں بوریوں میں لپیٹ کر بیچنے کے لیے دکانوں پر لے جاتے تھے۔ وہ ایسے دن تھے جب ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، صرف پانی تھا۔ ہم لکڑی کے برادے کو ایندھن کی جگہ جلاتے تھے۔ میرے تین بیٹے ہیں۔ کئی بار بچوں کے پینے کے لیے دودھ نہیں ہوتا تھا۔ مجھ سے ان کی یہ بھوک برداشت نہیں ہوتی تھی۔ میں اپنی چھتری لے کر گھر سے باہر چلا جاتا تھا۔

سندو مرہنے، (سابق مل کام گار) آر۔ ایم۔ ایس۔ والے اور غنڈے مجھے بھی زبردستی کام پر واپس لے جانے کے لیے آئے لیکن میں نے جانے سے انکار کر دیا...... جو عورتیں مل میں رہ کر کام کر رہی تھیں ان کے ساتھ کیا ہو رہا تھا اس بارے میں طرح طرح کی افواہیں چاروں طرف پھیلی تھیں۔ وہاں زنا بالجبر کا معاملہ بھی ہوا تھا۔

باکس 5.8 کے لیے مشق

1982 کی ہڑتال کے بارے میں دیے گئے ان بیانات کو پڑھنے کے بعد درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ اس میں شامل مختلف تناظر سے 1982 کی ٹکسٹائل کی ہڑتال کو بیان کیجیے۔
2۔ کام کرنے والے ہڑتال پر کیوں گئے؟
3۔ دتا سامنت نے کس طرح ہڑتال کی قیادت قبول کی؟
4۔ ہڑتال توڑنے والوں کا کیا کردار رہا؟
5۔ مافیا گروہوں نے کس طرح ان مقامات پر اپنی جگہ بنائی؟
6۔ اس ہڑتال کے دوران عورتیں کیسے پریشان ہوئیں اور ان کے خاص سروکار کیا تھے؟
8۔ ہڑتال کے دوران کام گار اور ان کے خاندان کے لوگوں نے اپنی بقا کیسے قائم رکھی؟

سوالات

1۔ کسی پیشے کو منتخب کیجیے جو آپ اپنے آس پاس دیکھتے۔ اور اس کا بیان درج ذیل لائنوں کے ساتھ کیجیے۔ (a) قوت کار کی سماجی ترکیب — ذات، جنس، عمر، خطہ (b) محنت عمل — کام کس طرح کیا جاتا ہے۔ (c) تنخواہ اور دیگر سہولیات (d) کام کے حالات — تحفظ، آرام کا وقت، کام کے گھنٹے وغیرہ

یا

2۔ اینٹ بنانے، بیڑی رول کرنے، سافٹ ویئر انجینئر یا کان کے کام جو باکس میں بیان کیے گئے ہیں، کے کام گاروں کی سماجی ترکیب کا بیان کیجیے۔ کام کے حالات کیسے ہیں اور دستیاب سہولیات کیسی ہیں؟ مدھو جیسی لڑکیاں اپنے کام کے بارے میں کیا سوچتی ہیں؟

3۔ نرم کاری نے روزگار کے انداز کو کس طرح متاثر کیا ہے؟

© NCERT not to be republished

حوالہ جات (REFERENCES)

Anant, T.C.A. 2005. 'Labour Market Reforms in India: A Review'. In Bibek Debroy and P.D. Kaushik Eds. *Reforming the Labour Market.* pp. 235-252. Academic Foundation. New Delhi.

Bhandari, Laveesh. 'Economic Efficiency of Sub-contracted Home-based Work'. In Bibek Debroy and P.D. Kaushik Eds. *Reforming the Labour Market.* pp. 397-417. Academic Foundation. New Delhi.

Breman, Jan. 2004. The Making and Unmaking of an Industrial Working Class. Oxford University Press. New Delhi.

Breman, Jan. 1999. 'The Study of Industrial Labour in post-colonial India – The Formal Sector: An Introductory review'. *Contributions to Indian Sociology.* Vol 33 (1&2), January-August 1999. pp. 1-42.

Breman, Jan. 1999. 'The Study of Industrial Labour in post-colonial India – The Informal Sector: A concluding review'. *Contributions to Indian Sociology.* Vol 33 (1&2), January-August 1999. pp. 407-431.

Breman, Jan and Arvind, N. Das. 2000. *Down and Out: Labouring Under Global Capitalism.* Oxford University Press. Delhi.

Datar, Chhaya. 1990. 'Bidi Workers in Nipani'. In Illina Sen, *A Space within the Struggle.* pp. 1601-81. Kali for Women. New Delhi.

Gandhi, M.K. 1909. *Hind Swaraj and other writings.* Edited by Anthony J. Parel. Cambridge University Press. Cambridge.

George, Ajitha Susan. 2003. *Laws Related to Mining in Jharkhand.* Report for UNDP.

Holmstrom, Mark. 1984. *Industry and Inequality: The Social Anthropology of Indian Labour.* Cambridge University Press. Cambridge.

Joshi, Chitra. 2003. *Lost Worlds: Indian Labour and its Forgotten Histories Delhi.* Permanent Black. New Delhi.

Kerr, Clark et al. 1973. Industrialism and Industrial Man. Penguin. Harmondsworth.

Kumar, K. 1973. Prophecy and Progress. Allen Lane. London.

Menon, Meena and Neera, Adarkar. 2004. One Hundred Years, One Hundred *Voices: the Millworkers of Girangaon: An Oral History.* Seagull Press. Kolkata.

PUDR. 2001. *Hard Drive: Working Conditions and Workers Struggles at Maruti.* PUDR. Delhi.

Roy, Tirthankar. 2001. 'Outline of a History of Labour in Traditional Small-scale Iindustry in India'. *NLI Research Studies Series.* No 015/2001. V.V. Giri National Labour Institute. Noida.

Upadhya, Carol. forthcoming. *Culture Incorporated: Control over Work and Workers in the Indian Software Outsourcing Industry.*

© NCERT not to be republished

5274CH06

عالم کاری اور سماجی تبدیلی

6 (Globalisation and Social Change)

اکیسویں صدی میں سماجی تبدیلی پر کوئی بحث گلوبلائزیشن یا عالم کاری کے حوالے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ یہ فطری وجہ ہے کہ اس کتاب میں سماجی تبدیلی اور ترقی کے موضوع پر تحریر ابتدائی ابواب میں اصطلاح عالم کاری اور لبرلائزیشن یا نرم کاری کا ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے۔ باب 4 میں عالم کاری، نرم کاری اور دیہی سماج کے سیکشن کو یاد کریں۔ باب 5 میں نرم کاری پر حکومت ہند کی پالیسی اور اس کے اثرات سے متعلق سیکشن کو دوبارہ پڑھیں۔ جب ہم نے باب 3 میں ویژن ممبئی عالمی شہروں کے لیے نئے تصورات پر بحث کی تھی تب بھی یہ اصطلاحات استعمال ہوئی تھیں۔ اسکولی کتابوں کے علاوہ آپ نے اخباروں، ٹیلی ویژن پروگراموں یہاں تک کہ روزمرہ کی بات چیت میں بھی ان الفاظ کو پڑھا اور سنا ہوگا۔

سرگرمی 6.1

کسی بھی اخبار کو پابندی کے ساتھ دو ہفتے تک پڑھیں اور یہ دیکھیں کہ عالم کاری کی اصطلاح کو استعمال کیسے ہوا ہے۔ کلاس میں اپنے ہم جماعتوں کے تبصروں سے اس کا موازنہ کریں۔ مختلف قسم کے ٹیلی ویژن پروگراموں میں عالم کاری اور عالمی کا حوالہ دیجیے۔ آپ سیاسی و معاشی یا ثقافتی معاملوں سے متعلق خبروں اور مباحثوں پر اپنی توجہ مبذول کریں۔

© NCERT not to be republished

سرگرمی 1 سے آپ کو یہ جاننے میں مدد ملے گی کہ عالم کاری لفظ کا استعمال مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ تاہم ہمیں واضح طور پر یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اصلاً اس اصطلاح کا مطلب کیا ہے؟ اس باب میں ہم عالم کاری کے معنی، اس کی مختلف جہتوں اور ان کے سماجی نتائج کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عالم کاری کی صرف ایک تعریف ہو سکتی ہے اور اسے سمجھنے کا طریقہ بھی ایک ہی ہے۔ دراصل ہم یہ دیکھیں گے کہ مختلف مضامین یا تعلیمی شعبے عالم کاری کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دے سکتے ہیں۔ معاشیات میں زیادہ توجہ معاشی پہلوؤں جیسے پونجی کے بہاؤ پر دی جا سکتی ہے۔ سیاسیات میں حکومتوں کے بدلتے کردار پر توجہ مرکوز کی جا سکتی ہے۔ تاہم عالم کاری کا عمل اتنا وسیع اور دوررس ہے کہ عالم کاری کے اسباب اور نتائج دونوں کو سمجھنے کے لیے تمام مضامین کو ایک دوسرے سے معلومات کے مبادلے کی ضرورت پڑ رہی ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ عالم کاری کو سمجھنے میں سماجیات کا کیا کردار ہے۔

آپ سماجیات کے دائرۂ کار پر ہماری ابتدائی بحث اور سماجیاتی تناظر کے امتیازی کردار کو یاد کریں۔ عالم کاری کو سمجھنے میں سماجیاتی تناظر کی اہمیت پر توجہ دینے کے سلسلے میں ہم پھر تھوڑا اور پیچھے کی طرف لوٹیں گے۔

> سماجیاتی مطالعے کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ یہ افراد کے درمیان جیسے دکان دار اور ایک گاہک کے ساتھ، اساتذہ اور طلبا کے ساتھ، دو دوستوں یا فیملی کے ممبران کے درمیان باہمی رابطے کے اپنے تجزیے پر توجہ مرکوز کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ اپنے تجزیے کو قومی امور جیسے بے روزگاری یا ذات پات کا تنازعہ یا قبائلی لوگوں کو جنگل سے متعلق حقوق پر سرکاری پالیسی کے اثرات یا دیہی لوگوں کے قرض میں مبتلا ہونے وغیرہ تک محدود رکھ سکتا ہے یا عالمی سماجی عمل کاری جیسے مزدور طبقے سے متعلق نئے لچکدار ضوابطِ محنت کے اثرات یا الکٹرانک میڈیا کا نوجوانوں پر اثر یا ملک کے تعلیمی نظام پر غیر ملکی یونیورسٹیوں کے داخلے کے اثرات کا جائزہ لے سکتا ہے۔ اس لیے سماجیات کی ان موضوعات (یعنی فیملی، ٹریڈ یونین یا گاؤں وغیرہ) سے توضیح نہیں ہوتی جن کا یہ مطالعہ کرتا ہے بلکہ اس کی توضیح ایک منتخب میدان کا مطالعہ کس طرح کرنا ہے اس سے ہوتی ہے (این سی ای آر ٹی گیارھویں جماعت کی کتاب، حصہ اوّل، 2005)

اوپر دیے گئے پیراگراف کو غور سے پڑھیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ سماجیات کی تعریف کیا مطالعہ کرنا ہے، سے نہیں بلکہ کیسے مطالعہ کرتا ہے سے، کی گئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ سماجیات گلوبلائزیشن کے صرف سماجی یا ثقافتی نتائج کا ہی مطالعہ کرتا ہے۔ یہ فرد اور سماج، خورد وکلاں، مقامی اور عالم گیر کے درمیان رشتوں کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے سماجیاتی تخیل کا استعمال کرتا ہے۔ ایک دور دراز کے گاؤں میں رہنے والا کسان عالمی تبدیلی سے کیسے متاثر ہوتا ہے؟ عالم کاری متوسط طبقے کے لوگوں کے روزگار کے مواقع پر کس طرح اثر انداز ہوا ہے؟ اس نے بڑے ہندوستانی کارپوریشنوں کو کثیر ملکی کاروباری ادارہ بننے کے امکانات پر کیسے اثر ڈالا ہے؟ اگر خوردہ فروشی کی تجارت کا میدان کثیر قومی بڑی کمپنیوں کے لیے کھول دیا جاتا ہے تو پڑوسی کے کرانے کے دکان داروں پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ آج ہمارے شہروں اور قصبوں میں اتنے بڑے بڑے شاپنگ مال کیوں ہیں؟ آج نوجوانوں میں اپنا خالی وقت گزارنے کا طریقہ کیسے بدل گیا؟ ہم عالم کاری کے ذریعہ لائی جانے والی مختلف قسم کی جامع تبدیلیوں کی چند مثالیں دیتے ہیں۔ آپ خود بھی ایسی کئی مثالیں بتا سکیں گے جن سے پتہ چلے گا کہ عالمی پیش رفت وحالات کا عام لوگوں کی زندگی پر کس طرح اثر پڑ رہا ہے۔ اس سے وہ طریقہ بھی اثر انداز ہو رہا ہے جس کے ذریعہ سماجیات کو سماج کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔

بازار کو کھولنے اور بہت سی اشیا کی درآمد پر پابندیاں ہٹا لینے سے ہم دنیا کے مختلف گوشوں کی زیادہ سے زیادہ اشیا اپنی قریبی دکانوں پر حاصل کر لیتے ہیں۔ یکم اپریل 2001 سے درآمد پر لگی سبھی قسم کی مقداری پابندیوں کو ہٹا لیا گیا۔ اب یہ حیرت کی بات نہیں ہوگی کہ آپ کو مقامی پھل کی دکان پر چین کی ناشپاتی اور آسٹریلیا کا سیب دیکھنے کو ملے۔ قریبی دکان میں آپ کو آسٹریلیائی سنترے کا جوس اور برف میں جمے پیکٹوں میں تلنے کے لیے تیار چپس مل جائیں۔ ہم اپنی فیملی اور دوستوں کے ساتھ کیا کھاتے پیتے ہیں سب دھیرے دھیرے تبدیل ہو رہا ہے۔ پالیسی تبدیلیوں کا ایک ہی نمونہ صارفین اور پیدا کاروں پر الگ الگ اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی جہاں ایک طرف شہری اور خوش حال صارفین کے لیے زبردست متبادل کی صورت پیدا کر سکتی ہے وہیں ایک کسان کے لیے روزی روٹی کا سنگین مسئلہ بھی بن سکتی ہے۔ یہ تبدیلیاں انفرادی ہیں کیونکہ یہ افراد اور ان کی طرز زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان کا بلاشبہ تعلق حکومت کے ذریعہ اپنائی جانے والی عوامی پالیسیوں سے اور عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کے ساتھ اس کے معاہدے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح بڑی پالیسی تبدیلیوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک ٹیلی ویژن چینل کے بجائے آج واقعتاً بے شمار چینل ہیں۔ میڈیا میں ڈرامائی تبدیلی غالباً عالم کاری کے اثر ہی سب سے زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ اگلے باب میں ہم اس پر زیادہ تفصیل سے بحث کریں گے۔ یہ محض چند ہی مثالیں ہیں لیکن یہ آپ کی ذاتی زندگی اور عالم کاری کی دوررس ظاہری پالیسیوں کے درمیان موجود قریبی باہمی رابطوں کا جائزہ لینے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ سماجیاتی تخیل خورد و کلاں کے اور ذاتی و عوامی کے درمیان رابطہ قائم کر سکتی ہے۔

سماجیات کی تعریف اکثر ایک ایسے مضمون کے طور پر کی جاتی ہے جو 'سماج' کا مطالعہ کرتا ہے۔ گیارھویں جماعت کی کتاب 1 میں اپنی بحث کو یاد کریں کہ سماج کی سرحدوں کو متعین کرنا آسان نہیں ہے۔ گاؤں کے مطالعے کا مطلب نہ یہ کہ صرف مختلف سماجی گروہوں اور ان کے سماج کا مطالعہ ہے بلکہ اس مطالعے میں یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ اس گاؤں کا سماج باہری دنیا سے کیسے وابستہ ہے۔ یہ وابستگی پہلے کے مقابلے زیادہ معقول ہے۔ ایک ماہر سماجیات یا ماہر سماجی انسانیات سماج کا مطالعہ الگ وجود کی شکل میں نہیں کر سکتا۔ جگہ اور وقت کی دوریاں سکڑ جانے کے سبب یہ تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ ماہرین سماجیات کو ان عالمی بین رابطے کو ذہن میں رکھتے ہوئے گاؤں، خاندانوں، نقل و حرکت، بچوں کی پرورش، کام و فرصت، دفتر شاہی تنظیموں یا ذاتوں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ ان مطالعات میں عالمی تجارتی تنظیم کے اصولوں کا زراعت اور اس بنا پر کسانوں پر پڑنے والے اثرات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا۔

عالم کاری کا اثر دوررس ہوتا ہے۔ یہ ہم سبھی پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن اس کا اثر ہر ایک کے لیے الگ الگ ہوتا ہے۔ اس طرح جہاں کچھ کے لیے اس کا مطلب نئے مواقع کا حاصل ہونا ہو سکتا ہے وہیں دوسروں کے لیے یہ ذریعۂ معاش سے محرومی بھی ہے۔ جب چینی اور کوریائی ریشم کے دھاگے بازار میں آئے تو بہار کی ریشم کاتنے اور دھاگا بنانے والی عورتوں کو اپنی ملازمت سے محروم ہونا پڑا۔ بنکر اور صارفین اس دھاگے کو اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ یہ کسی حد تک سستا اور چمک دار ہوتا ہے۔ ہندوستان کے سمندروں میں بڑے بڑے مچھلی پکڑنے والے جہازوں کے آ جانے سے اسی طرح کی بے دخلی واقع ہوئی۔ ان جہازوں کے ذریعہ مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں جنھیں کبھی پہلے ہندوستانی مچھلی پکڑنے کے جہازوں کے ذریعہ اکٹھا کیا جاتا تھا۔ اسی طرح مچھلی کو چھاننے، خشک کرنے، فروخت کرنے اور جال بنانے والی عورتوں کی روزی روٹی پر خراب اثر پڑا۔ گجرات میں گوند اکٹھا کرنے والی عورتیں جو 'جولی پھرا' یا

باول کے پیڑوں سے گوند اکٹھا کرتی تھیں سوڈان سے سستی گوند کی درآمد کی وجہ سے اپنے روزگار سے محروم ہوگئیں۔ ہندوستان کے تقریباً سبھی شہروں میں ردی چننے والے لوگ کچھ حد تک اپنے روزگار سے محروم ہوئے کیونکہ ترقی یافتہ ملکوں سے ردی کاغذ کی درآمد ہونے لگی ہے۔ اسی باب میں ہم آگے دیکھیں گے کہ روایتی تماشا گر کے پیشوں پر اس عالم کاری کا کیا اثر پڑا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ عالم کاری کی سماجی اہمیت کافی زیادہ ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا سماج کے مختلف طبقوں پر اس کا اثر کافی الگ الگ ہے۔ اس لیے عالم کاری کے اثر کے بارے میں لوگوں کے خیالات ایک جیسے نہ ہو کر یکسر مختلف ہیں۔ بعض کو یقین ہے کہ عالم کاری اس لیے ضروری ہے کہ یہ ایک بہتر دنیا کی آمد کا اعلان کرتا ہے۔ دوسروں کو ڈر ہے کہ لوگوں کے مختلف طبقات پر عالم کاری کا اثر الگ ہوتا ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ جہاں زیادہ مراعات یافتہ طبقے کے بہت سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں وہیں مراعات سے محروم آبادی کے بڑے حصے کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عالم کاری کوئی نیا عمل نہیں ہے۔ اگلے دو سیکشن میں ان امور پر بحث کرتے ہوئے۔ ہم یہ بھی پتہ لگائیں گے کہ قدیم دور میں عالمی سطح پر ہندوستان کے بین رابطے کیسے تھے۔ ہم یہ بھی جانچ کریں گے کہ واقعی عالم کاری کی بعض امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟

6.1 کیا عالمی بین رابطے دنیا اور ہندوستان کے لیے نئے ہیں؟ (ARE GLOBAL INTERCONNECTIONS NEW TO WORLD AND TO INDIA)?

اگر عالم کاری عالمی بین روابط کے بارے میں ہے تو ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا واقعی یہ کوئی نیا مظہر ہے؟ کیا ہندوستان اور دنیا کے مختلف حصے ابتدائی ادوار میں آپس میں بین عمل نہیں کرتے تھے؟

ابتدائی سال (THE EARLY YEARS)

ہندوستان آج سے دو ہزار سال پہلے بھی دنیا سے الگ نہیں تھا۔ ہم نے تاریخ کی درسی کتاب میں مشہور شاہراہ ریشم کے بارے میں پڑھا ہے۔ یہ شاہراہ صدیوں پہلے ہندوستان کو ان عظیم ثقافتوں سے جوڑتی تھی جو چین، فرانس، مصر اور روم میں واقع تھی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہندوستان کے طویل ماضی کے دوران، دنیا کے مختلف حصوں سے لوگ کبھی تاجروں کی شکل میں، کبھی فاتح کے طور پر اور کبھی نئے مقامات کی تلاش میں مہاجروں کے طور پر یہاں آئے اور بس گئے۔ دور دراز کے گاؤں میں اکثر لوگ ایسے زمانے کو یاد کرتے ہیں جب ان کے آبا و اجداد کہیں اور رہا کرتے تھے جہاں سے وہ آئے تھے اور وہاں بس گئے جہاں وہ اب رہتے ہیں۔

باکس 6.1

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ سنسکرت زبان میں ماہر صرف ونحو (قواعد زبان)، پانی جس نے قبل مسیح چوتھی صدی کے آس پاس سنسکرت کے قواعد اور صوتیات کو مرتب اور تبدیل کیا تھا، افغان نژاد تھا......ساتویں صدی کا چینی دانشور ای جنگ نے چین سے ہندوستان کے اپنے راستے جاوا (سری وجے کے شہر میں) میں سنسکرت سیکھی تھی۔ بین عمل کا اثر تھائی لینڈ سے ملایا، انڈوچائنا، انڈونیشیا، فلپائن، کوریا اور جاپان تک پورے ایشیا میں زبانوں اور فرہنگوں پر دکھائی دیتا ہے......

© NCERT not to be republished

ہمیں 'کوپ منڈوک' (کنویں کے مینڈک) سے متعلق ایک تمثیلی حکایت میں 'بے تعلقی کے رویئے' کے خلاف تنبیہ ملتی ہے۔ اسے متعدد پرانی سنسکرت کتابوں میں باربار دہرایا گیا ہے۔ کوپ منڈوک ایک مینڈک ہے جو زندگی بھر ایک کنویں میں رہتا ہے۔ وہ اور کچھ نہیں جانتا اور باہر کی ہر چیز کے بارے میں شک کرتا ہے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتا اور کسی کے ساتھ بھی موضوع پر استدلال نہیں کرتا۔ اسے تو بس باہری دنیا کے بارے میں اپنے دل میں شک ہے۔ دنیا کی سائنسی، ثقافتی اور معاشی تاریخ درحقیقت بہت ہی محدود ہوتی اگر ہم کنویں میں رہنے والے اس مینڈک کی طرح زندگی گزارتے۔ (سین 86–2005:84)

بین الاقوامی باہمی تعاملی یہاں تک کہ عالم گیر نظریہ بھی اسی طرح جدید دور کے لیے نئی ترقیاں انفرادیت یا جدید ہندوستان کے لیے منفرد نہیں ہے۔

استعماریت اور عالمی ربط (COLONIALISM AND THE GLOBAL CONNECTION)

ہم نے جدید ہندوستان میں سماجی ترقی کی کہانی نوآبادیاتی دور سے شروع کی تھی۔ آپ نے باب 1 میں پڑھا کہ جدید سرمایہ داری کا اس کی ابتدا میں سے ایک عالم گیر پہلو رہا ہے۔ استعماریت اس نظام کا ایک حصہ تھی جسے پونجی، خام مواد، توانائی، بازار کے نئے وسائل اور ایک ایسے نیٹ ورک کی ضرورت تھی جو اسے قائم رکھ سکے۔ آج عالم کاری یا گلوبلائزیشن کی شناخت ایک توضیحی خاصیت کے حوالے سے بڑے پیمانے پر لوگوں کی نقل وحرکت یا ہجرت کے طور پر کی جاتی ہے۔ تاہم، آپ جانتے ہیں کہ غالباً لوگوں کی سب سے بڑی نقل وحرکت یورپی لوگوں کی ہجرت (ترک وطن) تھی جو امریکہ اور آسٹریلیا میں بس گئے تھے۔ آپ یاد کریں گے کہ کس طرح ہندوستان سے معاہدے کے ذریعہ پابند مزدوروں کو جہازوں میں بھر کر ایشیا، افریقہ اور شمالی جنوبی امریکہ کے دوردراز کے علاقوں میں کام کرنے کے لیے لے جایا گیا اور غلامی کی تجارت کے تحت ہزاروں افریقیوں کو دوردراز ملکوں میں بھیج دیا گیا۔

آزاد ہندوستان اور دنیا (INDEPENDENT INDIA AND THE WORLD)

آزاد ہندوستان نے عالم گیر زاویۂ نگاہ اپنائے رکھا جو کئی معنوں میں ہندوستانی قوم پرست تحریکوں سے وراثت میں ملا تھا۔ پوری دنیا میں آزادی کی جدوجہد کے لیے پیمان وابستگی اور دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگوں کے ساتھ یکجہتی اس تصور کا لازمی جزو تھا۔ بہت سے ہندوستانیوں نے تعلیم اور کام کے حصول کے لیے سمندر پار سفر کیا۔ نقل وطن ایک جاری رہنے والا عمل تھا۔ خام مال، اشیا اور ٹکنالوجی کی برآمد درآمد آزادی کے بعد سے ہی ترقی کا ایک اہم حصہ بنی رہی۔ غیر ملکی کمپنیاں ہندوستان میں عمل پذیر تھیں۔ لہٰذا ہمیں خود سے پوچھنے کی ضرورت ہے کہ کیا تبدیلی کا موجودہ عمل بنیادی طور پر اس عمل سے مختلف ہے جسے ہم نے ماضی میں دیکھا تھا۔

6.2 عالم کاری کی فہم (UNDERSTANDING GLOBALISATION)

ہم نے دیکھا کہ ابتدائی دور سے ہی کروی دنیا کے ساتھ ہندوستان کے رشتے امتیازی اہمیت کے حامل تھے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مغربی سرمایہ داری جیسا کہ وہ یورپ میں ابھری، استعماریت کی شکل میں دیگر ملکوں کے وسائل پر عالم گیر کنٹرول کے ذریعہ قائم

ہوئی۔ تاہم، اہم سوال یہ ہے کیا عالم کاری محض عالم گیر بین رابطوں سے متعلق ہے یا پیداوار اور مواصلات، محنت اور پونجی کی تقسیم کے سرمایہ دارانہ نظام، ٹکنالوجی سے متعلق اختراع اور ثقافتی تجربات، حکمرانی کے طریقوں اور سماجی تحریکوں میں کچھ اہم تبدیلیوں کے حوالے سے ہے۔ یہ تبدیلیاں اہم ہیں اگر چہ کچھ نمونے سرمایہ داری کے ابتدائی مراحل میں پہلے بھی ظاہر ہوئے تھے۔ کچھ ایسی تبدیلیوں کے ذریعہ جو مواصلاتی انقلاب سے پیدا ہوئیں ہمارے کام اور زندگی کے طور طریقوں کی زبردست طریقے میں کایا پلٹ ہوئی ہے۔

ہم ذیل میں عالم کاری کی چند امتیازی خصوصیات کے بارے میں بتانے کی کوشش کریں گے۔ آپ ان کا پوری طرح تجزیہ کرنے کے بعد محسوس کریں گے کہ کیوں عالم گیر بین رابطے کی براہ راست تعریف عالم کاری کی گہرائی اور پیچیدگی کو واضح نہیں کر پاتی۔

عالم کاری سے مراد جوں جوں سماجی اور معاشی رشتے عالم گیر پیمانے پر وسیع ہو رہے ہیں ویسے ویسے، دنیا کے خطوں اور ملکوں کے درمیان ایک دوسرے پر انحصار کا بڑھنا ہے۔ اگرچہ معاشی قوتیں عالم کاری کا لازمی جزو ہیں تاہم یہ کہنا غلط ہوگا کہ اکیلے ہی یہ اس کی تشکیل کرتی ہیں۔ اطلاعات اور مواصلات کی ترقی کے ذریعہ ہی یہ سب سے زیادہ آگے بڑھا ہے کیونکہ ان سے پوری دنیا کے لوگوں کے درمیان باہمی رابطے کی رفتار اور دائرہ میں بڑھا اور گہرا ہوا ہے۔ مزید برآں جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ سیاسی سیاق وسباق میں بھی اسے وسعت حاصل ہوئی۔ آیئے عالم کاری کی مختلف جہتوں پر ایک نظر ڈالیں۔ اپنی بحث کو مزید آسان بنانے کے لیے ہم معاشی، سیاسی اور ثقافتی پہلوؤں پر الگ الگ غور کریں گے۔ تاہم آپ یہ بھی محسوس کریں گے یہ کیسے مربوط ہیں اور کتنا ایک دوسرے سے گہرائی کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

عالم کاری کی مختلف جہات (THE DIFFERENT DIMENSIONS OF GLOBALISATION)

معاشی (THE ECONOMIC)

ہندوستان میں ہم لبرلائزیشن (نرم کاری) اور گلوبلائزیشن (عالم کاری) دونوں اصطلاحات کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل ایک دوسرے سے متعلق تو ہیں لیکن ایک جیسی نہیں ہیں۔ ہندوستان میں ہم نے دیکھا کہ ریاست نے 1991 میں اپنی معاشی پالیسی میں تبدیلی لانے کا فیصلہ کیا۔ ان تبدیلیوں کو لبرلائزیشن کی پالیسی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

a۔ لبرلائزیشن کی معاشی پالیسی

عالم کاری میں پوری دنیا میں سماجی اور معاشی رشتوں کی توسیع شامل ہے۔ اس وسعت کی حوصلہ افزائی چند معاشی پالیسیوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر اس عمل کو ہندوستان میں لبرلائزیشن یا نرم کاری کہا جاتا ہے۔ نرم کاری اصطلاح سے مراد ایسے متعدد پالیسی فیصلے سے ہے جو حکومت ہند کے ذریعہ 1991 میں ہندوستانی معیشت کو عالمی بازار کے لیے کھول دینے کے مقصد سے لیے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی معیشت پر کنٹرول رکھنے کے لیے حکومت کے ذریعہ اس سے پہلے اپنائی جانے والی پالیسیوں پر پابندی لگ گئی۔ حکومت نے آزادی کے حصول کے بعد کئی ایسے قانون بنائے جن کے ذریعہ یہ یقینی بنایا گیا کہ ہندوستانی بازار اور ملکی کاروبار وسیع عالمی مسابقت سے محفوظ رہیں۔ اس پالیسی کے پس پردہ یہ مفروضہ تھا کہ استعماریت سے آزاد ملک آزاد بازار کی حالت میں خسارے میں رہے گا۔ آپ باب 1 میں استعماریت کے معاشی اثرات کے بارے میں پہلے ہی پڑھ چکے ہیں۔ حکومت کو یہ بھی یقین تھا کہ اکیلا بازار ہی

© NCERT not to be republished

لوگوں کی فلاح و بہبود بالخصوص بنیادی سہولیات سے محروم طبقے کا خیال نہیں رکھ سکے گا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے حکومت کو اہم ذمہ داری نبھانی چاہیے۔ جیسا کہ آپ نے باب 3 میں پڑھا کہ ہندوستانی آئین سازوں کے لیے سماجی انصاف کا مسئلہ کتنا اہم تھا۔

معیشت کی نرم کاری کا مطلب ہندوستانی تجارت کو باضابطہ بنانے والے اصولوں اور مالیاتی ضوابط کو ہٹا دینا تھا۔ ان تدابیر کو معاشی اصلاحات بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصلاحات کیا ہیں؟ جولائی 1991 سے ہندوستانی معیشت نے اپنے سبھی اہم میدانوں (زراعت، صنعت، تجارت، غیرملکی سرمایہ کاری، ٹکنالوجی، عوامی شعبہ اور مالیاتی ادارے وغیرہ) میں اصلاحات کا ایک طویل سلسلہ دیکھا ہے۔ بنیادی مفروضہ یہ تھا کہ عالمی بازار میں زیادہ سے زیادہ شمولیت ہندوستانی معیشت کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

لبرلائزیشن کے عمل میں بین الاقوامی اداروں جیسے بین الاقوامی زری فنڈ (IMF) سے قرض لینا بھی شامل تھا۔ یہ قرض متعینہ شرائط پر دیے جاتے ہیں۔ حکومت کو بعض قسم کے اقدامات کرنے کے وعدے کی پابندی کرنی ہوتی ہے۔ ان اقدامات میں ساختی تطابق کی پالیسی شامل ہے۔ ان تطابق یا موافقت میں عام طور پر سماجی شعبوں جیسے صحت، تعلیم اور سماجی تحفظ میں حکومت کے اخراجات میں کمی کرنا شامل ہوتا ہے۔ دیگر بین الاقوامی اداروں جیسے عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کے حوالے سے بھی یہ بات کہی جاسکتی ہے۔

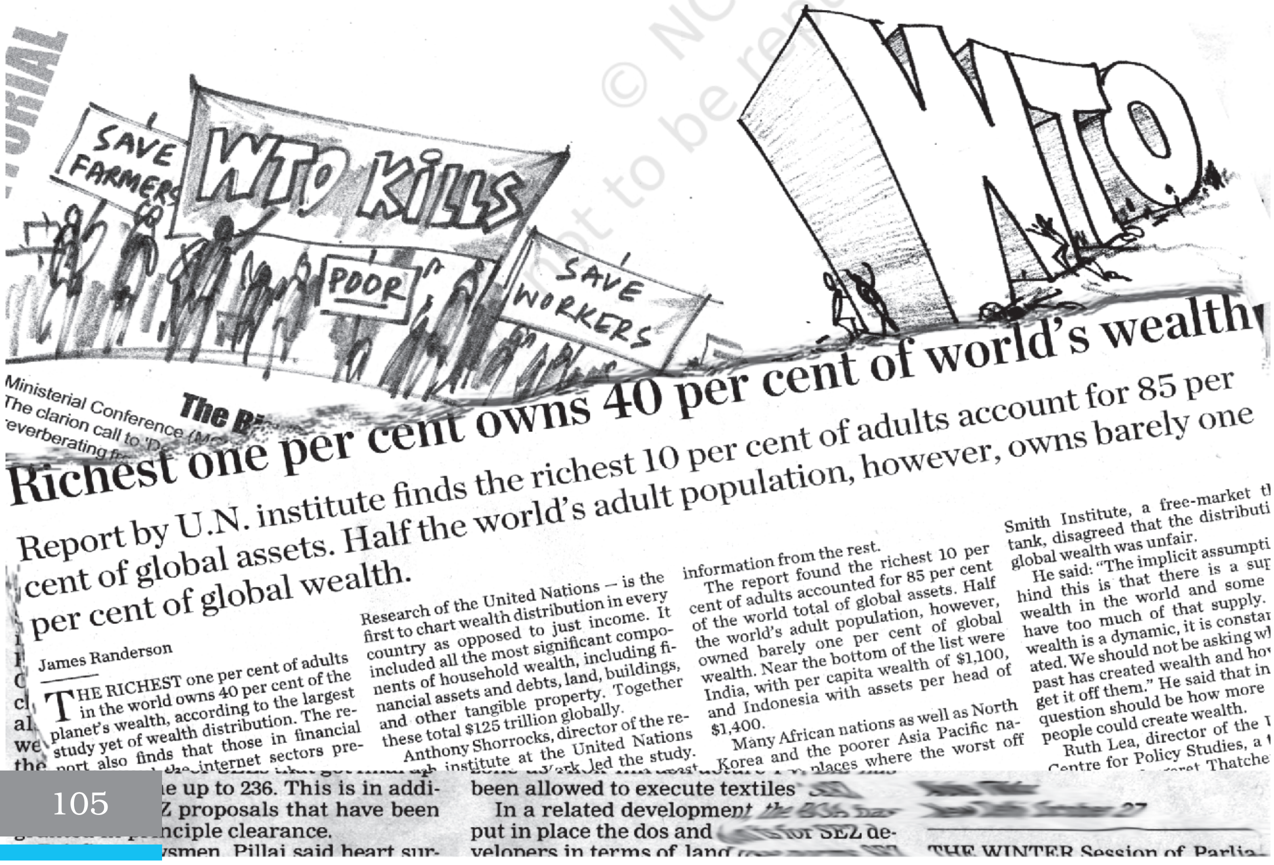

© NCERT not to be republished

b۔ کثیر ملکی کاروباری ادارے

عالم کاری کو متحرک کرنے والے بہت سے معاشی عوامل میں کثیر مملکتی کارپوریشن (TNCs) کے کردار کی خصوصی اہمیت ہے۔ ٹی این سی وہ کمپنیاں ہیں جو ایک سے زائد ملکوں میں اشیا یا خدمات پیش کرتی ہیں۔ یہ نسبتاً چھوٹی فرمیں بھی ہوسکتی ہیں۔ ان کے ایک دو کارخانے اس ملک سے باہر ہوتے ہیں جہاں وہ بنیادی طور پر واقع ہیں۔ یہ بہت بڑے کاروباری ادارے بھی ہوسکتے ہیں جن کا کاروبار پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہو جیسے کوکا کولا، جنرل موٹرز، کولگیٹ۔ پاپولر، کوڈک متسوبشی اور بہت سی دوسری کمپنیاں۔ اگر ان کی ایک واضح قومی بنیاد ہو تب بھی یہ عالمی بازاروں اور عالم گیر منافع رخی ہوتی ہیں۔ کچھ ہندوستانی کارپوریشن بھی کثیر قومی بن رہے ہیں، لیکن ہم یہاں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ مجموعی طور پر ہندوستان کے عوام کے لیے اس رجحان کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔

c۔ الکٹرانک معیشت

الکٹرانک معیشت ایک اور عامل ہے جو معاشی عالم کاری کو سہارا دیتا ہے۔ کمپیوٹر کے ماؤس کو محض دبانے سے بینک، کارپوریشنز، فنڈ منیجر اور انفرادی سرمایہ کار اپنے فنڈ کو بین الاقوامی سطح

سرگرمی 6.2

کثیر مملکتی کاروباری اداروں کے ذریعہ تیار ایسی اشیا کی فہرست بنائیں جن کا استعمال آپ کرتے ہیں یا آپ نے بازار میں دیکھا ہے یا جن کے اشتہارات کو آپ نے سنا یا دیکھا ہے۔ اس طرح کی تیار اشیا کی فہرست بنائیں جیسے:

- جوتے
- کیمرے
- کمپیوٹر
- ٹیلی ویژن
- کاریں
- میوزک سسٹم
- صابن یا شیمپو جیسے زیب و زینت کا سامان
- کپڑے
- پروسس کی ہوئی غذا
- چائے
- کافی
- دودھ پاوڈر

© NCERT not to be republished

پر منتقل کر سکنے کے اہل ہوتے ہیں۔حالانکہ اس طرح فوری الکٹرانک ذریعہ بھیجنے کا یہ طریقہ نہایت دشوار گزار بھی ہے۔ہندوستان میں اکثر اسٹاک ایکسچینج میں ہونے والے اتار چڑھاؤ کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے جو غیر ملکی اصل کاروں کے ذریعہ منافع کے لیے اچانک بڑی مقدار میں اسٹاک خریدنے یا فروخت کرنے کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ایسے تبادلے مواصلاتی انقلاب کی وجہ سے ممکن ہوئے ہیں جس کے بارے میں ہم آگے بحث کریں گے۔

d۔ بے وزن معیشت یا علم پر مبنی معیشت

عالم کاری گزشتہ ادوار کے برعکس اب ابتدائی طور پر زراعت یا صنعت پر مبنی نہیں ہے۔ بے وزن معیشت وہ ہوتی ہے جس میں پروڈکٹ معلومات یا اطلاع پر مبنی ہوتے ہیں جیسے کمپیوٹر، سافٹ ویئر، میڈیا اور تفریح سے متعلق اشیا اور انٹرنیٹ پر مبنی خدمات۔علم پر مبنی معیشت وہ ہوتی ہے جس میں زیادہ تر قوت محنت مادی پیداوار یا مادی اشیا کی تقسیم میں نہیں شامل ہوتی بلکہ ان کے ڈیزائن، ترقی، ٹکنالوجی، مارکیٹنگ، فروخت اور خدمات میں لگی ہوتی ہے۔اس معیشت میں آپ کے پڑوس میں واقع کھانے پینے کی انتظامی خدمات سے لے کر بڑی بڑی ایسی تنظیم بھی شامل ہوتی ہے جو کانفرنسوں جیسی کاروباری تقریبات سے لے کر شادی جیسی فیملی تقریبات کے لیے میزبانی کی اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ایسے بھی بہت سے نئے کاروبار ہیں جن کے بارے میں چند دہائیوں پہلے نہیں سنا گیا تھا۔مثال کے طور پر پروگرام (event) منیجر۔کیا آپ نے ان کے بارے میں سنا ہے۔اسی طرح کی کن ہی نئی خدمات کے بارے میں دریافت کیجیے۔

باکس 6.2

ہم میں بہت سے لوگ ہوا میں پیسہ کما لیتے ہیں: ہم ایسا کچھ تیار نہیں کرتے جن کا وزن کیا جا سکے، لمس ہو یا آسانی سے اس کی پیمائش کی جا سکتی ہو۔ہماری پیداوار بندرگاہوں پر ڈھیر لگا کر اکھٹی نہیں کی جاتی، مال گودام میں نہیں رکھی جاتی یا ریلوے کے مال ڈبوں میں بھر کر بھیجی نہیں جاتی۔ہم میں زیادہ تر لوگ اپنی روزی روٹی خدمات فراہم کر کے فیصلہ، اطلاع اور تجزیہ کرنے کے ذریعہ کرتے ہیں۔بھلے ہی ہم اپنا کام کسی ٹیلی فون کال سنٹر، وکیل کے آفس، سرکاری محکمے اور کسی سائنسی تجربہ گاہ میں انجام دیتے ہوں۔ہم تھن ایئر (Thin-air) کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔

ماخذ: چارلس لیڈ بیٹر 1999 لیونگ آن تھن ایئر: دی نیو اکنامی (لندن ویکنگ)

© NCERT not to be republished

باکس 6.2 کے لیے مشق

1۔ اپنے قریبی پڑوس سے معلوم کریں کہ وہاں کے نوجوان کس طرح کی ملازمت کرتے ہیں۔ان کاموں کی فہرست بنائیں۔آپ کے خیال میں کتنے لوگ کسی نہ کسی شکل میں خدمات فراہم کرنے میں لگے ہیں۔ بحث کریں۔
2۔ اپنے کلاس سے پتہ لگائیں کہ آپ کے ہم جماعت مستقبل کے بارے میں کس طرح کا منصوبہ بنا رہے ہیں؟ بے وزن معیشت کے حوالے سے بحث کریں۔

e۔ مالیات کی عالم کاری

یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ پہلی بار خاص طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی کے انقلاب کے سبب مالیات کا عالم کاری ہوا ہے۔عالمی طور پر مربوط مالیاتی بازار الکٹرانک حلقے میں سینکڑوں اور اربوں ڈالر کا تبادلہ ہیں۔ پونجی اور سیکورٹی یا ضمانتی بازاروں میں 24 گھنٹے تجارت چلتی رہتی ہے۔نیویارک،ٹوکیو اور لندن جیسے شہر مالیاتی تجارت کے اہم مراکز ہیں۔ ہندوستان میں ممبئی کو ملک کی مالیاتی راجدھانی کہا جاتا ہے۔

سرگرمی 6.3

- ٹیلی ویژن پر اُن چینلوں کی تعداد شمار کریں جو کاروباری ہیں اور اسٹاک بازاروں،غیر ملکی راست سرمایہ کاریوں کے بہاؤ،مختلف کمپنیوں کی مالی رپورٹیں وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ آپ حسب خواہش ہندوستانی زبان کے چینل یا انگریزی چینلوں پر اپنی توجہ مبذول کر سکتے ہیں۔
- مالیات سے متعلق چند اخباروں کے نام دریافت کریں۔
- کیا عالمی رجحانات پر کسی طرح کا فوکس دیکھتے ہیں؟ بحث کیجیے۔
- آپ کے خیال میں کیا ان رجحانات کے سبب ہماری زندگیاں متاثر ہوئی ہیں؟

© NCERT not to be republished

عالمی مواصلات (GLOBAL COMMUNICATIONS)

ٹیکنالوجی اور عالمی ٹیلی مواصلات کے بنیادی ڈھانچے میں ہونے والی اہم پیش رفت سے عالمی مواصلات میں انقلابی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔اب کچھ گھروں اور بہت سے دفاتر میں باہری دنیا کے ساتھ رابطہ بنانے کے متعدد ذرائع موجود ہیں؛ جیسے ٹیلی فون (لینڈ لائن اور موبائیل دونوں قسم کے) فیکس مشینیں،ڈجیٹل اور کیبل ٹیلی ویژن،الکٹرانک میل اور انٹرنیٹ وغیرہ۔

آپ میں بعض کو ایسی بہت سی جگہوں کے بارے میں پتہ ہوگا اور کچھ کو نہیں بھی ہوگا۔ ہمارے ملک میں اسے اکثر 'ڈجیٹل ڈیوائڈ' کا اشارہ یہ مانا جاتا ہے۔اس ڈجیٹل تقسیم کے باوجود ٹکنالوجی کی یہ مختلف شکلیں وقت اور دوری کو سمیٹ دیتی ہیں۔سیارے کے مخالف جانب بنگلور اور نیویارک میں بیٹھے دو افراد نہ صرف یہ کہ بات چیت کر سکتے ہیں بلکہ دستاویزوں اور تصویروں کو سٹیلائٹ ٹکنالوجی کی مدد سے ایک دوسرے کو بھیج بھی سکتے ہیں۔عالم کاری کے عمل نے دنیا میں نیٹ ورک سوسائٹی اور میڈیا سوسائٹی کو قائم کیا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان باہمی تعلقات قائم ہوئے ہیں۔لیکن اس میں ابھی موثر اور اہم سدھار کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں حکومت ہند نے اس ضمن میں ایک جانب پر متعدد امکانات والے منصوبہ ''ڈجیٹل انڈیا'' کی شروعات کی ہے۔جو ہر طرح کے تبادلہ میں (ڈجیٹلائزیشن کو امدادی وحدت کی صورت میں قائم کرے گی۔ یہ قدم ہندوستان میں ایک ایسے تبادلہ کو وجود بخشے گا جو ڈجیٹل اعتبار سے طاقتور ہندوستانی سماج،علم اور معاشی نظام کو وسعت دے گا۔ آپ نے گزشتہ ابواب میں دیکھا کہ بیرونی وسائل سے کیسے کام لیا جاتا ہے۔

Flying high
With more airlines flying the skies and air travel becoming affordab
t is time to look at infrastructure development and the availability
of facilities at Indian airports.
VINAY KUMAR
A THOUGHT FOR TO
hat is the trouble with flying:
have to return to airpo
HENRY MINIZBURG
Dizzying Heig
Direct international flights
to more non-metros
s small-town India gearing itsel
As many as 15 towns in
abroad and the list i
Jaipur, Luckn
ourist attracti
omestic
ekers.
GATE - 3
STAFF & TROLLEY

سرگرمی 6.4

- کیا آپ کے پڑوس میں کوئی انٹرنیٹ کیفے ہے؟
- اس کے استعمال کنندگان کون ہیں؟ وہ انٹرنیٹ کا کس طرح کا استعمال کرتے ہیں؟
- کیا یہ کام کے لیے ہے؟ کیا یہ تفریح کی کوئی نئی شکل ہے؟
- کیا آپ کے پڑوس میں کوئی STD یا ISD ٹیلی فون بوتھ ہے؟ کیا یہاں کوئی فیکس کی بھی سہولت ہے؟

باکس 6.3

1990 کی دہائی میں عالم گیر سطح پر انٹرنیٹ کا استعمال بہت زیادہ بڑھ گیا۔ 1998 میں دنیا بھر میں 7 کروڑ لوگ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے تھے۔ ان میں سے 62 فی صدی ریاست ہائے متحدہ امریکا اور کناڈا میں تھے جب کہ 12 فی صد ایشیا میں تھے۔ 2000 تک انٹرنیٹ کے استعمال کنندگان کی تعداد بڑھ کر 32.5 کروڑ ہوگئی۔ ہندوستان میں 2000 تک انٹرنیٹ کے گاہکوں کی تعداد 30 لاکھ ہوگئی۔ پھر 1.5 کروڑ لوگ اس کا استعمال کرنے لگے اس زبردست اضافے کی وجہ پورے ملک میں سائبر کیفے کی بھرپور دستیاب تھی۔ (سنگھل اور روجرس 2001:235)

15 اگست 2006 کو براڈ کاسٹ CNN-IBN کی سروے رپورٹ کے مطابق ملک کے 7 فی صد نوجوان انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں جب کہ محض 3 فی صد گھروں میں کمپیوٹر موجود ہے۔ ان اعداد و شمار سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں کمپیوٹر تیزی سے بڑھتی تعداد کے باوجود اس سہولت کے استعمال کنندگان کے درمیان بڑا فاصلہ ہے۔ سائبر کینیکٹوٹی زیادہ تر شہری علاقوں تک محدود ہے جو کہ سائبر کیفے کی شکل میں موجود ہے۔ لیکن دیہی علاقوں میں جہاں بڑے پیمانے پر بجلی کی کوتی، ناخواندگی اور ٹیلی فون جیسی سہولیات کی عدم موجودگی ہے اس کو غیر متعلق بنائے ہوئے ہے۔

باکس 6.4

ہندوستان میں ٹیلی مواصلات کی توسیع

جب ہندوستان نے 1947 میں آزادی حاصل کی اس وقت اس نئے ملک میں 84,000 ٹیلی فون لائنیں 35 کروڑ کی آبادی کے لیے تھیں۔ تینتیس سال بعد 1980 تک بھی ہندوستان کی ٹیلیفون خدمات بہتر نہیں تھیں؛ تب 70 کروڑ کی آبادی کے لیے صرف 25 لاکھ ٹیلی فون اور 12,000 پبلک فون تھے اور ہندوستان کے 6,00,000 گاؤں میں سے صرف 3 فی صد میں ہی ٹیلی فون لگے

© NCERT not to be republished

ہوئے تھے۔ 1990 کی دہائی کے آخری سالوں میں ٹیلی مواصلاتی صورت حال میں زبردست تبدیلی پیدا ہوئی۔ 1999 تک ہندوستان میں 2.5 کروڑ ٹیلی فون لائنیں لگ چکی تھیں؛ جو ملک کے 300 شہروں، 4,869 قصبوں اور 310,897 گاؤں میں پھیلی ہوئی جن کے سبب ہندوستان کا ٹیلی مواصلاتی نیٹ ورک دنیا میں نواں سب سے بڑا نیٹ ورک بن گیا۔

.....1988 اور 1998 کے درمیان کسی نہ کسی طرح کی سہولیت والے گاؤں کی تعداد 27,316 سے بڑھ کر 300,000 (یعنی ہندوستان میں گاؤں کی کل تعداد سے آدھی) ہوگئی۔ 2000 تک کوئی 6,50,000 پبلک کال آفس (PCO) ہندوستان میں دور دور تک دیہی پہاڑوں اور قبائلی علاقوں میں معتبر ٹیلی فون خدمات فراہم کرنے لگے تھے جہاں ٹیلی فون کرنے کے خواہش مند افراد آرام سے (پیدل چل کر) جاتے، ٹیلی فون کرتے اور میٹر کے ذریعہ آنے والے بل کو ادا کرتے۔

اس طرح پی سی او کی سہولت دستیاب ہو جانے سے فیملی ممبران کے ساتھ رابطہ بنائے رکھنے کی ہندوستانی لوگوں کی ایک زبردست سماجی وثقافتی ضرورت پوری ہوگئی۔ جیسے ہندوستان میں شادی وغیرہ کی تقریبات میں شامل ہونے، رشتہ داروں کے پاس جانے، اور آخری رسوم وغیرہ میں شرکت کے لیے ٹرین سے سفر پسندیدہ ذریعہ ہے، ویسے ہی ٹیلی فون بھی قریبی فیملی بندھنوں کو قائم رکھنے کا سب سے آسان طریقہ مانا جاتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ٹیلی فون سے متعلق خدمات کے زیادہ تر اشتہار میں ماں کو بیٹے بیٹیوں سے اور دادا دادی یا نانا نانی کو پوتے پوتیوں یا نواسے نواسیوں سے بات کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ٹیلی فون کی توسیع کمرشیل استعمال کے علاوہ اپنے استعمال کنندہ کے لیے ایک مضبوط سماجی وثقافتی عمل بھی انجام دیتی ہے۔

(سنگھل اور روجرس 89–2001:188)

© NCERT not to be republished

باکس 6.2 کے لیے مشق

ذاتی رشتوں اور ٹیلی مواصلات پر ایک مضمون لکھیے۔

سیلولر ٹیلی فون میں بھی زبردست اضافہ ہوا اور زیادہ تر شہر میں رہنے والے متوسط طبقہ کے نوجوانوں کے لیے سیل فون ان کی ذات کا ایک جزو بن گیا اس طرح سیل فون کے استعمال میں بھی اضافہ ہوا اور طریقوں میں بھی کافی تبدیلی دکھائی دی۔ حسب ذیل باکس میں دی گئی معلومات ان تبدیلیوں کی جانب اشارہ کرتی ہے:

باکس 6.5

1998 میں وزارت داخلہ حکومت ہند نے موبائل ٹیلی فون کے لیے پیشگی ادائیگی کے نقد کارڈوں کی کھلی فروخت پر پابندی لگا دی، اور دلیل یہ دی کہ نقد پیشگی ادائیگی کارڈوں کا استعمال جرائم پیشہ لوگ کر رہے ہیں جس سے تفتیش کرنے والوں کو مجرموں کا پتہ لگانے میں دشواری ہوتی ہے۔ تاہم مجرموں کے ذریعہ استعمال کیے جانے والے ٹیلی فون کارڈوں کی تعداد کل تعداد کے مقابلے بالکل برائے نام ہے۔ ٹیلی فون آپریٹروں کے لیے یہ احکامات صادر کر دیے گئے کہ کسی بھی گاہک کو نقد کارڈوں کی خوردہ فروشی سے پہلے اس کے نام اور پتے کی تصدیق ضرور کر لیں۔ نجی آپریٹروں کا ماننا ہے کہ وہ اپنے کاروبار کے تقریباً 50 فی صد حصے سے اس غیر ضروری تصدیق سے محروم ہو رہے ہیں۔

موبائل ٹیلی فون کے نئے گاہکوں کی تعداد میں 1998 میں تقریباً 50 فی صد کی کمی آئی جب ہندوستانی انکم ٹیکس محکمے نے یہ حکم دیا کہ موبائل ٹیلی فون رکھنے والے ہر فرد کو اپنا انکم ٹیکس داخل کرنا چاہیے۔ یہ حکم اس خیال پر مبنی تھا کہ اگر کوئی فرد موبائل ٹیلی فون جیسی کوئی 'آسائشی شے' رکھنے کا خرچ اٹھا سکتا ہے تو اس کی آمدنی اتنی ضرور ہوگی کہ اسے انکم ٹیکس ریٹرن فائل کرنا چاہیے۔

(سنگھل اور روجرس 2001:203-04)

باکس 6.6

ہندوستان دنیا میں موبائل فون کے تیزی سے بڑھتے ہوئے بازاروں میں سے ایک بن گیا ہے۔ ہندوستان میں موبائل خدمات کمرشیل طور پر 1995 سے شروع کی گئی تھیں۔ شروع کے 6-5 سالوں میں اس کے گاہکوں میں اضافے کا اوسط 50,000 سے 1 لاکھ کے درمیان تھا اور دسمبر 2002 میں کل موبائل گاہکوں کی تعداد بڑھ کر ڈیڑھ کروڑ تک پہنچ گئی۔ اگرچہ موبائل ٹیلی فون کے لیے 1994 کی نئی ٹیلی مواصلاتی پالیسی کی تعمیل کی گئی لیکن شروعاتی سالوں میں اس کی افزائش کی شرح دھیمی رہی کیونکہ ہینڈسیٹ کی قیمت اونچی رہی اور موبائل ٹیلی فون کے ٹیرف زیادہ تھے۔ موبائل ٹیلی فون کے معاملے میں نئی ٹیلی کام پالیسی صنعت نے کئی ایسے اقدامات کیے جو صارف کی ترغیبات کا باعث تھے۔ موبائل گاہکوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ سال 2003 میں ملک بھر میں 1.60 کروڑ نئے موبائلوں کا اضافہ ہوا۔ اس کے بعد 2004 میں 2.2 کروڑ اور 2005 میں 3.2 کروڑ نئے موبائلوں کا اضافہ ہوا۔ ستمبر 2006 میں ہندوستان میں 12.344 کروڑ لوگوں کے پاس موبائل تھے جب کہ ہندوستان سے زیادہ موبائل فون والے صرف تین ممالک چین میں 40.8 کروڑ، یو ایس اے میں 170 کروڑ اور روس میں 130 کروڑ تھے۔

باکس 6.7

طلبا نے کلام کو احتجاجی خط بھیجا

ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر...... کے ذریعہ این ڈی ٹی وی چینل پر دیے گئے بیان نے طلبا کو زبردست احتجاج پر اکسایا......
وائس چانسلر نے ڈریس کوڈ نافذ کرنے اور سیل فون پر پابندی کے اپنے فیصلے کا دفاع یہ کہتے ہوئے کیا تھا کہ طلبا نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔
لیکن طلبا نے پابندی کی تائید سے انکار کیا اور پہلے منظم احتجاج میں انھوں نے صدر جمہوریہ اے پی جے عبدالکلام سے مداخلت کرنے کی درخواست کی۔

(ماخذ: http://www.ndtv.com (Thursday, January 19, 2006 (Chennai جمعرات، 19 جنوری 2006، چنئی)

باکس 6.5، 6.6 اور 6.7 کے لیے مشق

- اوپر کے 3 باکسوں کو بغور پڑھیں۔
- وہ سیل فون کے استعمال بے تحاشہ اضافے کے بارے میں کیا خیالات ظاہر کرتے ہیں؟
- کیا آپ سیل فون کے تئیں رویے اور قبولیت میں کوئی تبدیلی دیکھتے ہیں؟

سرگرمی 6.5

1980 کی دہائی کے آخر میں، ابتدائی طور پر سیل فون کو (جرائم پیشہ کے غلط استعمال کی وجہ سے) بے اعتمادی کی نظر سے دیکھا گیا۔ بعد ازاں 1998 تک اسے آسائشی اشیا کے طور پر مانا گیا (یعنی صرف امیر لوگوں کے ذریعہ ہی انھیں رکھا جا سکتا ہے اور اس کے استعمال کنندگان پر ٹیکس لگایا جانا چاہیے)۔ 2006 تک آتے آتے ہندوستان سیل فون کے استعمال میں دنیا کے چوتھا سب سے بڑا ملک بن گیا۔ اب سیل فون یہاں کی زندگی کا اتنا اہم جزو بن گیا کہ جب طلبا کو کالج میں سیل فون استعمال نہ کرنے کے لیے کہا گیا تو وہ ہڑتال پر جانے اور ملک کے صدر سے درخواست کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

ہندستان میں سیل فون کے استعمال میں ہونے والے حیرت انگیز اضافے کے اسباب پر کلاس میں بحث کا انعقاد کرنے کی کوشش کریں۔

- کیا یہ اضافہ چالاکی سے کی جانے والی مارکیٹنگ اور میڈیا مہم کے سبب واقع ہوئی؟ کیا سیل فون اب بھی حیثیت کی علامت ہے؟
- کیا دوستوں، رشتہ داروں اور عزیزوں سے رابطہ رکھنے اور ان سے جڑے رہنے کے لیے سیل فون انتہائی ضروری ہے؟
- کیا ماں باپ بچے کہاں پر ہیں، اس بارے میں اپنی فکر کو کم کرنے کے لیے اس کے استعمال کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں؟
- نوجوان سیل فون کی ضرورت اتنی شدت سے کیوں محسوس کر رہے ہیں؟ مختلف اسباب کا پتہ لگانے کی کوشش کیجیے۔

عالم کاری اور مزدور (GLOBALISATION AND LABOUR)

عالم کاری اور ایک نئی بین الاقوامی محنت تقسیم (GLOBALISATION AND A NEW INTERNATIONAL DIVISION OF LABOUR)

محنت کی ایک نئی بین الاقوامی تقسیم ابھر کر سامنے آئی ہے جس میں تیسری دنیا کے شہروں میں زیادہ سے زیادہ معمول کی مینوفیکچرنگ پیداوار اور روزگار تیسری دنیا کے شہروں میں انجام دیا جاتا ہے۔ آپ نے باب 4 میں کام کے بیرونی وسائل یا ٹھیکے پر دیے جانے والے کاموں اور باب 5 میں معاہدہ پر مبنی کاشت کاری کے بارے میں پڑھا۔ یہاں ہم اس بارے میں صورت حال مزید واضح کرنے کے لیے 'نائیکے' کمپنی کی مثال پیش کر رہے ہیں۔

© NCERT not to be republished

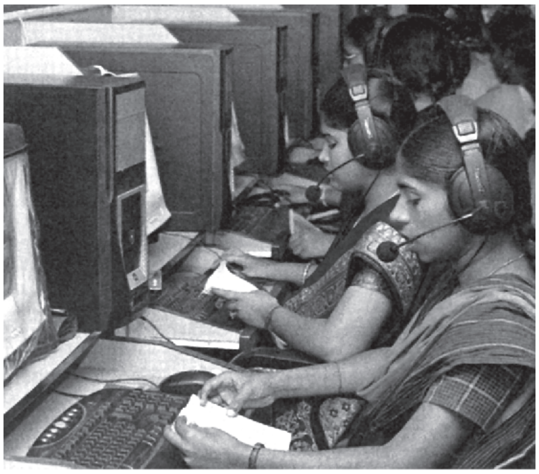

نائیکے (Nike) کمپنی کو 1960 کی دہائی میں اپنے قیام کے وقت سے ہی کافی تیزی کے ساتھ فروغ حاصل ہوا۔ نائیکے (Nike) جوتوں کی درآمد کنندہ کمپنی کے طور پر ابھری۔اس کے بانی فل نامٹ جاپان سے جوتے درآمد کیا کرتے تھے اورانھیں کھیل کود سے متعلق تقریبات میں فروخت کیا کرتے تھے۔یہ کمپنی ایک کثیر قومی کاروباری ادارے یعنی کثیر مملکتی کارپوریشن کے طور پر سامنے آئی جس کا ہیڈکوارٹر بیورٹن میں، پورٹ لینڈ، اورے گان کے باہر واقع ہے۔صرف دو امریکی کارخانے ہی نائیکے (Nike) کے لیے جوتے بنایا کرتے تھے۔پھر 1960 کی دہائی میں نائیکے (Nike) کے جوتے جاپان میں بنائے جانے لگے۔ جب وہاں لاگت بڑھی تو پیداواری عمل 1970 کی دہائی کے نصف میں جنوبی کوریا منتقل کر دیا گیا۔ پھر جب جنوبی کوریا میں مزدوری کی لاگت بڑھی تو 1980 کی دہائی میں پیداوار کو تھائی لینڈ اور انڈونیشیا تک پھیلا دیا گیا۔اس کے بعد 1990 کی دہائی سے ہندوستان میں نائیکے (Nike) کے جوتوں کی پیداوار ہو رہی ہے۔اگر اور کہیں مزدوری زیادہ سستی ہوگی تو مرکز پیداوار وہاں شروع کر دیا جائے گا۔ اس پورے عمل سے مزدور زیادہ کمزور اور غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔محنت کا یہ لچیلا پن اکثر پیدا کاروں کے حق میں ہی کام کرتا ہے۔ایک مرکزی مقام پر بڑے پیمانے پر اشیا کی پیداوار (Fordism) کے بجائے ہم الگ الگ مقامات پر پیداوار کے لچیلے نظام (Post-Fordism) کی طرف بڑھ چکے ہیں۔

باکس 6.8

ظاہری طور پر تو جنرل موٹرز نام کی کمپنی پونٹیاک لی مینس جیسی امریکی کار بناتی ہے۔اس کی شوروم قیمت 20,000 ڈالر ہے جس میں سے صرف 7,600 ڈالر ہی امریکنوں (ڈیٹرائے کے کارکنان اور انتظامیہ، نیویارک کے وکیلوں اور بینک کاروں، واشنگٹن میں رہنے والے ترغیب کاروں اور پورے ملک کے جنرل موٹرز کے شیئر ہولڈروں) کے پاس جاتا ہے۔

باقی:

- مزدوری اور کار کے حصوں کو جوڑنے کے لیے جنوبی کوریا کو 48 فی صد
- الیکٹرانکس اور انجنوں جیسے ترقی یافتہ اجزا کے لیے جاپان کو 28 فی صد
- اسٹائلنگ اور ڈیزائن انجینئرنگ کے لیے جرمنی کو 12 فی صد
- چھوٹے کل پرزوں کے لیے تائیوان اور سنگاپور کو 7 فی صد
- باربوڈس یا آئیر لینڈ کو ڈاٹا پروسیسنگ کے لیے تقریباً 1 فی صد حصہ جاتا ہے۔

(ریچ 1991)

عالم کاری اور روزگار
(GLOBALISATION AND EMPLOYMENT)

عالم کاری اور محنت کے بارے میں ایک اور اہم مسئلہ روزگار اور عالم کاری کے درمیان رشتوں کا ہے۔ یہاں بھی ہم نے عالم کاری کا غیر یکساں اثر دیکھا ہے۔شہری مراکز کے متوسط طبقہ کے نوجوانوں کے لیے عالم کاری اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے انقلاب نے روزگار کے نئے نئے مواقع پیدا کیے ہیں۔کالجوں سے حسب معمول بی۔ایس۔سی۔/بی۔اے۔/بی۔کام۔کی ڈگری لینے کے بجائے وہ کمپیوٹر کے اداروں سے کمپیوٹر زبانیں سیکھ رہے ہیں یا کال سنٹروں، بزنس پروسس آوٹ سورسنگ (BPO) کمپنیوں میں ملازمت اختیار کررہے ہیں۔وہ شاپنگ مال یا مختلف ریستورانوں میں ملازمت کرتے ہیں۔تاہم جیسا کہ باکس 6.9 میں دکھایا گیا ہے روزگار کے رجحانات بحیثیت مجموعی مایوس کن ہی ہیں۔

باکس 6.9

''سب سے زیادہ غریب جنوبی ایشیا میں رہتے ہیں۔غریبی کی شرح خاص طور پر ہندوستان، نیپال اور بنگلا دیش میں اونچی ہے'' جیسا کہ ''ایشیا اور بحرالکاہل کے علاقے میں محنت اور سماجی رجحانات 2005'' نام کی بین الاقوامی محنت تنظیم (ILO) کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے......اس رپورٹ میں ایشیا کے علاقے میں بڑھتے ہوئے 'روزگار خلا' کا واضح تجزیہ کیا گیا ہے۔رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس علاقے میں مؤثر معاشی نمو ہوئی ہے لیکن اس کے مطابق کام کے نئے مواقع نہیں پیدا ہو سکے ہیں۔یعنی 2.5 کروڑ روزگار کے مواقع کا اضافہ ہوا جب کہ ان کی کل تعداد 1.588 ارب تھی جو کہ 7 فی صد سے زیادہ کی شرح نمو کو دیکھتے ہوئے تھی۔

''جاب گروتھ رمینس ڈس اپوائنٹنگ—آئی۔ایل۔او۔''لیبر فائل ستمبر–اکتوبر 2005 صفحہ 54

عالم کاری اور سیاسی تبدیلیاں (GLOBALISATION AND POLITICAL CHANGES)

کئی لحاظ سے اس بڑی سیاسی تبدیلی یعنی سابقہ سماجی دنیا کے سقوط سے عالم کاری کے عمل میں مزید تیزی پیدا ہوئی؛ نتیجتاً عالم کاری کو سہارا دینے والی معاشی پالیسیوں کے تئیں ایک مخصوص معاشی اور سیاسی انداز نظر پیدا ہوا۔ان تبدیلیوں کو نیو لبرل معاشی اقدامات کے طور پر جانا جاتا ہے۔ہم پہلے یہ دیکھ چکے ہیں کہ ہندوستان میں لبرلائزیشن کی پالیسی کے تحت کیا کیا ٹھوس اقدامات کیے گئے۔مجموعی طور پر ان پالیسیوں میں آزاد کاروباری مہم جوئی سے متعلق سیاسی تصور دکھائی دیتا ہے جس میں یہ مانا جاتا ہے کہ بازار کی قوتوں کی آزادانہ فرماں روائی کرنا مؤثر بھی ہوگا اور منصفانہ بھی۔لہٰذا اس میں ضابطہ بندی اور ریاست کے ذریعہ فراہم کی جانی والی اعانتیں دونوں کی ہی تنقید کی جاتی ہے۔اس معنی میں عالم کاری کے موجودہ عمل میں سیاسی بصیرت اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ معاشی بصیرت۔تاہم اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ موجودہ عالم کاری سے کچھ مختلف قسم کا عالم کاری ہو۔ہم اس طرح ایک مشمولی عالم کاری کا تصور کر سکتے ہیں جس میں سماج کے سبھی طبقات کی شمولیت ہو۔

عالم کاری کے ساتھ ایک دیگر اہم سیاسی پیش رفت سیاسی اشتراک کے لیے بین الاقوامی اور علاقائی میکانیت کی افزائش سے واقع ہو رہی ہے۔اس سلسلے میں یورپی یونین جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کی ایسوسی ایشن (Association of South East Asian Nations)(ASEAN)، جنوبی ایشیائی علاقائی کانفرنس (South Asian Regional Conference)(SARC) اور حالیہ کا ساؤتھ ایشین فیڈریشن آف ٹریڈ ایسوسی ایشن (South Asian Federation of Trade Association)(SAFTA) کچھ مثالیں ہیں جو علاقائی انجمنوں کے اہم کردار کو ظاہر کرتی ہیں۔

بین الاقوامی حکومتی تنظیموں (IGOs) اور بین الاقوامی غیر حکومتی تنظیموں (INGOs) کا ابھرنا بھی ایک اہم سیاسی پہلو ہے۔ بین حکومتی تنظیم ایک ایسا ادارہ ہے جو شراکتی حکومتوں کے ذریعہ قائم کی جاتی ہے اور جسے ایک مخصوص کثیر مملکتی دائرۂ عمل پر نظر رکھنے یا اسے باضابطہ بنانے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کو تجارتی عمل پر نافذ ہونے والے اصولوں کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ ذمہ داری سونپی جا رہی ہے۔

جیسا کہ ان کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ بین الاقوامی غیر حکومتی تنظیمیں، بین حکومتی تنظیموں سے اس طرح مختلف ہیں کہ یہ حکومتی اداروں سے متعلق نہیں ہوتیں بلکہ خود آزاد تنظیمیں ہوتی ہیں جو پالیسی فیصلے لیتی ہیں اور بین الاقوامی امور کو نمٹاتی ہیں۔ بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں میں چند معروف تنظیمیں 'گرین پیس' (باب 8 دیکھیں) دی ریڈ کراس، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور میڈی سنز فرنیٹرز (ڈاکٹرز وِدآؤٹ بارڈرز) ہیں۔ ان کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کریں۔

عالم کاری اور ثقافت (GLOBALISATION AND CULTURE)

عالم کاری ثقافت کو کئی طرح سے متاثر کرتی ہے۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ زمانے سے ہندوستان نے ثقافتی اثرات کے تئیں کھلا انداز نظر اپنا رکھا ہے اور نتیجتاً وہ ثقافتی لحاظ سے خوش حال ہوتا جا رہا ہے۔ گزشتہ دہائی میں کئی ثقافتی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جن سے یہ ڈر بھی پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں ہماری مقامی ثقافتیں پیچھے نہ رہ جائیں۔ ہم نے پہلے دیکھا تھا کہ ہماری ثقافتی روایت کوپ منڈوک یعنی زندگی بھر کنوئیں کے اندر رہنے والے اس مینڈک کی حالت سے خبردار رہنے کی تعلیم دیتی رہی ہے جو کنوئیں سے باہر کی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور ہر باہری شے کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتا اور کسی بھی موضوع پر بحث نہیں کرتا۔ وہ تو صرف باہری دنیا پر شبہ کرنا ہی جانتا ہے۔ خوش قسمتی سے ہم آج بھی اپنی روایتی اور آزاد رجحان اپنائے ہوئے ہیں۔ اسی لیے ہمارے سماج میں سیاسی اور معاشی امور پر ہی نہیں بلکہ لباس، فیشن، موسیقی، فلم، زبان، انداز وغیرہ کے بارے میں زوردار بحثیں ہوتی رہتی ہیں۔ جیسا کہ ہم باب 1 اور 2 میں بتا چکے ہیں کہ 19 ویں صدی کے مصلحین اور ابتدائی قوم پرست بھی ثقافت وروایت پر تبادلۂ خیال کیا کرتے تھے۔ یہ امور آج بھی کسی حد تک ویسے ہی ہیں اور کسی حد تک مختلف بھی۔ شاید فرق یہی ہے کہ اب تبدیلی کا پیمانہ اور مختلف ہے۔

ثقافت کو متجانس بنانا بنام گلوبلائزیشن (HOMOGENISATION VERSUS GLOBALISATION OF CULTURE)

بنیادی طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ سبھی ثقافتیں یکساں یا متجانس ہو جائیں گی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ثقافت کی مقامی خصوصیت کو عالم گیر خصوصیت سے ملانے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ عالم کاری سے مراد عالمی سے مقامی کو مخلوط کرنا ہے۔ یہ پوری طرح بے ساختہ نہیں ہوتا اور نہ ہی عالم کاری کے کمرشیل مفادات سے بے تعلق ہوتا ہے۔

یہ ایک حکمت عملی ہے جو اکثر غیر ملکی فرموں کے ذریعہ اپنا بازار بڑھانے کے لیے مقامی روایات کے ساتھ برتنے میں اپنائی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسٹار، ایم ٹی وی، زی چینل اور کارٹون نیٹ ورک جیسے سبھی غیر ملکی ٹیلی ویژن چینل ہندوستانی زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میک ڈونالڈ صرف سبزی اور چکن سے بنی اشیا کو فروخت کرتا ہے نہ کہ اپنی گائے کے گوشت سے بنی اشیا کو جو بیرون ممالک میں زیادہ مقبول ہیں۔ میک ڈونالڈ نوراتری تہوار کے زمانے میں سبزی پر مشتمل خوراک پیش

کرتا ہے۔موسیقی کے میدان میں 'بھانگڑہ، پاپ، انڈی پاپ، فیوزن میوزک' اور یہاں تک کہ ری مکس گیتوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ ہندوستانی ثقافت کی مضبوطی اس کے کھلے پن کے انداز نظر میں ہے۔ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جدید دور میں ہمارے سماجی مصلح اور قوم پرست رہنما اپنے روایت اور ثقافت کے موضوع پر زوردار بحث ومباحثہ کرتے رہے ہیں۔ثقافت کو کسی ایسے عدم تغیر پذیر اور جامد وجود کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا جو کسی سماجی تبدیلی کے سبب یا تو ساقط ہو جائے گا یا جوں کا توں یعنی غیر تبدیل شدہ بنا رہے گا۔آج بھی اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ عالم کاری کے نتیجے میں کچھ نئی مقامی روایات ہی نہیں بلکہ عالم گیر روایتوں کی بھی تخلیق ہوگی۔

سرگرمی 6.6

- گلوبلائزیشن کی دیگر مثالوں کی شناخت کرتے ہوئے۔ بحث کریں۔
- کیا آپ نے بالی ووڈ میں تیار کی گئی فلموں میں کوئی تبدیلی دیکھی ہے؟ ایک وقت تھا جب کہانیاں تو مقامی رہتی تھیں لیکن ان میں مناظر غیر ممالک کے ہوتے تھے۔اس کے بعد کچھ کہانیاں ایسی بھی تھیں جس میں اگر کہانی کا کچھ حصہ بیرون ممالک کا حصہ ہوتا تھا تب بھی ایکٹر ہندوستان واپس آتے تھے۔اب ایسی کہانیاں بھی ہوتی ہیں جو ہندوستان سے پوری طرح باہر کی ہوتی ہیں۔ بحث کریں۔

جنس اور ثقافت (GENDER AND CULTURE)

ثقافتی شناخت کے ایک مقررہ روایتی تصور کا دفاع کرنے والے لوگ اکثر عورتوں کے خلاف ہونے والے متفرق برتاؤ اور جمہوری روایتوں کو ثقافتی شناخت کا نام دے کر دفاع کرتے ہیں۔اس طرح کے رواجوں میں ستی رسم سے لے عورتوں کو تعلیم سے خارج کرنا اور انھیں عوامی معاملوں میں شرکت سے دور رکھنا بھی شامل ہو سکتا ہے۔عورتوں کے خلاف غیر منصفانہ رواجوں کے دفاع کے لیے عالم کاری کو کھڑا کیا جا سکتا ہے۔خوش قسمتی سے ہم ایک جمہوری روایت اور ثقافت کو قائم رکھنے اور فروغ دینے میں کامیاب رہے ہیں جس سے ہم ثقافت کی توضیح جمہوری انداز میں کر سکتے ہیں۔

صرف کی ثقافت (CULTURE OF CONSUMPTION)

جب ہم ثقافت کی بات کرتے ہیں تو اکثر لباس، موسیقی، رقص، غذا کا حوالہ دیتے ہیں۔تاہم ثقافت جیسا کہ ہم جانتے ہیں زندگی جینے کا طریقہ ہے۔ثقافت کے دو استعمال کا ذکر عالم کاری کے موضوع پر کسی باب میں ہونا چاہیے جو یہ ہیں: صرف کی ثقافت اور کارپوریٹ ثقافت، عالم کاری کی عمل کاری میں خاص طور پر شہروں کے نمو کو شکل دینے میں ثقافتی صرف جو اہم کردار ادا کر رہا ہے، اس پر ایک نظر ڈالیں۔1970 کی دہائی تک شہروں کی افزائش میں مینوفیکچرنگ صنعتیں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں۔اس وقت، ثقافتی صرف (فن، غذا، فیشن، موسیقی، سیاحت کی) اکثر شہروں کے نمو کو بڑی حد تک شکل فراہم کرتے ہیں۔ہندوستان میں ہر بڑے شہر میں شاپنگ مالز، ملٹی پلیکس، سینما ہال، تفریحی پارکوں اور 'واٹر ورلڈ' کے نمو میں آئی تیزی سے واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ اشتہارات اور بالعموم میڈیا نے ایک ایسی ثقافت کو فروغ دیا ہے جس میں خرچ کرنا زیادہ اہم مانا جاتا ہے۔رقم کو سنبھال کر رکھنا اب کوئی خوبی نہیں رہ گئی بلکہ شاپنگ کو وقت گزارنے کی سرگرمی کے طور پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

© NCERT not to be republished

سرگرمی 6.7

- روایتی دکان اور نئے شروع ہونے والے ڈپارٹمنٹل اسٹور کا موازنہ کیجیے۔
- مال اور روایتی بازار کا تقابل کریں۔اب فروخت کی جانے والی اشیا ہی نہیں بدل گئیں بلکہ خریداری کا مطلب بھی بدل گیا ہے، کیسے؟ بحث کیجیے۔
- کھانے پینے کی جگہوں پر غذا کی کس طرح کی نئی قسم پیش کی جانے لگی ہے۔ بحث کریں۔
- نئے فاسٹ فوڈ ریستورانوں کے بارے میں پتہ لگائیں جو اپنے عمل میں عالم گیر ہیں۔

'مس یونیورس' اور 'مس ورلڈ' جیسی فیشن نمائشوں میں متواتر کامیابیوں کے ساتھ فیشن، زیب و زینت کے ساز و سامان اور صحت کے میدانوں میں صنعتوں کی زبردست افزائش ہوئی ہے۔نوجوان لڑکیاں ایشوریہ رائے اور سشمیتا سین بننے کا خواب دیکھ رہی ہیں۔ 'کون بنے گا کروڑ پتی' جیسے مقبول گیم شو سے دراصل ایسا لگنے لگا ہے کہ کچھ ہی کھیلوں میں ہماری تقدیر بدل سکتی ہے۔

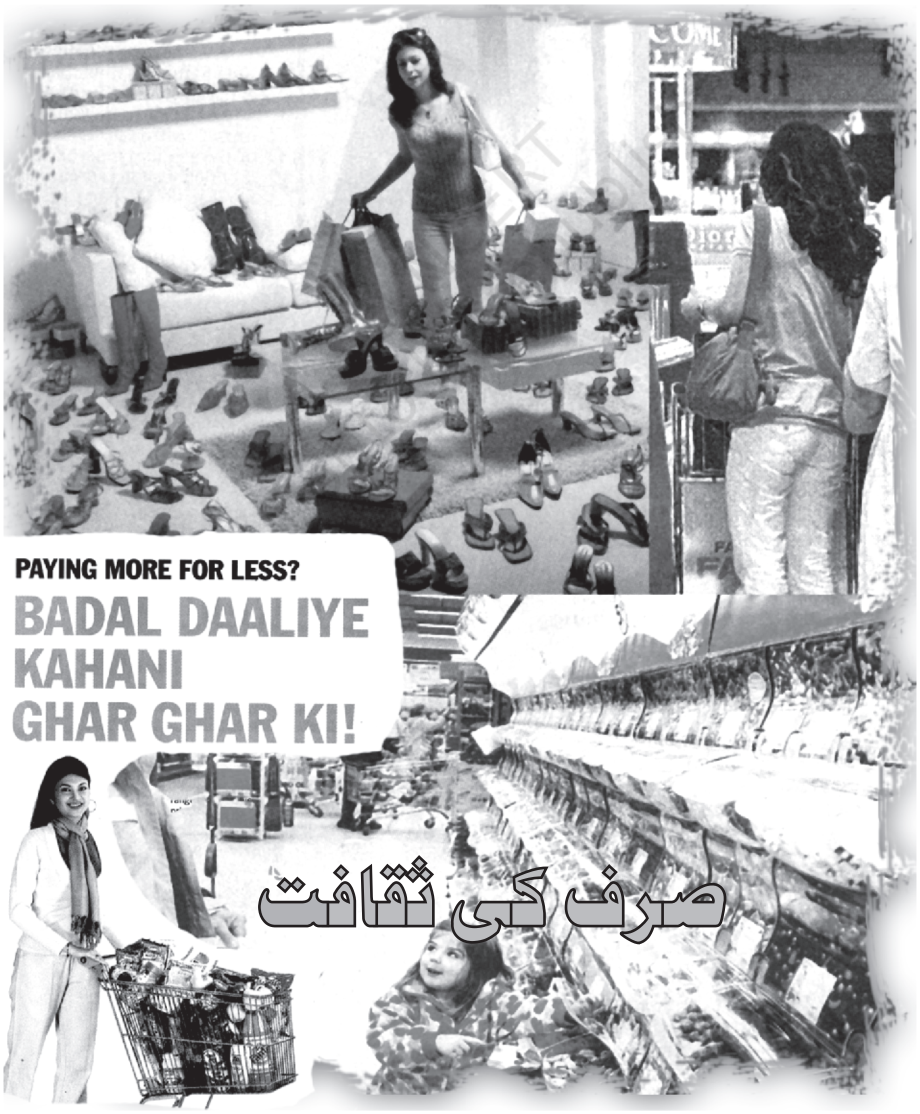

کارپوریٹ ثقافت (CORPORATE CULTURE)

کارپوریٹ ثقافت مینجمنٹ نظریہ کی ایک ایسی شاخ ہے جو کسی فرم کے سبھی ممبران کو شامل کرتے ہوئے ایک منفرد تنظیمی ثقافت کی تخلیق کے ذریعہ پیداواریت اور مسابقت کو بڑھانے کی جدوجہد کرتی ہے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ ایک حرکی کارپوریٹ ثقافت جس میں کمپنی کے پروگرام، رسمیات اور روایت شامل ہوتی ہیں، ملازمین کی اطاعت شعاری کو بڑھاتی ہیں اور اجتماعی یکجہتی کو فروغ دیتی ہیں۔ اس سے کاموں کے کرنے کا طریقہ مصنوعات کو کیسے فروغ دیا جائے اور پیک کرنے کے طریقوں کی بھی دلالت ہوتی ہے۔

سرگرمی 6.8

گزشتہ چند سالوں میں سیاسی پارٹیوں نے اپنی سیاسی مہم کے لیے کارپوریشنوں سے مدد طلب کی ہے۔ وہ اشتہاری فرموں سے بھی مشورہ لیتی تھیں۔ اس رجحان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں اور بحث کریں۔

کثیر قومی کمپنیوں کی وسعت اور انفارمیشن ٹکنالوجی میں آنے والے انقلاب کے نتیجے میں مواقع کی دستیابی میں اضافے سے ہندوستان کے بڑے شہروں میں بلند مقام کے لیے حرکت پذیر پیشہ وروں کا ایک طبقہ سافٹ ویئر فرموں، اسٹاک بازاروں، سفر، فیشن ڈیزائننگ، تفریح، میڈیا اور دیگر متعلقہ شعبوں میں کام کر رہا ہے۔ ان آرزومند پیشہ وروں کے شیڈول کار بہت ہی الجھن آمیز ہوتے ہیں۔ ان کی تنخواہ اور بھتے بہت زیادہ ہوتے ہیں اور بازار میں تیزی سے بڑھتے صارف صنعتوں کی اشیا کے وہی خاص گاہک ہوتے ہیں۔

متعدد ملکی دست کاری، ادبی روایات اور نظام علم کو درپیش خطرہ (THREAT TO MANY INDIGENOUS CRAFT AND LITERARY TRADITIONS AND KNOWLEDGE SYSTEMS)

ثقافتی شکلوں اور عالم کاری کے درمیان ایک تعلق کئی ملکی دست کاری اور ادبی روایات اور نظام علم کی صورت حال سے ظاہر ہے۔ تاہم یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جدید ترقی کی شروعات عالم کاری سے پہلے بھی روایتی و ثقافتی شکلوں اور ان پر مبنی پیشوں میں ہو چکی تھی، لیکن اب تبدیلی کا تناسب اور شدت زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر تقریباً 30 تھیئٹر گروپ جو ممبئی کے پریل اور گرگاؤں کی کپڑا ملوں کے آس پاس سرگرم تھے، اب تقریباً ختم ہو چکے ہیں کیونکہ ان علاقوں میں ملازمت کرنے والے زیادہ تر مل ورکروں کی ملازمتیں ختم ہو چکی ہیں۔ چند سال قبل آندھرا پردیش کے کریم نگر ضلع کے سرسلا گاؤں اور اسی ریاست کے مینڈک ضلع کے ڈبکا گاؤں کے روایتی بنکروں کے ذریعہ بہت بڑی تعداد میں خودکشی کیے جانے کی خبریں ملی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان بنکروں کے پاس بدلتی ہوئی صارف دلچسپیوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے اور پاورلوم سے مسابقت کرنے کے لیے ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کرنے کے کوئی ذرائع نہیں تھے۔

اسی طرح روایتی نظام علم کی مختلف شکلیں جو بطور خاص طب وزراعت کے میدان سے متعلق تھیں، محفوظ رکھی گئیں اور ایک نسل سے دوسری نسل کو سونپی جاتی رہیں۔ تلسی، رودراکش، ہلدی اور باسمتی چاول کے استعمال کو پیٹنٹ کرانے کے لیے حال ہی میں کچھ کثیر قومی کمپنیوں کے ذریعہ جو کوشش کی گئی ان سے ملکی علم نظام کی بنیاد کو بچانے کی ضرورت سامنے آئی ہے۔

باکس 6.10

ہماری دومبری کمیونٹی کی حالت بہت خراب ہے۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے ہماری روزی روٹی چھین لی ہے۔ ہم قلابازی تو دکھاتے ہیں، لیکن سرکس اور ٹیلی ویژن کے سبب جو اب دور دراز کے گاؤں اور بستیوں تک پہنچ گئے ہیں، ہمارے کرتب کو کوئی دیکھنا پسند

© NCERT not to be republished

نہیں کرتا۔ہم چاہے کتنی بھی محنت کرلیں،ہمیں معمولی سا معاوضہ بھی نہیں ملتا۔لوگ ہمارا کھیل تماشہ دیکھتے تو ہیں لیکن تفریح کے لیے،وہ ہمیں اس کے بدلے میں کوئی رقم نہیں دیتے۔وہ اس بات کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ ہم بھوکے ہیں۔اسی لیے ہمارا کاروبار چوپٹ ہورہا ہے۔

عالم کاری جن مختلف اور پیچیدہ شکلوں میں ہماری زندگی پر اثر انداز ہوا ہے اسے مختصراً پیش کرنا آسان نہیں۔کوئی اس کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔اسے آپ پر ہی چھوڑا جاسکتا ہے۔ہم نے یہاں اس باب میں صنعت وزراعت پر عالم کاری کے اثرات کے بارے میں تفصیلی بحث نہیں کی ہے۔آپ کو ہندوستان میں عالم کاری اور سماجی تبدیلی کی کہانی جاننے کے لیے باب 4 اور 5 پر انحصار کرنا ہوگا۔اس کہانی کو دہراتے وقت آپ اپنے سماجیاتی تخیل کا استعمال کریں۔

سوالات

1۔ اپنی دلچسپی کا کوئی موضوع منتخب کریں اور یہ بحث کریں کہ عالم کاری نے اسے کس طرح متاثر کیا ہے۔آپ سینما،کام،شادی یا کوئی دیگر موضوع بھی منتخب کرسکتے ہیں۔

2۔ ایک عالم گیر معیشت کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟ بحث کریں۔

3۔ ثقافت پر عالم کاری کے اثرات کا مختصراً ذکر کریں۔

4۔ عالم کاری کیا ہے؟ کیا یہ کثیر قومی کمپنیوں کے ذریعہ اپنائی گئی بازار سے متعلق حکمت عملی ہے یا اصلاً کوئی ثقافتی امتزاج۔ بحث کریں۔

حوالہ جات (REFERENCES)

Leadbeater, Charles. 1999. *Living on Thin Air: The New Economy*. Viking. London.

More, Vimal Dadasaheb. 1970. 'Teen Dagdachi Chul' in Sharmila Rege *Writing caste/writing gender: narrating dalit women's testimonios*. Zubaan/Kali. Delhi, 2006.

Reich, R. 1991. 'Brainpower, bridges and the nomadic corporation'. *New Perspective Quarterly*. 8:67-71.

Sen, Amartya. 2004. *The Argumentative Indian: Writings on Indian History, Culture and Identity*. Allen Lane, Penguin Group. London.

Sassen, Saskia .1991. *The Global City: New York, London, Tokyo*. Princeton University Press. Princeton.

Singhal, Arvind and E.M. Rogers. 2001. *India's Communication Revolution*. Sage. New Delhi.

© NCERT not to be republished

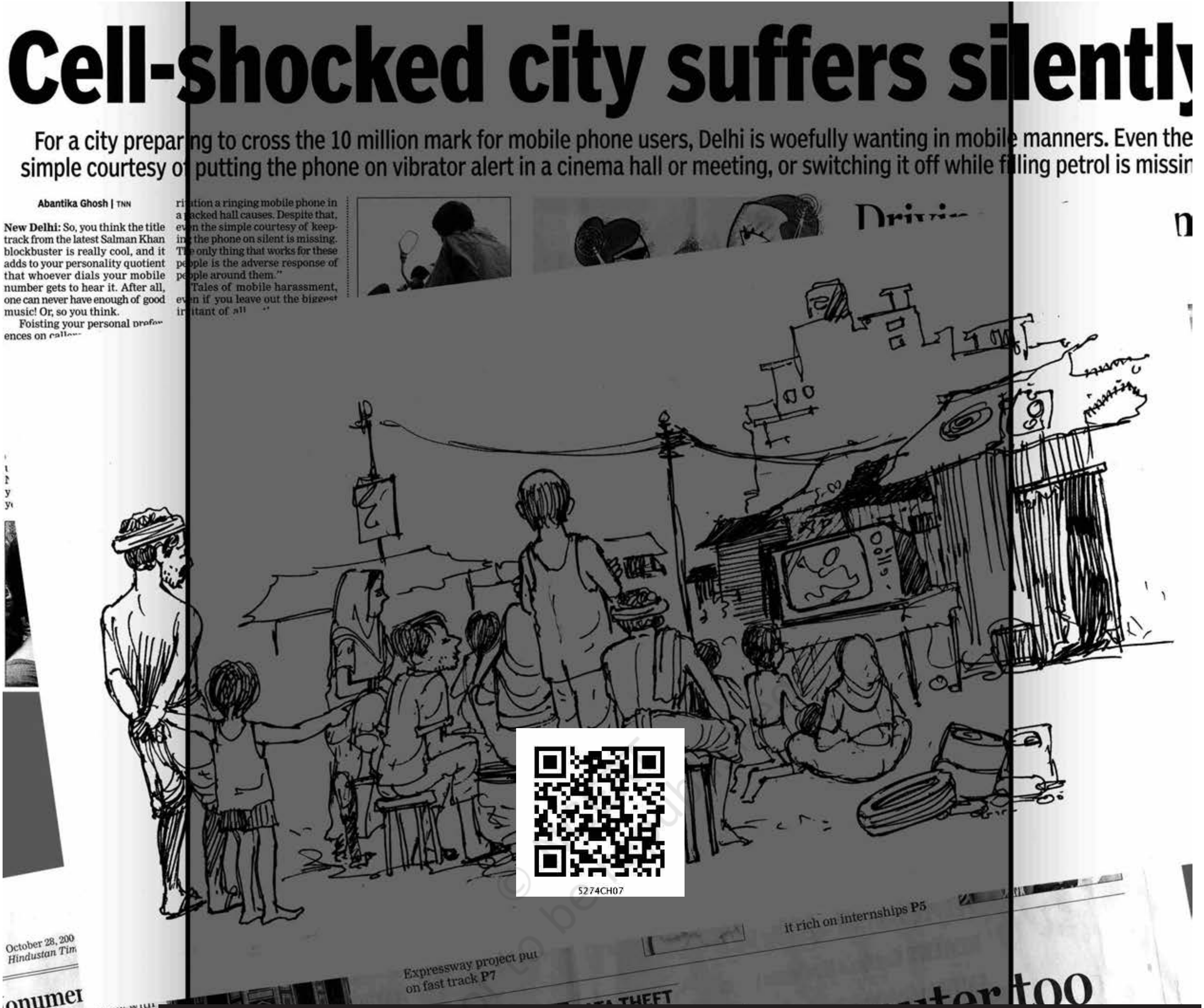

5274CH07

7
عوامی ذرائع ابلاغ اور ترسیل
(Mass Media and Communications)

ذرائع ابلاغ یا ترسیل عامہ (Mass media) کی مختلف شکلیں ہیں جس میں ٹیلی ویژن، اخبارات، فلمیں، رسائل، ریڈیو، اشتہارات، ویڈیو گیم اور سی ڈی وغیرہ شامل ہیں۔ انھیں ماس میڈیا اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگوں کی بڑی تعداد پر مشتمل سامعین یا حاضرین تک پہنچتی ہے۔ انھیں کبھی کبھی ذرائع ابلاغ عامہ یا ماس کمیونی کیشن بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی نسل کے بہت سے لوگوں کے لیے ماس میڈیا اور ترسیل کی کسی نہ کسی شکل کے بغیر تصور کرنا شاید مشکل ہو۔

سرگرمی 7.1

- ایک ایسی دنیا کا تصور کریں جہاں کوئی ٹیلی ویژن، سنیما، اخبارات، رسائل، انٹرنیٹ، ٹیلی فون یا موبائل فون کچھ بھی نہ ہو۔
- آپ اپنے کسی ایک دن میں روزمرہ کی سرگرمیاں تحریر کریں۔ ان مواقع کا پتہ لگائیں جب ابلاغ عامہ عوامی ترسیل کے کسی نہ کسی ذریعے کا استعمال کیا ہو۔
- اپنے سے پرانی نسل کے افراد سے پتہ لگائیں کہ ترسیل کی ان شکلوں میں کسی ایک کی کمی سے اُن کی زندگی کیسی تھی۔ آپ ان کی زندگی کا موازنہ اپنی زندگی سے کریں۔
- ترسیلی ٹکنالوجی میں ترقی ہونے سے کام کرنے اور خالی وقت کو گزارنے کے طریقوں میں کس طرح کی تبدیلی آئی ہے۔ بحث کریں۔

ماس میڈیا ہماری روزمرہ کی زندگی کا ایک جزو ہے۔ ملک بھر کے متعدد متوسط طبقے کے گھروں میں لوگ صبح بستر سے اٹھتے ہی سب سے پہلے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کھولتے ہیں یا صبح کا اخبار دیکھتے ہیں۔ ان ہی گھروں کے بچے سب سے پہلے اپنے موبائل فون پر نظر ڈالتے ہیں کہ کہیں کوئی 'مسڈ کال' تو نہیں آئی ہے۔ کئی شہری علاقوں میں **نل ساز، بجلی مستری**، بڑھئی، رنگ ریز اور دیگر متفرق خدمات فراہم کرنے والے لوگ اپنا موبائل فون رکھتے ہیں جس سے ان سے آسانی سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ اب تو شہروں میں زیادہ تر دکانوں میں چھوٹا ٹیلی ویژن سیٹ رکھنے لگے ہیں۔ آنے والے گاہک دکان دار سے ٹیلی ویژن پر دکھائی جانے والی فلم یا کرکٹ میچ کے بارے میں تھوڑی بہت بات چیت بھی کر لیتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں رہنے والے ہندوستانی ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کی مدد سے ملک میں رہنے والے اپنے دوستوں اور فیملی لوگوں کے ساتھ برابر رابطہ بنائے رکھتے ہیں۔ شہر میں رہنے والے مہاجر کام گار طبقے کے لوگ بھی گاؤں

میں رہنے والے اپنے اہل خانہ سے ٹیلی فون کے ذریعہ پابندی کے ساتھ رابطہ قائم رکھتے ہیں۔ کیا آپ نے موبائل فون کے بارے میں مختلف قسم کے اشتہارات دیکھے ہیں؟ کیا آپ نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ یہ موبائل فون مختلف قسم کے سماجی گروہوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں؟ کیا آپ کو یہ جان کر تعجب نہیں ہوگا کہ CBSE بورڈ کے امتحان کے نتائج انٹرنیٹ اور موبائل فون دونوں پر دستیاب ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی کتابیں بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ حالیہ سالوں میں سبھی طرح کی عوامی ترسیل کے ذرائع کی غیر معلومی توسیع ہوئی ہے۔ سماجیات کے طالب ہونے کے سبب ہمیں اس اضافے کے کئی پہلوؤں کے بارے میں جاننے میں دلچسپی ہے۔ سب سے پہلے جب ہم موجود ترسیلی انقلاب کی خصوصیات کو تسلیم کرتے ہیں وہیں ہمیں تھوڑا پیچھے جاکر دنیا میں اور ہندوستان میں جدید ماس میڈیا کے ذرائع میں اضافے کا خاکہ بھی پیش کرنا ہوگا۔ اس سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ کسی دیگر سماجی ادارے کی طرح ہی ماس میڈیا کی ساخت اور مواد کی شکل بھی معاشی، سیاسی اور سماجی وثقافتی سیاق وسباق میں آنے والی تبدیلیوں سے متعین ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آزادی کے حصول کے بعد ابتدائی دہائی میں خاص طور پر ریاست اور ترقی کے بارے میں اس کی سوچ نے میڈیا کو کتنا زیادہ متاثر کیا۔ 1990 کے بعد کے عالم کاری کے دور میں بازار کو کتنا اہم کردار نبھانا ہے۔

The fastest-growing cell phone market

Anand Parthasarathy

BANGALORE: Two global surveys reveal lifestyle of world's most 'mobile' population. Indians love SMS, but ignore pricey services like phone Internet. They spend an average of Rs 5000 on a mobile phone handset -- but forgot over 30,000 phones in the last six months, in Mumbai taxis alone We buy six million mobile phones every month -- making us one of the world's fastest- growing cell phone markets -- 176 million-strong as of last month.

The average amount spent on a handset, which is around Rs. 5,000, represents nearly half a month's salary for most of us in India, while for Britishers, it amounts to just 5%.

Our favourite brands are Nokia and Samsung in that order and this is same as the global preference. But Panasonic is number three here, with Sony Ericsson and Motorola, the next two in the desi popularity stakes, while internationally Motorola is number three followed by Sony Ericsson and LG.

We love short messaging services, indeed 100 per cent of phone users do SMS-ing, with women (83 %) sending more daily text messages than men (65 %). But when it comes to extra-charge services like Internet, half of us, with these feature on our phones, say: 'No thank you -- too costly or too slow.' In this, we are no different from the rest of the world. But unlike most users abroad, we like to live dangerously: Indians are among the least concerned (59 %) about the possible health hazards of mobile phone usage... a nonchalance that is exceeded only in China.

These are some of the interesting findings in the India section of a recent global survey of mobile phone trends, commissioned by Stockholm, Sweden- based SmartTrust, a leading provider of mobile device management solutions. The survey conducted by Taylor Nelson Sofres , covered 6,700 mobile consumers in 15 countries. 404 of them in India.

The full report is available for corporate users who register at the www.smarttrust-.com for a free download.

In another survey , mobile security player Pointsec found that Mumbaites are second only to Londoners in forgetfullness — when it comes to their mobile phones. In the last six months they forgot 32,970 phones in Mumbai taxis — this is just the numbers reported as lost. Amnesiac London-based phone owners topped this number - with 54872 phones lost. Sydney, Stockholm, San Francisco, Washington, Munich, Helsinki, Berlin and Oslo all fared better.

But when it came to lost pocket PCs and laptops, India is nowhere in the Top Ten.

London is the mother city for the memory-challenged. It leads the world in lost pocket PCs (4,718) and laptops (3,179). (Only 349 laptops were left behind in Mumbai taxis)

INDIANS LOVE IT: *Mobile phones are popular but costlier services like Net phone are shunned. Women are champion text messagers.*
– PHOTO: HANDOUT

دوسرے ہمیں یہ سمجھنے میں زیادہ مدد ملتی ہے کہ سماج کے ساتھ ماس میڈیا یا عوامی ذرائع ترسیل اور عوامی ترسیل کے تعلق کتنے جدلیاتی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ماس میڈیا کی فطرت اور کردار اس سماج کے ذریعہ متاثر ہوتا ہے جس میں یہ واقع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سماج پر ماس میڈیا کے دور رس اثرات کے بارے میں جتنا کہا جائے کم ہوگا۔ ہم جدلیاتی (ٹکراؤ والے) تعلق کو اس وقت دیکھیں گے اور سمجھیں گے جب ہم اس باب میں (a) نوآبادیاتی ہندوستان میں میڈیا کا کردار (b) آزادی کے حصول کے بعد ابتدائی

کے حصول کے بعد ابتدائی دہائی میں اور (c) اور آخر کار عالم کاری کے سیاق وسباق میں بحث کریں گے۔ تیسرا، عوامی ترسیل، ترسیل کے دیگر ذرائع سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ اس میں بڑے پیمانے کی پونجی، پیداوار اور مینجمنٹ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایک رسمی ساختی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے؟ لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ ماس میڈیا کی کئی ساخت اور تفاعل کے لیے ریاست اور بازار کا کردار اہم ہوتا ہے۔ ماس میڈیا ایسی تنظیموں کے ذریعہ کام کرتا ہے جن میں کثیر سرمایہ لگا ہوتا ہے اور کافی تعداد میں ملازم کام کرتے ہیں۔ چوتھا، اس میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے کہ مختلف طبقے کے لوگوں کے ذریعہ ماس میڈیا کا استعمال کتنی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اسی حقیقت کو پچھلے باب میں ڈجیٹل ڈیوائڈ کے تصور کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔

7.1 جدید ترسیل عامہ کی شروعات
(THE BEGINNINGS OF MODERN MASS MEDIA)

پہلے جدید ترسیل عامہ ادارے کی شروعات پرنٹنگ پریس یعنی چھاپہ خانہ کے فروغ کے ساتھ ہوئی تھی۔ حالانکہ بہت سے معاشروں میں چھپائی کی تاریخ کئی صدیوں پرانی ہے، لیکن جدید ٹکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے کتابیں شائع کرنے کا کام سب سے پہلے یورپ میں شروع کیا گیا۔ یہ تکنیک سب سے پہلے جان گوٹن برگ کے ذریعہ 1440 میں فروغ دی گئی تھی۔ ابتدا میں چھپائی کا کام صرف مذہبی کتابوں تک ہی محدود تھا۔

صنعتی انقلاب کے ساتھ ہی چھپائی صنعت کو بھی فروغ حاصل ہوا پریس کے ذریعہ تیار مواد صرف پڑھے لکھے طبقہ اشراف تک ہی محدود تھے۔ اس کے بعد 19 ویں صدی کے وسط میں جب ٹکنالوجی، نقل وحمل اور خواندگی میں مزید ترقی ہوئی تبھی اخبارات عوام تک پہنچنے لگے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو ایک جیسی خبریں پڑھنے یا سننے کو ملنے لگیں۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ اسی کے نتیجے میں ملک کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے جڑا ہوا محسوس کرنے لگے اور ان میں ''ہم کا احساس'' فروغ پانے

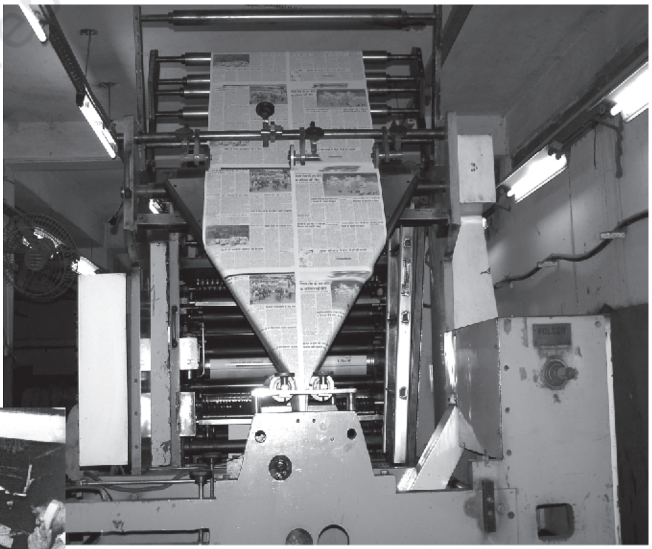

پرنٹنگ پریس کا ایک منظر اور 21 ویں صدی میں ٹی وی نیوز روم، ہندوستان

© NCERT not to be republished

لگا۔اس سلسلے میں معروف دانشور بینڈکٹ اینڈرسن کا کہنا کہ اس سے قوم پرستی کے نمو میں مدد ملی اور جو ایک دوسرے کے وجود کے بارے میں نہیں جانتے تھے، وہ بھی ایک فیملی ممبر جیسا محسوس کرنے لگے۔اس سے وہ لوگ جو کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے ان میں بھی باہمی قربت کا احساس پیدا ہوا۔اس طرح اینڈرسن کے مطابق ہم قوم کو ایک 'خیالی کمیونٹی' کی طرح مان سکتے ہیں۔

اب آپ یاد کیجیے کہ کیسے 19 ویں صدی کے سماجی مصلحین اکثر اخبارات ورسائل میں متعدد سماجی مسائل پر لکھا کرتے تھے اور مباحثہ کرتے تھے۔ہندوستانی قوم پرستی کی تحریک بھی استعماریت کے خلاف اس کی جنگ کے ساتھ گہرائی سے وابستہ ہے۔اس کی ابتدا ہندوستان میں برطانوی حکمرانوں کے ذریعہ لائی گئی ادارہ جاتی تبدیلیوں کے نتیجے میں ہوئی۔نوآبادیاتی حکومت کے ظالمانہ اقدامات کی کھل کر مخالفت کرنے والے قوم پرست پریس نے استعماریت کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کیا اور ان کو صحیح سمت عطا کی۔نتیجتاً نوآبادیاتی ریاست نے قوم پرست پریس پر شکنجہ کسنا شروع کر دیا اور اس پر سنسرشپ نافذ کر دی۔اس کی ایک مثال البرٹ بل 1883 کے خلاف تحریک کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔قوم پرست تحریک کی تائید کے سبب 'کیسری (مراٹھی)'، 'ماتر بھومی (ملیالم)'، 'امرت بازار پتریکا، (انگریزی)' جیسے کئی قوم پرست اخباروں کو نوآبادیاتی حکومت کی ناراضگی جھیلنی پڑی لیکن اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، ان اخباروں کے ذریعہ قوم پرست تحریک کی تائید جاری رہی اور وہ نوآبادیاتی حکمراں کے خاتمے کا مطالبہ کرتے رہے۔

باکس 7.1

- حالانکہ راجارام موہن رائے سے پہلے بھی لوگوں نے کچھ اخبارات شائع کرنے شروع کر دیے تھے، لیکن راجہ رام موہن کے رائے کے ذریعہ بنگالی میں 1821 میں شائع 'سمباد کومدی' اور فارسی میں 1822 میں شائع 'مرات الاکبر' ہندوستان کی پہلی اشاعت تھی جن میں قوم پرست اور جمہوری انداز نظر واضح طور پر دکھائی دیا۔
- فردون جی مرزبان ممبئی میں گجراتی پریس کے پیش رو تھے۔انھوں نے 1822 میں ہی ایک 'روزانہ' کے طور پر 'بامبے سماچار' کی شروعات کی تھی۔
- ایشور چند ودیا ساگر نے 1858 میں بنگالی میں 'شوم پرکاش' کی شروعات کی تھی۔
- دی ٹائمز آف انڈیا کی اشاعت بامبے میں 1861 میں شروع کی گئی۔
- 1865 میں الہ آباد میں 'پائنیر' کی شروعات ہوئی۔
- 1868 میں 'مدراس میل' کا آغاز ہوا۔
- 1875 میں کلکتہ میں 'اسٹیٹس مین' کی اشاعت ہوئی۔
- 1876 میں لاہور میں 'سول اینڈ ملٹری گزٹ' کی شروعات ہوئی۔

(ڈیسائی 1948)

© NCERT not to be republished

برطانوی حکمرانی کے تحت ترسیل عامہ کی توسیع اخبارات، میگزین، فلموں اور ریڈیو تک ہی محدود تھی۔ ریڈیو پوری طرح ریاست یعنی حکومت کی ملکیت میں تھا اس لیے اس پر قوم پرستانہ خیالات کا اظہار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اگرچہ اخبارات اور فلموں میں خود مختاری تھی لیکن برطانوی راج کے ذریعہ ان پر سخت نظر رکھی جاتی تھی۔ انگریزی یا ملّی زبانوں میں اخبارات اور رسائل کی اشاعت بہت زیادہ بڑے پیمانے پر نہیں ہوتی تھی کیونکہ بہت کم لوگ خواندہ تھے۔ تاہم ان کا اثر ان کی اشاعت کی تعداد کی نسبت بہت زیادہ تھا کیوں کہ خبریں اور اطلاعات کمرشیل و انتظامی مراکز جیسے بازاروں، تجارتی مراکز، عدالتوں اور قصبوں میں پڑھی جاتی تھیں۔ پرنٹ میڈیا میں رائے عامہ کے مختلف پہلو ہوتے تھے جس میں 'آزاد ہندوستان' کے ان کے تصور کے بارے میں اظہار کیا جاتا تھا۔ یہ مختلف خیالات آزاد ہندوستان میں بھی جاری رہے۔

© NCERT not to be republished

7.2 آزاد ہندوستان میں عوامی ذرائع ابلاغ
(MASS MEDIA IN INDEPENDENT INDIA)

نکتہ نظر (THE APPROACH)

آزاد ہندوستان میں ملک کے پہلے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے میڈیا سے جمہوریت کے پہرے دار کے طور پر عمل کرنے کے لیے کہا تھا۔ میڈیا سے یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ لوگوں میں خود کفالت اور قومی ترقی کا جذبہ بڑھانے کا کام کرے گا۔ آپ نے گزشتہ ابواب میں پڑھا تھا کہ ہندوستان میں آزادی کے ابتدائی سالوں میں ملک کی ترقی پر کتنا زور دیا گیا۔ مختلف ترقیاتی عمل کے بارے میں عام لوگوں کو مطلع کرنے کا ذریعہ میڈیا ہی تھا۔ تب میڈیا کو چھوت چھات، بچہ شادی اور بیواؤں کے مقاطعہ یا خارج کرنے جیسی سماجی برائیوں، جادو ٹونا اور شفائے روحانی جیسے عقائد کے خلاف لڑنے کے لیے بھی ترغیب دی جاتی تھی۔ ایک جدید صنعتی سماج کی تعمیر کے لیے ایک منطقی اور سائنسی مزاج کی

سرگرمی 7.2

آزادی کے بعد کی دو دہائی میں جو لوگ بڑے ہوئے ہیں ان کی نسل میں سے کسی شناسا سے ان ڈاکومینٹری فلموں کے بارے میں پوچھیے جو اُن دنوں سنیماگھروں میں فلم دکھانے سے پہلے پابندی سے دکھائی جاتی تھیں۔ ان کی یادوں کو لکھیں۔

حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی۔ حکومت کا فلم ڈویژن نیوز ریل اور ڈاکومینٹری فلمیں تیار کرتا تھا۔ انھیں ہر ایک سنیما گھر میں فلم شروع کرنے سے پہلے دکھایا جاتا تھا تاکہ فلم دیکھنے والوں کو حکومت کے ذریعہ چلائے جانے والے ترقیاتی عمل کے بارے میں اطلاع مل سکے۔

ریڈیو (RADIO)

ریڈیو کی نشریات 1920 کی دہائی میں کولکاتہ اور چنئی میں غیر پیشہ ور 'ہیم' براڈکاسٹنگ کلبوں کے ذریعہ ہندوستان میں شروع ہوئیں۔ 1940 کی دہائی میں دوسری عالمی جنگ کے دوران ایک عوامی نشریاتی نظام کے طور پر اس میں اس وقت پختگی آئی جب وہ جنوب مشرقی ایشیا میں حلیف (اتحادی) ملکوں کی فوجوں کے لیے پروپیگنڈہ (تشہیر) کا ایک بڑا ذریعہ بنا۔ آزادی کے حصول کے وقت ہندوستان میں صرف 6 ریڈیو اسٹیشن تھے جو بڑے شہروں میں تھے اور بنیادی طور پر شہری سامعین کی ضرورتوں کو ہی پورا کرتے تھے۔ 1950 تک پورے ہندوستان میں کل ملاکر 5,46,200 ریڈیو لائسنس تھے۔

اینتا رائے (بعد میں ملک) ڈسک جاکی کے طور پر 1944 سے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ میں ملازمت کرنے والی معروف میڈیا شخصیت اور فلم ناقد تھیں۔ اس زمانے میں بہت کم عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں وہ بی بی سی، سی بی سی اور دیگر بین الاقوامی براڈکاسٹنگ تنظیموں کے ساتھ وابستہ ہوئیں۔ خواتین صحافیوں میں سینئر رکن اینتا، اپنی فلم، ریڈیو ٹی وی تنقید و تبصروں اور اولین اخباروں میں اپنے کالموں کے لیے جانی جاتی ہیں۔

بشکریہ: امیتا ملک، نئی دہلی

چونکہ میڈیا کو ایک نئے آزاد ملک کی ترقی میں فعال ساتھی کے طور پر مانا جاتا تھا؛ اس لیے آل انڈیا ریڈیو کے پروگراموں میں خاص طور پر خبریں، حالات حاضرہ اور ترقی پر بحث ہوتی تھی۔ حسب ذیل باکس سے اس زمانے کے شعور و جذبے کا پتہ چلتا ہے۔

آل انڈیا ریڈیو سے خبروں کے نشریے کے علاوہ تفریح کے لیے چینل 'وودھ بھارتی' بھی تھا جو سامعین کی فرمائش پر خاص طور پر ہندی فلموں کے گانے پیش کرتا تھا۔ 1957

باکس 7.2

1960 کی دہائی میں سبز انقلاب کے تحت ملک میں جب پہلی بار زیادہ پیداوار دینے والی فصلوں کی کاشت کی جانے لگی تو آل انڈیا ریڈیو نے ہی گاؤں میں ان فصلوں کی تشہیر کرنے میں بڑے پیمانے کی مہم کو اپنی ذمہ داری میں شامل کرلیا اور وہ 1967 سے یومیہ بنیاد پر 10 سال سے بھی زیادہ عرصے تک لگاتار ان کی تشہیر کرتی رہی۔

اس مقصد کے لیے ملک بھر کے کئی آل انڈیا ریڈیو اسٹیشنوں میں زیادہ پیداوار دینے والی فصلوں کے بارے میں خصوصی پروگرام تیار کیے جاتے تھے۔ ان پروگراموں کی اکائیوں میں مضمون کے ماہرین شامل ہوتے تھے جو کھیتوں میں جاتے تھے اور ان کسانوں سے جنھوں نے نئے قسم کی دھان اور گیہوں اگانا شروع کیا تھا، معلومات حاصل کرکے ریڈیو پر نشر کرتے تھے۔

ماخذ: بی۔ آر۔ کمار، اے آئی آر براڈ کاسٹس ڈڈمیک اے ڈیفرنس
دی ہندو، 31 دسمبر، 2006

میں آل انڈیا ریڈیو نے انتہائی مقبول چینل 'وودھ بھارتی' کو اپنے میں شامل کرلیا جو جلد ہی اسپانسر پروگرام اور اشتہارات نشر کرنے لگا اور آل انڈیا ریڈیو کے لیے ایک کمانے والا چینل بن گیا۔

باکس 7.3

ہندوستانی فلمی گانے اور کمرشیل اشتہارات کو کم تر تہذیب مانا جاتا تھا لہٰذا ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ اس لیے ہندستانی سامعین نے ہندوستانی فلم موسیقی اور دیگر تفریحی پروگراموں سے لطف اٹھانے کے لیے اپنے شارٹ ویو ریڈیو سیٹوں کو ریڈیو سیلون (جو پڑوسی ملک سری لنکا سے نشر ہوتا تھا) اور ریڈیو گوا (جو گوا سے نشر ہوتا تھا، جہاں ان دنوں پرتگالی حکمرانی تھی) سے جوڑ لیا۔ ہندوستان میں ان نشریات کی مقبولیت نے ریڈیو سننے اور ریڈیو سیٹوں کی فروخت بڑھا دی۔ ان دنوں ریڈیو سیٹ خریدتے وقت گاہک فروخت کرنے والے سے یہ یقینی بنا لیتے تھے کہ اس سیٹ سے ریڈیو سیلون یا ریڈیو گوا کے پروگرام سنے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ (بھٹ: 1994)

باکس 7.3 کے لیے مشق

اپنے بزرگوں سے وودھ بھارتی کے پروگراموں کے بارے میں پوچھیں۔ کون سی نسل انھیں یاد کرتی ہے۔ ملک کے کن حصوں میں یہ پروگرام زیادہ مقبول تھے؟ ان کے تجربات پر بحث کریں۔ سامعین کی فرمائش کے بارے میں اپنے اور ان کے تجربات کا موازنہ کریں۔

جب 1947 میں ہندوستان نے آزادی حاصل کی تو آل انڈیا ریڈیو کے پاس کل ملا کر چھ ریڈیو اسٹیشنوں کی بنیادی ساخت تھی جو بڑے شہروں میں واقع تھی۔ ملک کی 35 کروڑ کی آبادی کے لیے کل 280,000 ریڈیو ریسیور سیٹ تھے۔ آزادی کے بعد حکومت نے ریڈیو نشریات کی بنیادی ساخت کی توسیع کے لیے ریاستوں کی راجدھانیوں اور سرحدی علاقوں کو ترجیح دینے کا فیصلہ کیا۔ ان سالوں میں آل انڈیا ریڈیو نے ہندوستان میں ریڈیو نشریات کے لیے ایک وسیع بنیادی ساخت کو فروغ دیا۔ یہ ہندوستان کے جغرافیائی، لسانی اور ثقافتی تنوع کو دیکھتے ہوئے، قومی، علاقائی اور مقامی تین سطحوں پر اپنی خدمات فراہم کر رہی ہیں۔

شروع میں ریڈیو کو مقبول بنانے میں اونچی لاگت ایک بڑی رکاوٹ تھی لیکن 1960 کی دہائی میں جب ٹرانسسٹر انقلاب آیا تب ریڈیو زیادہ آسانی سے دستیاب ہونے لگا کیونکہ ٹرانسسٹر (بجلی کے بجائے) بیٹری سے چلنے لگے اور انھیں کہیں بھی آسانی سے لے جایا جا سکتا تھا؟ اس کے ساتھ ہی ان کی قیمتیں بھی بہت زیادہ کم ہوگئیں۔ 2000 میں حالت یہ تھی کہ تقریباً 110 ملین خاندانوں (ہندوستان کے دو تہائی خاندان) میں 24 زبانوں اور 146 بولیوں میں ریڈیو نشریات سنی جاتی تھیں۔ ان میں سے ایک تہائی سے بھی زیادہ گھر اور خاندان دیہی علاقوں کے تھے۔

باکس 7.4

جنگ، حادثات اور آل انڈیا ریڈیو کی توسیع

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ جنگوں اور حادثات یا آفات کے سبب آل انڈیا ریڈیو نے اپنی سرگرمیوں میں تیز اضافہ کیا۔ 1962 میں جب چین کے ساتھ جنگ ہوئی تو آل انڈیا ریڈیو نے روزانہ پروگرام پیش کرنے کے لیے

ایک 'talks' اکائی قائم کی۔ اگست 1971 میں بنگلا دیش کا بحران سامنے آیا تو نیوز سروس ڈویژن نے 6 بجے صبح سے آدھی رات تک ہر گھنٹے خبریں پیش کرنے کی شروعات کی۔ 1991 کے ایک اور حادثے میں راجیو گاندھی کے الم ناک قتل کے بعد چوبیس گھنٹے بلیٹن پیش کرنے کا ایک اور قدم اٹھایا گیا۔

ٹیلی ویژن (TELEVISION)

ہندوستان میں دیہی ترقی کو فروغ دینے والے کے لیے 1959 میں ہی ٹیلی ویژن کے پروگراموں کو تجربے کے طور پر شروع کر دیا گیا تھا۔ آگے چل کر، اگست 1975 سے جولائی 1976 کے دوران سٹیلائٹ کی مدد سے تعلیم دینے کے تجربے (Satellite Instructional Television Experiment) (SITE) کے تحت ٹیلی ویژن نے چھ ریاستوں کے دیہی علاقوں میں کمیونٹی کے ناظرین کے لیے براہِ راست نشریات کی۔ شروعات کی یہ تعلیمی نشریات روزانہ چار گھنٹے تک 2,400 ٹی وی سیٹوں پر براہ راست نشر کی جاتی۔ اسی دوران دوردرشن کے تحت چار (دہلی، ممبئی، سری نگر اور امرتسر) میں 1975 تک ٹیلی ویژن مراکز قائم کر دیے گئے۔ ہر ایک نشریاتی مرکز کے اپنے پروگرام ہوتے تھے جن میں خبریں، بچوں اور خواتین کے پروگرام، کسانوں کے پروگرام اور تفریحی پروگرام شامل تھے۔

جب پروگرام کمرشیل بن گئے اور ان میں ان پروگراموں کے اسپانسروں کے اشتہارات شامل کیے جانے لگے تو مقصود ناظرین میں تبدیلی واضح طور پر دکھائی دینے لگی۔ ان تفریح کے پروگراموں میں اضافہ ہو گیا جو شہری صارف طبقے کے لیے ہوتے تھے۔ دہلی میں 1982 کے ایشیائی کھیلوں کے دوران رنگین نشریات کے شروع کیے جانے اور قومی نیٹ ورک میں تیزی سے توسیع کے نتیجے میں آبادی کا ایک بڑا تناسب اس میں شامل ہو گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب ''ہم لوگ'' (85–1984) اور 'بنیاد' (87–1986) جیسے سوپ اوپیرا نشر کیے گئے۔ یہ نہایت مقبول ثابت ہوئے اور دوردرشن کے لیے کافی مقدار میں اشتہارات کے ذریعہ آمدنی کمانے کا ذریعہ ثابت ہوئے جیسا کہ آگے چل کر ''رامائن'' (88–1987) اور 'مہابھارت' (90–1988) جیسے رزمیوں کے معاملے میں بھی ہوا۔

سرگرمی 7.3

پرانی نسل کے مختلف لوگوں سے ملیں اور پتہ لگائیں کہ 1970 اور 1980 کی دہائی میں ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں کیا دکھایا جاتا تھا؟ کیا ان میں بیشتر لوگوں کے پاس ٹیلی ویژن دستیاب تھا؟

باکس 7.5

ہم لوگ: ایک فیصلہ کن موڑ

'ہم لوگ' ہندوستان کا سب سے پہلا طویل سوپ اوپیرا تھا...... اس نئے اولین پروگرام کے ذریعہ تفریحی پیغام میں تعلیمی مواد کو بھی قصداً شامل کرتے ہوئے تفریح اور تعلیم کی مشترکہ حکمت عملی کو اپنایا گیا تھا۔
85–1984 کے دوران 17 مہینوں میں 'ہم لوگ' کی تقریباً 15 قسطیں نشر کی گئیں۔ اس ٹیلی ویژن پروگرام کے ذریعہ سماجی خیالات پر مبنی موضوعات جیسے جنسی مساوات، چھوٹا خاندان اور قومی یکجہتی کو فروغ دیا گیا تھا۔ ہر 22 منٹ کی

© NCERT not to be republished

قسط کے آخر میں مشہور ہندوستانی اداکار اشوک کمار 30 تا 40 سیکنڈ کے اختتامی خطاب میں قسط وار حصے سے حاصل سبق کو مختصراً پیش کیا کرتے تھے۔ اشوک کمار ناظرین کے سامنے ڈرامے کے خیالات کو روزمرہ کی زندگی کے ساتھ جوڑتے تھے۔ مثال کے طور پر انھوں نے ایک منفی کردار جو شراب پیتا تھا اور اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا تھا، پر تبصرہ کرتے ہوئے ناظرین سے یہ پوچھا، ''آپ کے خیال میں بیسرام جیسے لوگ اتنی زیادہ شراب کیوں پیتے ہیں اور اس کے بعد بُرا سلوک کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ ایسے کسی شخص کو جانتے ہیں؟ شراب پینے کی عادت کو کیسے کم کیا جا سکتا ہے؟ اس کے لیے آپ کیا کر سکتے ہیں (سنگھل اور روجرس 1989) 'ہم لوگ' کے دیکھنے والوں کے بارے میں مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دیکھنے والوں اور 'ہم لوگ' کے ان کے پسندیدہ کرداروں کے درمیان اعلیٰ درجے کا سماجیاتی بین عمل ہے۔ مثال کے طور پر، 'ہم لوگ' کے بیشتر ناظرین نے بتایا کہ انھوں نے اپنے رہائشی کمروں کی خلوت میں اپنے پسندیدہ کردار کے بارے میں ملنے کے لیے اپنے یومیہ شیڈوں کے معمولات کے لحاظ سے تطابق کیا۔ چند دیگر افراد کے مطابق وہ ٹیلی ویژن سیٹوں کے ذریعہ اپنے پسندیدہ کرداروں سے بات چیت کرتے تھے: مثال کے طور پر، 'بڑکی فکر مت کرو۔ کیریر بنانے کا اپنا خواب مت چھوڑو'

'ہم لوگ' دیکھنے والوں کی تعداد شمالی ہندوستان میں 65 سے 90 فی صد اور جنوبی ہندوستان میں 20 سے 40 فی صد تک تھی۔ اوسطاً تقریباً 5 کروڑ ناظرین 'ہم لوگ' کا نشریہ دیکھتے تھے۔ اس سوپ اوپیرا (گھریلو ڈراما) کا غیر معمولی پہلو یہ تھا کہ ناظرین سے اس کے بارے میں بڑی تعداد میں 4,00,000 سے بھی زیادہ خط وصول ہوا کرتے تھے، وہ اتنے زیادہ ہوتے تھے کہ ان میں سے زیادہ تر تو 'دوردرشن' کے آفیسروں کے ذریعہ کھولے بھی نہیں جا سکتے تھے۔

(سنگھل اور روجرس 2001)

باکس 7.6

'ہم لوگ کے اشتہارات نے ایک نئی صرفی شے، میگی 2 منٹ نوڈلس کو فروغ دیا۔ عوام نے اسے تیزی سے قبول کیا جس سے ٹیلی ویژن کمرشیل کی قوت کا پتا چلا۔ اشتہار دینے والوں نے ٹیلی ویژن اشتہار کے لیے ایر ٹائم خریدنے کے لیے قطار لگا دی اور دوردرشن کو کمرشیل بنانے کی شروعات ہوئی۔

پرنٹ میڈیا (PRINT MEDIA)

پرنٹ میڈیا کی شروعات اور سماجی و اصلاحی تحریک نیز قوم پرست تحریک دونوں میں اس کے کردار کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔ آزادی کے بعد پرنٹ میڈیا نے قوم کی تعمیر کے کام میں اپنی شرکت نبھانے کے کردار کو برابر جاری رکھا اور اس کے لیے وہ ترقیاتی امور اور لوگوں کے ایک بڑے طبقے کی آواز کو اٹھاتا رہا۔ درج ذیل باکس کے مختصراً اقتباس سے آپ کو پیمان وابستگی کے مفہوم کا پتہ چلے گا۔

باکس 7.7

ہندوستان میں صحافت کو 'اندرونی آواز' یا تقاضہ (Calling) کے طور پر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جب آزادی کی جدوجہد اور سماجی تبدیلی کی تحریکوں میں تیزی آئی اور جدید سماج میں نئے تعلیمی اور کیریر مواقع پیدا ہوئے تب وطن پرستانہ اور سماجی اصلاح کی مثالیت اور تصوریت کے جذبے

سے ترغیب پا کر غیر معمولی ذہین لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوسکی۔ جیسا کہ اکثر ایسے کاموں میں ہوا کرتا ہے اس روزگار میں واقعتاً پیسہ بہت کم تھا۔ اس روزگار کو پیشے کے طور پر تبدیل ہونے میں کافی وقت لگا جو 'ہندو' جیسے اخبار کی شکل میں ہونے والی تبدیلی سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ابتدا میں خالصتاً سماجی اور عوامی خدماتی مشن کو لے کر چلا تھا لیکن آگے چل کر کاروباری مہم جوئی میں بدل گیا، حالانکہ اس میں سماجی اور عوامی خدماتی مشن کا جذبہ بھی قائم رہا۔

ماخذ: ایڈیٹوریل۔ یسٹرڈے، ٹوڈے، ٹومارو، دی ہندو، 13 ستمبر 2003،
بی۔ پی۔ سنجے 2006

میڈیا کو سب سے زبردست چیلنج کا سامنا کرنا پڑا جب 1975 میں ایمرجنسی کا اعلان کیا گیا اور میڈیا پر سنسر شپ نافذ کی گئی۔ خوش قسمتی سے وہ وقت ختم ہو گیا اور 1977 میں جمہوریت از سرنو بحال ہوئی، ہندوستان اپنے متعدد مسائل کا سامنا کرتے ہوئے بھی اپنے آزاد میڈیا پر جائز طور پر فخر کر سکتا ہے۔

باب کے شروع میں ہم نے بتایا تھا کہ ماس میڈیا ترسیل کے دیگر ذرائع سے مختلف ہے کیونکہ بڑے پیمانے پر پونجی، پیداوار اور مینجمنٹ سے متعلق تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے رسمی ساختی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ کسی دیگر سماجی ادارے کی طرح ماس میڈیا بھی الگ الگ معاشی، سیاسی اور سماجی وثقافتی سیاق وسباق کے لحاظ سے ساخت اور مواد کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں گے کہ میڈیا کا مواد اور انداز دونوں ہی مختلف اوقات میں کس طرح تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی ریاست یعنی حکومت کو بھی اہم کردار نبھانا ہوتا ہے اور کبھی بازار کو۔ ہندوستان میں حالیہ وقتوں میں یہ تبدیلی زیادہ نمایاں طور پر دکھائی دے رہی ہے جس کے نتیجے میں یہ بحث بھی شروع ہوگئی ہے کہ جدید جمہوریت میں میڈیا کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے۔ آئندہ سیکشن میں ہم ان نئی باتوں پر غور کریں گے۔

7.3 عالم کاری اور میڈیا (GLOBALISATION AND THE MEDIA)

ہم گزشتہ باب میں عالم کاری کے دوررس اثرات اور ترسیلی انقلاب کے ساتھ اس کے قریبی تعلق کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ترسیل کی ہمیشہ بین الاقوامی جہات رہی ہیں جیسے نئی کہانیوں کو جمع کرنا اور ابتدائی طور پر مغربی فلموں کو دوسرے ملکوں میں فروخت کرنا۔ تاہم 1970 کی دہائی تک زیادہ تر میڈیا کمپنیاں قومی حکومتوں کے ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے مخصوص گھریلو بازاروں میں عمل پذیر رہیں۔ میڈیا صنعت بھی کئی الگ الگ شعبوں میں تقسیم تھی جیسے سنیما، پرنٹ میڈیا، ریڈیو اور ٹیلی ویژن نشریہ جو ایک دوسرے سے آزاد رہ کر اپنا کام کرتے تھے۔

گزشتہ تین دہائی میں میڈیا صنعت میں کئی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اب قومی بازاروں کی جگہ مسلسل تغیر پذیر عالمی بازار نے لے لی ہے اور جدید ٹیکنالوجی نے میڈیا کی مختلف شکلوں کو جو پہلے الگ الگ تھیں، آپس میں ملا دیا ہے۔

باکس 7.8

عالم کاری اور موسیقی

یہ دلیل دی جاتی ہے کہ موسیقی سے متعلق شکل وہ ہوتی ہے جو کسی دیگر شکل کے مقابل زیادہ مؤثر طور پر۔ عالم کاری کو قبول کر لیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موسیقی ان لوگوں تک بھی آسانی سے پہنچ جاتی ہے جو تحریری یا تقریری زبان کو نہیں جانتے۔ ذاتی اسٹیریو نظام سے موسیقی ٹیلی ویژن (جیسے کہ MTV) اور سی ڈی تک ٹیکنالوجی کی ترقی نے عالمی طور پر موسیقی کی تقسیم کے لیے ترقی یافتہ طریقے پیش کر دیے ہیں۔

ترسیل کی شکلوں کا امتزاج

اگر چہ موسیقی صنعت محدود بین الاقوامی گروپ کے ہاتھوں میں زیادہ مرکوز ہوتی جا رہی ہے پھر بھی کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ اس کے لیے ایک بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ انٹرنیٹ کے آ جانے سے موسیقی کو مقامی موسیقی کی دکانوں سے سی ڈی یا کیسٹ کے طور پر خریدنے کے بجائے ڈجیٹل طور پر ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ عالمی موسیقی صنعت میں اس وقت متعدد فیکٹریوں، تقسیمی سلسلوں، موسیقی کی دکانوں اور فروخت کرنے والے ملازمین یا ایک پیچیدہ نیٹ ورک شامل ہے۔ اگر انٹرنیٹ سے ان سبھی عناصر کی ضرورت کو ختم کر کے موسیقی کو براہ راست ڈاؤن لوڈ کر فروخت کرنا ممکن ہو تو موسیقی صنعت میں باقی کیا رہے گا؟

© NCERT not to be republished

باکس 7.8 کے لیے مشق

باکس میں دیے گئے مواد کو بغور پڑھیں اور بحث کریں:

1۔ چند موسیقی گروپوں یا کارپوریشنوں کے نام دریافت کریں۔

2۔ کیا آپ نے کبھی اُس رنگ ٹون کے بارے میں سوچا ہے، جنھیں لوگ اپنے موبائل کے لیے ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں۔ کیا یہ میڈیا کی مختلف شکلوں کا امتزاج ہے؟

3۔ کیا آپ نے ٹیلی ویژن پر کوئی ایسا موسیقی مقابلہ دیکھا ہے جہاں ناظرین سے ایس ایم ایس کرنے کی توقع کی گئی ہو؟ کیا یہ میڈیا کی مختلف شکلوں کے امتزاج کی ہی مثال نہیں ہے؟ اس میں کون کون سی قسم شامل ہے؟

4۔ کیا آپ ایسے نغموں کا لطف اٹھاتے ہیں جن کے الفاظ آپ نہ سمجھتے ہوں؟ موسیقی کی ایسی نئی شکلوں کے بارے میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں، جہاں صرف موسیقی کے اقسام کا ہی نہیں زبان کا بھی امتزاج ہو؟

5۔ کیا آپ نے کبھی 'ریپ' اور 'بھانگڑہ' کی ملی جلی موسیقی سنی ہے؟ یہ دونوں شکلیں کہاں سے نکلی ہیں؟

6۔ غالباً اور بھی کئی مسائل ہیں جن کے بارے میں آپ سوچ سکتے ہیں۔ بحث کریں اور اپنے مباحثے کی بنیاد پر ایک مختصر مضمون لکھیں۔

ہم نے موسیقی صنعت اور اس کے دوررس نتائج جو عالم کاری کے سبب پیدا ہوئے ہیں یا ترسیل عامہ میں جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ یہ باب غالباً ان کے بارے میں ایک جزوی فہم ہی پیدا کرے۔ نوجوان نسل کے طور پر آپ فراہم کی گئی معلومات کی بنیاد پر پیش رفت کر سکتے ہیں۔ اب ہم یہاں دیکھیں گے کہ عالم کاری کے سبب پرنٹ میڈیا (خاص طور پر اخبارات و رسائل)، الیکٹرانک میڈیا (خاص طور پر ٹیلی ویژن) اور ریڈیو میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں۔

And the award goes to ...

Advertising awards have a way of never losing their sheen, no matter that the numbers have increased over the years

Charubala Annuncio

A FEW WEEKS back an advertising awards night was concluded with the usual fanfare, but with an unusual twist. The proudest winners at the Effies were Lowe and Hindustan Lever. Yes, that's right. Not two agencies but an agency and its client for the Little Gandhi campaign they did for Lifebuoy. As it was last year, when the Grand Effie went to McCann and Marico for the Saffola campaign.

And just before that, in September, Ad club of Kolkata saw FCB Ulka walk away with campaign of the Year while Kurkure crunched away with the best FMCG brand. This was the Consumer Connect award instituted by the Club, three years back. This award again has its own uniqueness. It gives away prizes to brands based on the combination of effectiveness of communication along with creativity. The former is measured by Indica Research and the Club bears the costs to ensure that the process is completely neutral and transparent.

With new awards being introduced all the time-there are city level awards and media specific awards–it seems like there's one for everyone to win. And this makes it that much more significant for the award brand owners like the Ad Clubs and the Advertising Agencies' Association of India (AAAI) to brand their awards and create significant unique selling propositions (USPs) to attract participants.

And sure they have. Until last year the AAAI's awards were not very different from the Ad Club of Bombay's Abbys. In fact the two awards drew the political line almost between the agencies. The two had their heavyweights and their foes. But last year the AAAI gave them a new lease of life. From a one-evening event like any other it transformed into a two-day festival called the Goafest. There was an advertising conclave, creative and media seminars, viewing of displayed creative work entered and TVCs, parties, beach sports, networking.

Though there were technical and coordination glitches, the festival created a lot of interest. From the usual 500-800 participants, it got 1200 entries. Over 2000 should come next year when media awards will also be given. Says Srinivasan Swamy, President, AAAI, and CMD, R K SWAMY BBDO Pvt Ltd, "Our categories and the judging process will primarily mirror Cannes. As it precedes Cannes, it works as a dry run for it."

Meanwhile the Abbys, which like the Goafest claims to be the most coveted creative award, the "Oscar" of advertising, so to say has been adding categories. Last year it incorporated Technical Awards–Film Craft & Print Craft, Print Grand Prix, Film Grand Prix. "This year we intend to come out with some more awards," promises Kalpana Rao, president, Ad Club of Bombay. The once-upon-a-time indoor event now draws a crowd of over 2,000 to become an outdoor event. Incorporated in the year 1954, The Club is 52 years old, the biggest of its kind worldwide and also the busiest averaging around 24 events a year. The Abby is a 40-year-old award running without a break. In 2001, the Club introduced the Emvies to reward media excellence. In 2002 it was made into a standalone event. It remains the one of its kind, probably worldwide, that rewards work across media. This is unlike the awards of single media associations, like say, outdoor or radio.

WITH NEW AWARDS BEING INTRODUCED ALL THE TIME-THERE ARE CITY LEVEL AWARDS AND MEDIA SPECIFIC AWARDS–IT SEEMS LIKE THERE'S ONE FOR EVERYONE TO WIN.

It also brought in the Effie in 2001 by taking the franchise for this international award from the New York-based American Marketers' Association. The Effies measure the effectiveness of communication based on a long-running international model.

The detailed entry form itself covers areas like Key Marketing Challenge, The Communication Objective, The Target Audience, The Creative Strategy, The Channel Strategy and finally, The Results. "The jury typically looks for consistency in the logic that led up to the advertising, whether the challenge was significant one or not, ability to present the argument cogently and coherently and the demonstrated effectiveness of the campaign", explains Pranesh Misra, president, Lowe, who drives the awards here.

"Advertising should be effective to provide return on a client's investment. Creative awards reward pure creative brilliance - whether or not it is effective or right for the brand. This left a space open for Effie - which is a communication award that judges output of agencies in a comprehensive manner," says Misra.

Though entries have not significantly increased in number, there's a considerable improvement in quality over the years. "The criteria are so rigorous that many agencies and clients get cold feet before entering," feels Misra.

The Ad Club of Kolkata is older at 54. Though it may not be so busy or even so prominent, it represents the oldest seat of the industry. To highlight this fact the Club started its Consumer Connect Awards that reward creative work that also is backed by an equally strong consumer response. It set into place a rigorous process to build prestige. Sandip Chaudhari, who drives these awards, explains how they first do research - market place and stimulus assessment amongst the target group specified by the entry and arrive at the Consumer Resonance Impact Scores (CRIS). A shortlist of nominations based on the CRIS and creative solutions are invited to make seven-minute presentations. The nominated entries are judged by a panel along with the audience. "In another two years and we could really be tracking brand and communication performance trends of brands which have regularly participated," says Chaudhari.

While the awards fight it out to attract the entries and the crowds, it is party time for the industry through the year. And for whatever good work you do, there's always an award waiting to be won just around the corner.

پرنٹ میڈیا (PRINT MEDIA)

ہم دیکھ چکے ہیں کہ تحریک آزادی کی وسعت میں اخبارات ورسائل کتنے اہم تھے۔ اکثر یہ مانا جاتا ہے کہ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے فروغ سے پرنٹ میڈیا کی اہمیت کم ہوجائے گی، لیکن ہندوستان میں ہم نے اخبارات کی اشاعت کو بڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ جیسا کہ باکس میں بتایا گیا ہے کہ نئی ٹیکنالوجیاں اخبارات کی تعداد اور اشاعت بڑھانے میں مددگار رہی ہیں۔ بازار میں چمک دمک والے رسائل بھی اب ملنے لگے ہیں۔

باکس 7.9

ہندوستانی زبان کے اخبارات میں انقلاب

گزشتہ چند دہائیوں میں انتہائی اہم تبدیلیوں میں ہندوستانی لسانی اخبار انقلاب ہے۔ ہندی، تیلگو اور کنڑ زبانوں کے اخباروں میں سب سے زیادہ اضافہ درج کیا گیا ہے۔ ملک کی طباعتی اشاعتوں میں 2006 سے 2016 کے درمیان 23.7 ملین یومیہ کاپیوں کا اضافہ ہوا ہے۔ 39.1 ملین اوسط کاپیوں کی تعداد سے 2016 میں بڑھ کر 62.8 ملین ہوگئی ہے۔ جو 2006 سے 2016 کے درمیان مرکب سالانہ شرح ترقی (CAGR) کا 4.87 فیصد ہے۔ چار جغرافیائی علاقوں میں شمال میں 7.83 فیصد کا اضافہ نظر آتا ہے۔ جبکہ جنوب، مغرب اور مشرق میں تقریباً 4.95، 2.81 اور 2.63 فیصد تھی۔ ہندوستان میں دو سب سے اوپر کے روزنامے دینک جاگرن اور دینک بھاسکر کی جولائی اور دسمبر 2016 کے درمیان تقریباً 3.92 اور 3.81 ملین کی اوسط امتیازی فروخت رہی۔

ماخذ: ایڈیٹ بیورو آف سرکولیشن 17-2016

اینا ڈو کی کہانی بھی ہندوستانی لسانی پریس کی کہانی پیش کرتی ہے۔ اینا ڈو کے بانی راموجی راؤ نے 1974 میں اخبار شائع کرنے سے قبل بڑی کامیابی کے ساتھ ایک چٹ فنڈ بنایا تھا۔ 1980 کی نصف دہائی میں دیہی علاقوں میں مناسب اسباب سے ہم آہنگی مثلاً عراق مخالف تحریک کی وجہ سے تیلگو اخبار ملک کے کونے کونے تک بیچنے کے لائق ہوگیا تھا۔ جس نے اسے 1989 میں ضلع روزنامہ نکالنے کی ترغیب دی۔ جس میں مخصوص اضلاع، سنسنی پھیلانے والی خبریں اور اسی ضلع کے گاؤں اور چھوٹے قصبوں سے حاصل زمرہ بند اشتہار لگائے جاتے تھے۔ 1998 تک آتے آتے اینا ڈو آندھرا پردیش کے دس قصبوں سے شائع ہونے لگا اور کل تیلگو روزناموں کی اشاعت میں اس کا حصہ 70 فیصد ہوگیا۔

15 JAN 2007
ਨਿਧੜਕ ਤੇ ਨਿਰਪੱਖ ਸੋਚ ਦਾ ਪਹਿਰੇਦਾਰ
ਪੰਜਾਬੀ ਟ੍ਰਿਬਿਊਨ
ਸਰਹੱਦੀ ਵਿਵਾਦ
ਨੌਵੀਂ ਸੂਚੀ ਦਾ ਰਾਹ ਬੰਦ
ਸੁਪਰੀਮ ਕੋਰਟ ਨੇ ਸੰਵਿਧਾਨ ਨੂੰ ਰਾਜਨੀਤੀਵਾਨਾਂ ਤੋਂ ਬਚਾਇਆ
Zyoptix
दैनिक जागरण
இன்டர்நெட் முகவரி:
http://www.dinamani.com
Abbirami HOTELS (P) LTD.
ஆம்னி பஸ்களில் மதுரைக்கு ரூ.800, திருச்சிக்கு ரூ.650 கட்டணம்
மாநிலங்களுக்கு இடையிலான பிரச்சினையில்
உச்ச நீதிமன்ற உத்தரவுகளை
સંદેશ
૪૯ લાખ કરોડનું વિક્રમી રોકાણ

ظاہر ہے کہ ہندوستانی زبانوں کے اخبارات میں اس حیرت انگیز اضافے کے کئی اسباب ہیں۔ پہلا، ایسے خواندہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ جو شہروں کو ہجرت کر رہے ہیں۔ 2003 میں ہندی روزنامے 'ہندوستان' کی دہلی ایڈیشن کی 4,000 کاپیاں چھپتی تھیں جو 2005 تک بڑھ کر 4,25,000 ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دہلی کی ایک کروڑ سینتالیس لاکھ کی آبادی میں 52 فی صد اتر پردیش اور بہار کے ہندی بولنے والے علاقے سے آئے ہیں۔ ان میں 47 فی صد لوگوں کا پس منظر گاؤں ہے بن میں 60 فی صد لوگ 40 سال سے کم عمر کے ہیں۔

دوسرا، چھوٹے قصبوں اور گاؤں میں پڑھنے والوں کی ضرورتیں شہری پڑھنے والوں سے مختلف ہوتی ہیں ہندوستانی زبان کے اخبارات ان ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ 'ملایلی منورما' اور 'ایناڈو' جیسے ہندوستانی زبان کے اہم اخبارات نے مقامی خبروں کے تصور کو خصوصی انداز سے ضلعی اشاعتوں اور ضرورت کے مطابق بلاک اشاعت کے ذریعہ شروعات کی۔ ایک دیگر اولین تمل 'دن تنتی' نے ہمیشہ آسان اور بول چال کی زبان کا استعمال کیا۔ ہندوستانی زبانوں کے اخباروں نے ترقی یافتہ پرنٹنگ ٹیکنالوجی کو اپنایا اور ضمیمہ، اضافی نمبر، ادبی گوشے و کتابچے شائع کرنے کی کوشش کی۔ 'دینک بھاسکر' گروپ کی افزائش کا ان سب کے ذریعہ اپنائی گئی مارکیٹنگ حکمت عملی ہے۔ جس کے تحت وہ صارف رابطہ پروگرام، گھر گھر جا کر سروے اور تحقیق جیسے عمل کرتے ہیں۔ اس سے ہم پھر اسی مسئلے پر واپس آ جاتے ہیں کہ جدید ماس میڈیا کے لیے ایک رسمی ساختی تنظیم کا ہونا ضروری ہے۔

© NCERT not to be republished

باکس 7.10

ہندوستان میں اخبارات کی اشاعت میں تبدیلی

قومی ریڈرشپ مطالعہ (NRS 2006) کے حالیہ میں شائع اعداد و شمار کے مطابق ہندی زبان بولنے والے علاقوں میں قارئین کی تعداد میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ ہندوستانی زبان کے روزناموں کے پڑھنے والوں کی تعداد میں پچھلے سال کافی زیادہ اضافہ ہوا اور 19.1 کروڑ سے بڑھ کر 20.36 کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ دوسری طرف انگریزی روزناموں کو پڑھنے والوں کی تعداد 2.10 کروڑ کے قریب ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آ رہی ہے۔ ہندی کے روزناموں میں 'دینک جاگرن' (2.12 کروڑ پڑھنے والے) اور 'دینک بھاسکر' (2.10 کروڑ قارئین کے ساتھ) فہرست میں سب سے اوپر ہے جب کہ 'دی ٹائمز آف انڈیا' انگریزی واحد ایک ایسا روزنامہ ہے جس میں قارئین کی تعداد 50 لاکھ سے زیادہ (74 لاکھ) ہے۔ 50 لاکھ پڑھے جانے والے کل 18 روزناموں میں سے چھ ہندی کے، تین تمل کے، دو گجراتی، ملیالم اور مراٹھی کے اور ایک بنگالی، تیلگو اور انگریزی کے ہیں۔ (دی ہندو، دہلی، 30 اگست 2006)

جب کہ انگریزی کے اخبار جنھیں اکثر 'قومی روزنامے' کہا جاتا ہے سبھی حلقوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ ملکی زبانوں کے اخبارات کی اشاعت ریاستوں اور اندرونی دیہی علاقوں میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا سے مقابلہ کرنے کے لیے خاص طور پر انگریزی زبان کے اخباروں نے جہاں ایک طرف اپنی قیمتیں کم کر دی ہیں، وہیں دوسری طرف ایک ساتھ کئی مراکز میں اپنی الگ اشاعتیں نکالنے لگے ہیں۔

سرگرمی 7.4

- پتہ لگائیے کہ جس اخبار سے آپ بہت زیادہ مانوس ہیں وہ کتنی جگہوں سے نکلتا ہے؟
- کیا آپ نے غور کیا ہے کہ ان میں کس شہر کے مفادات اور واقعات کو خصوصی اہمیت دینے والے ضمیمے ہوتے ہیں۔
- کیا آپ نے ایسے کئی کمرشیل ضمیموں کو دیکھا ہے جو آج کل کئی اخبارات کے ساتھ آتے ہیں؟

باکس 7.11

اخبار کی تعداد اشاعت میں تبدیلیاں: ٹیکنالوجی کا کردار

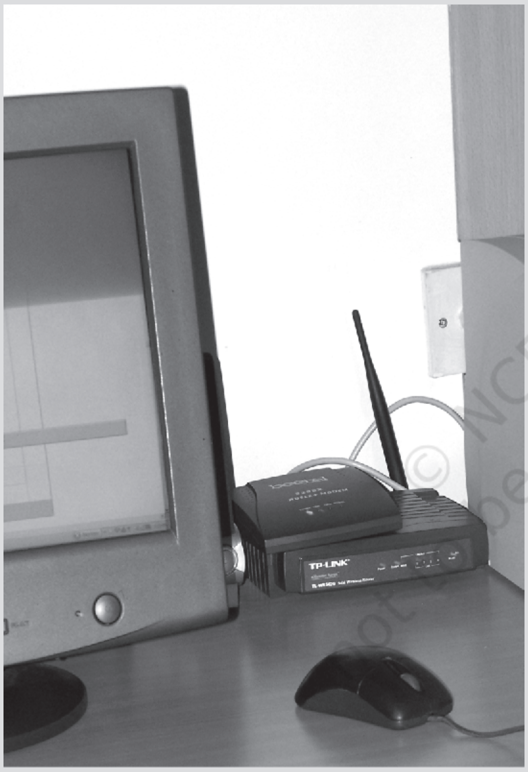

1980 کی دہائی کے آخری سالوں اور 1990 کی دہائی کے ابتدائی سالوں سے اخبار کے نامہ نگاروں کی ڈیسک سے آخری صفحے کے پروف تک اخبارات پوری طرح خودکار ہو گئے ہیں جس کے سبب کاغذ کا استعمال پوری طرح سے ختم ہو گیا ہے۔ ایسا ٹکنالوجی سے متعلق دو تبدیلیوں کے سبب ممکن ہوا ہے: (لین (LANs یعنی لوکل ایریا نیٹ ورک کے ذریعہ پرسنل کمپیوٹر (PC) کا نیٹ ورک کا نظام اور خبریں بنانے والے 'نیوز میکر' جیسے اور دیگر انفرادی ضرورتوں کے مطابق 'سافٹ ویروں کے استعمال کے سبب۔

بدلتی ہوئی ٹکنالوجی نے نامہ نگاروں کے کردار اور کاموں کو بھی بدل دیا ہے۔ ایک نامہ نگار کے قدیم بنیادی لوازمات شارٹ ہینڈ نوٹ بک، قلم، ٹائپ رائٹر اور پرانے سادے ٹیلی فون کی جگہ ایک چھوٹے ٹیپ ریکارڈر، ایک لیپ ٹاپ یا ایک پی سی، موبائل یا سٹیلائٹ فون اور موڈم جیسے لوازمات نے جگہ لے لی ہے۔ خبروں کو جمع کرنے کے کام آنے والے ان سبھی ٹکنالوجی سے متعلق تبدیلیوں نے خبروں کی رفتار بڑھا دی ہے اور اخباروں کے مینجمنٹ کو کام کی تکمیل کی مقررہ مدت کا بوجھ ختم کرنے میں مدد ملی ہے۔ اب وہ زیادہ تعداد میں اشاعت کا منصوبہ بنانے اور جدید خبریں فراہم کرنے کے اہل ہو گئے ہیں۔ ملکی زبانوں کے کئی اخبار ہر ضلع کے لیے الگ اشاعت نکالنے کے لیے ان ٹیکنالوجیوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ اگرچہ چھپائی مراکز تو محدود ہیں لیکن اشاعت کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

میرٹھ سے نکلنے والے 'امر اُجالا' جیسے اخباروں کے سلسلے خبریں جمع کرنے اور تصویری مواد میں بہتری کے لیے نئی ٹکنالوجی کا استعمال کر رہے ہیں۔ اس اخبار کے پاس اتر پردیش اور اترانچل ریاستوں سے نکلنے والی اپنی سبھی تیرہ اشاعتوں کو مواد فراہم کرنے کے لیے تقریباً ایک سو نامہ نگار ملازم اور تقریباً اتنے ہی فوٹو گرافر کا ایک نیٹ ورک ہے۔ سبھی نامہ نگار خبریں بھیجنے کے لیے پی سی اور موڈم آلات سے لیس ہیں اور فوٹو گرافر اپنے ساتھ ڈجیٹل کیمرہ رکھتے ہیں۔ ڈجیٹل تصویر موڈم کے ذریعہ مرکزی نیوز ڈیسک کو بھیجی جاتی ہے۔

بہت سے لوگوں کو یہ ڈر تھا کہ الیکٹرانک میڈیا کے فروغ سے پرنٹ میڈیا کی اشاعت میں کمی آئے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس میں وسعت ہی ہوئی ہے۔ اس عمل کے سبب اخبارات کو اکثر قیمتیں کم کرنی پڑی ہیں اور نتیجتاً اشتہارات کے اسپانسروں پر انحصار بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجے میں اخباروں کے مواد میں اشتہارات کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ باکس 7.13 میں اس عمل کی منطق کو واضح کیا گیا ہے۔

باکس 7.12

ایک میڈیا منیجر کے الفاظ میں اسباب کی وضاحت

پرنٹ میڈیا کی مشکل یہ ہے کہ حاصل کے لیے اس کے منصوبے کی تکمیل کی مدت بہت زیادہ ہوتی ہے اور لاگت پیداوار بھی اونچی ہوتی ہے۔ اخبار یا رسائل کے کور صفحہ پر لکھی قیمت سے ہی اس کی لاگت نہیں نکلتی......اگر اخبار نکالنے کی لاگت 5 روپیے ہے اور اسے 2 روپیے میں فروخت کر رہے ہیں تو اسے اونچی مالی اعانت (سبسڈی) کی بنیاد پر ہی فروخت کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کو اپنی لاگت نکالنے کے لیے اشتہارات پر انحصار کرنا ہوگا۔

اس طرح اشتہارات دینے والے پرنٹ میڈیا کے ابتدائی گاہک بن جاتے ہیں......اس لیے میں پرنٹ میڈیا سے اپنے پروڈکٹ کے لیے گاہک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں اپنے اشتہار دینے والوں کے لیے ایسے گاہک حاصل کرتا ہوں جو میرے پڑھنے والے ہیں......اشتہار دینے والے ایسے گاہکوں کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں، جو کامیاب ہوتے ہیں، جو زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، صَرف کرتے ہیں، جو جلد ہی پروڈکٹ کو اپنا لیتے ہیں، جو تجربہ کیے جانے میں یقین رکھتے ہیں، جو لذت اندوز ہوتے ہیں۔

پریس انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا کے سابق ڈائریکٹر نے تفصیلی طور پر اخبارات کا مفہوم بیان کیا ہے کہ انھیں اشتہار دینے والے امکانی گاہکوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔

کئی ہفتوں سے میں اولین انگریزی اخباروں پر نظر ڈالتا رہا ہوں، خاص طور پر میں اپنے ملک کے دیہی علاقوں، چھوٹے قصبوں اور بڑھی ہوئی جھگی جھونپڑیوں کی آبادی کی فیلڈر پورٹوں اور مقاموں کو دیکھتا رہا ہوں۔ ہماری آبادی کے 70 فی صد لوگ یہاں رہتے ہیں، میرے خیال میں یہ اصل ہندوستان پر مشتمل لوگ ہیں......قومی پریس کو ایسی اطلاعات فراہم کرنے کی ہمت کرنا چاہیے جس سے ہمارے پالیسی ساز، سیاست داں، ماہرین تعلیم اور صحافیوں کی ان کے بارے میں رائے وضع ہو سکے۔ جیسا کہ صحافت کے لیے ان کا روایتی کردار بیان کیا گیا ہے، حکمرانی کے نظام پر انھیں ایک چوکی دار کے طور پر عمل کرنا چاہیے۔

(چودھری 2005:199–226)

باکس 7.13

اخباروں کی کوشش اپنے پڑھنے والوں کی تعداد اور مختلف گروہوں تک رسائی رہی ہے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اخبار پڑھنے کی عادتیں بدل گئی ہیں جب کہ بوڑھے لوگوں کی عادت اخبار کو پوری طرح پڑھنے کی ہے وہیں نوجوان اکثر اپنی

مخصوص دلچسپیاں رکھتے ہیں اور اسی کے لحاظ سے وہ کھیل، تفریح یا سماجی گفتگو جیسے موضوعات سے متعلق براہ راست پہنچ جاتے ہیں۔ پڑھنے والوں کی دلچسپیوں میں فرق ہونے کے سبب اخبار کو مختلف قسم کی روداد تحریر کرنی چاہیے جو مختلف دلچسپیوں کے حامل لوگوں کے ایک وسیع حلقے کو راغب کر سکے۔ اس لیے اخبار اکثر معلومات کے ساتھ ساتھ تفریح کے مواد کو پیش کرنے کی طرف مائل ہوئے ہیں تا کہ ہر طرح کے قارئین کی دلچسپی بنی رہے۔ اخباروں کی اشاعت اب بعض روایتی قدروں کے لیے وقف ہونے سے متعلق نہیں رہی۔ وہ ابھی صرفی شے بن گئے ہیں جب تک یہ تعداد بڑی ہے فروخت کے لیے سب کچھ کیا جا سکتا ہے؟

باکس 7.13 کے لیے مشق

متن کو بغور پڑھیں۔

1۔ آپ کے خیال میں کیا قارئین بدل گئے ہیں یا اخبارات؟ بحث کیجیے۔

2۔ معلومات مع تفریح پر بحث کریں، کیا آپ اس کی چند مثالیں سوچ سکتے ہیں۔ آپ کے خیال میں انفوٹمنٹ کے اثرات کیا ہوں گے؟

© NCERT not to be republished

ٹیلی ویژن (TELEVISION)

1991 میں ہندوستان میں ایک ہی ٹی وی چینل دوردرشن تھا جس پر ریاست کا کنٹرول تھا، لیکن 1998 تک تقریباً 70 چینل ہوگئے۔ 1990 کی دہائی کے نصف سے غیر سرکاری چینلوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ 2000 میں جب دوردرشن 20 سے زیادہ چینلوں پر اپنے پروگرام نشر کر رہا تھا، غیر سرکاری ٹیلی ویژن نیٹ ورک کی تعداد 40 کے آس پاس تھی۔ غیر حکومتی سٹیلائٹ ٹیلی ویژن میں ہونے والا یہ حیرت انگیز اضافہ عصری ہندوستان میں نمایاں ترقیوں میں سے ایک ہے۔ 2002 میں اوسطاً 13.4 کروڑ لوگ ہر ہفتے سٹیلائٹ ٹی وی دیکھا کرتے تھے۔ یہ تعداد بڑھ کر 2005 میں 190 ملین ہوگئی ہے۔ 2002 میں سٹیلائٹ ٹی وی کی دستیابی والے گھروں کی تعداد چار کروڑ تھی جو بڑھ کر 2005 میں 61 ملین ہوگئی۔ ٹی وی رکھنے والے سبھی گھروں میں اب 56 فی صد گھروں میں سٹیلائٹ ٹی وی سے استفادہ ہو رہا ہے۔

1991 کے خلیجی جنگ نے (جس نے سی این این چینل کو مقبولیت عطا کی) اور اسی سال ہانگ کانگ کے ہوامپوا ہچینسن گروپ کے ذریعہ شروع کیے گئے آسٹار ٹی وی نے ہندوستان میں غیر سرکاری سٹیلائٹ چینلوں کی آمد کی نشان دہی کر دی تھی۔1992 میں ہندی زبان کے تفریحی سٹیلائٹ چینل زی ٹی وی نے ہندوستان میں کیبل ٹیلی ویژن کو اپنے پروگرام دینے شروع کر دیے تھے۔2000 تک آتے آتے ہندوستان میں 40 غیر سرکاری کیبل اور سٹیلائٹ چینل دستیاب ہو چکے تھے، ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو صرف علاقائی زبانوں کی نشریات پر مرکوز تھے جیسے سن۔ٹی وی، اینا ڈو۔ٹی وی، ادے۔ٹی وی، راج۔ٹی وی اور ایشیا نیٹ، اسی دوران زی ٹی وی نے بھی کئی علاقائی نیٹ ورک شروع کیے جو مراٹھی، بنگلہ اور دیگر زبانوں میں پروگرام نشر کرتے ہیں۔

1980 کی دہائی میں جہاں ایک طرف دوردرشن کی توسیع تیزی سے ہو رہی تھی وہیں کیبل ٹیلی ویژن صنعت بڑے ہندوستانی شہروں میں فروغ ہو رہا تھا۔ وی سی آر نے دوردرشن کے واحد چینل پروگرامنگ کے متبادلات فراہم کر کے ہندوستانی ناظرین کے لیے تفریح کے متبادلات میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ نجی گھروں اور کمیونٹی کی نشست والے کمروں میں ریڈیو پروگرام دیکھنے کی سہولت میں بھی اضافہ ہوا۔ ویڈیو پروگراموں میں زیادہ تر ملکی اور درآمد شدہ دونوں طرح کی فلموں پر مبنی تفریحات شامل تھیں۔1984 تک ممبئی اور احمد آباد جیسے شہروں میں کاروباری مہم نے زور پکڑا جو ایک دن میں کئی فلمیں دکھانے کے لیے اپارٹمنٹ عمارتوں میں تار لگانے لگے۔ کیبل چلانے والوں کی تعداد جو 1984 میں 100 تھی، بڑھ کر 1988 میں 1,200، 1992 میں 15,000 اور 1999 میں تقریباً 60,000 ہو گئی۔

اسٹار ٹی وی، ایم ٹی وی، چینل وی، سونی اور دیگر جیسی کثیر ملکی کمپنیوں کی آمد سے بعض لوگوں کو ہندوستانی نوجوانوں اور ہندوستانی ثقافت پر ان کے ممکنہ اثرات کے بارے میں فکر پیدا ہوئی لیکن زیادہ تر کثیر ملکی ٹیلی ویژن چینلوں نے تحقیق کے ذریعہ یہ جان لیا کہ ہندوستانی ناظرین کے مختلف گروپوں کو راغب کرنے کے لیے معروف پروگراموں کا استعمال ہی زیادہ مؤثر ہوگا۔ سونی انٹرنیشنل کی ابتدائی حکمت عملی یہ رہی کہ ہر ہفتے 10 ہندی فلمیں دکھائی جائیں اور بعد میں جب اسٹیشن اپنے ہندی پروگرام تیار کر لے تب دھیرے دھیرے ان کی تعداد کم کر دی جائے۔ اب زیادہ تر غیر ملکی نیٹ ورک یا تو ہندی زبان کے پروگراموں کا (ایم ٹی وی انڈیا) کا ایک حصہ ہو گئے ہیں یا نئے ہندی چینل (اسٹار پلس) میں شروع کر دیا ہے۔ اسٹار اسپورٹز اور ای ایس پی این دوہری کمنٹری یا ہندی میں ایک آڈیو ساؤنڈ ٹریک چلاتے ہیں۔ بڑی کمپنیوں نے بنگلہ، پنجابی، مراٹھی اور گجراتی جیسی زبانوں میں خصوصی علاقائی چینل شروع کیے ہیں۔

مقامی بنانے کا سب سے ڈرامائی طریقہ غالباً اسٹار ٹی وی کے ذریعہ اپنایا گیا۔ اسٹار پلس چینل جو شروع میں ہانگ کانگ سے چلایا جانے والا پوری طرح عام تفریح کا ایک چینل تھا، نے اکتوبر 1996 سے شام 7 اور 9 کے دوران ہندی زبان کے پروگرام دینے شروع کر دیے۔ پھر فروری 1999 سے یہ پوری طرح ہندی چینل بن گیا اور سبھی انگریزی سیریل کو اسٹار ورلڈ کو منتقل کر دیا گیا جو اس نیٹ ورک کا انگریزی زبان کا بین الاقوامی چینل ہے۔ اس تبدیلی کی حوصلہ افزائی دینے والے اشتہارات میں ہنگلش کا یہ نعرہ شامل تھا: ''آپ کی بولی آپ کا پلس پوائنٹ، (بوچر 2003)، اسٹار اور سونی دونوں ریاست ہائے متحدہ امریکا کے اپنے پروگراموں کو چھوٹے بچوں کے لیے ڈب کرتے رہے ہیں کیونکہ انھیں ایسا لگنے لگا تھا کہ بچے ان خصوصیت کو سمجھنے اور قبول کرنے لگے ہیں جو اس صورت میں پیدا ہوتی ہے جب کہ زبان کوئی دوسری ہو اور کہانی کا ماحول کوئی اور۔ کیا آپ نے کبھی کوئی ڈب (صوتی نگارش) کیا ہوا پروگرام دیکھا ہے؟ اس کے بارے میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

© NCERT not to be republished

باکس 7.14

پرنس نام کا ایک پانچ سالہ کا بچہ ہریانہ کے کروکشیتر ضلع کے الڈیہڑی گاؤں میں 55 فٹ سے گہرے ٹیوب ویل کے لیے کھودے گئے گڈھے میں گر گیا اور 50 گھنٹے کی سخت محنت کے بعد فوج کے ذریعہ باہر نکالا جاسکا۔ اس کے لیے فوج نے ایک دوسرے گڈھے سے متوازی سرنگ کھودی۔ بچہ جس شفٹ یا سرنگ میں پھنسا ہوا تھا اس میں بند سرکٹ والا ٹیلی ویژن کیمرہ (CCTV) کھانے کے ساتھ اتارا گیا تھا۔ دو نیوز چینلوں نے اپنے دیگر سبھی پروگرام چھوڑ کر لگاتار دونوں تک اس بچے کی فلم دکھانا جاری رکھا، جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ بچہ کتنی بہادری کے ساتھ کیڑے مکوڑوں سے لڑ رہا ہے، سو رہا ہے یا اپنی ماں کو چیخ چیخ کر پکار رہا ہے، یہ سب ٹی وی کے پردے پر دکھایا جارہا تھا۔ انھوں نے مندروں سے باہر کچھ لوگوں کا انٹرویو بھی لیا اور یہ پوچھا کہ ''آپ پرنس کے بارے میں کیا محسوس کر رہے ہیں؟'' انھوں نے لوگوں سے یہ بھی کہا کہ ہمیں پرنس کے لیے ایس ایم ایس کے ذریعہ پیغام بھیجیں۔ ہزاروں لوگ اس مقام پر جمع ہوگئے اور دو دنوں تک لنگر (کمیونٹی کچن) چلا۔ اس سے پورے ملک میں شدید جذباتی ہیجان اور تشویش کا ایک ماحول پیدا ہوگیا اور لوگوں کو مندروں، مسجدوں، چرچوں اور گردواروں میں پرنس کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ ایسی اور بھی کئی مثالیں ہیں جب ٹی وی کو لوگوں کی انفرادی زندگی میں دخل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

باکس 7.14 کے لیے مشق

آپ نے ٹیلی ویژن پر پرنس کے دفاع کے عمل کو دیکھا ہوگا۔ اگر نہیں تو آپ کسی ایسے واقعہ کو منتخب کریں اور درج ذیل نکات پر کلاس میں مباحثے کا انعقاد کریں۔

1۔ زیادہ سے زیادہ دیکھنے والوں کو راغب کرنے کے لیے ایسے واقعات کے راست نشریے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے ٹیلی ویژن کے چینلوں کی ایسی مسابقت کا کیا اثر ہوگا؟

2۔ کیا اس مسئلے کو ٹیلی ویژن کیمروں کے ذریعہ 'تاک جھانک' (چند دوسرے لوگوں کے نجی یا ذاتی لمحات پر نظر) کے طور پر لے سکتے ہیں؟

3۔ کیا یہ دیہی علاقے کے غریب لوگوں کے حالات پر روشنی ڈالنے کے لیے ٹیلی ویژن میڈیا کے ذریعہ ادا کیے گئے مثبت کردار کی مثال ہے؟

© NCERT not to be republished

زیادہ تر چینل ہفتے میں ساتوں دن اور دن میں چوبیس گھنٹے چلتے ہیں۔ ان میں اخباروں کی شکل جان دار اور غیر رسمی ہوتی ہے۔ اخباروں کو پہلے کی نسبت اب بہت زیادہ فوری، جمہوری اور قریبی بنا دیا ہے۔ ٹیلی ویژن نے عوامی مباحثے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور ہر گذرے ہوئے سال کے ساتھ وہ اپنی رسائی کو مزید وسیع کرتا جارہا ہے۔ اس سے ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا سنجیدہ، سیاسی اور معاشی مسائل کو نظر انداز تو نہیں کیا جارہا ہے۔

ہندی اور انگریزی میں خبر دینے والے چینلوں کی تعداد مستقل بڑھتی جارہی ہے۔ اسی طرح علاقائی چینل بھی بڑھ رہے ہیں اور ان سب کے ساتھ ہی 'ریالیٹی شو'، 'ٹاک شو'، 'بالی ووڈ شو'، 'فیملی ڈرامے'، 'انٹریکٹیو شو'، 'کھیل شو' اور 'مزاحیہ شو' بڑی تعداد میں منعقد کیے جارہے ہیں۔ تفریحی ٹیلی ویژن نے بڑے ستاروں کا ایک نیا گروپ پیدا کردیا ہے جن کے ناموں سے ہر خاندان مانوس ہوگیا ہے اور مقبول رسائل اخبارات کے گپ شپ کالموں میں ان کی نجی زندگی، رقابت کے قصے بھرے ہوتے ہیں 'کون بنے گا کروڑ پتی' یا

’انڈین آئیڈل‘ یا’ بگ باس‘ جیسے’ ریالیٹی شو‘ دن بہ دن مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر پروگرام مغربی پروگراموں کے خطوط پر تیار کیے گئے ہیں۔ ان میں سے کن کن پروگراموں کو’ انٹریکٹیو شو، گھریلو ڈرامے، ناٹک شو یا ریلیٹی شو کہا جا سکتا ہے۔ بحث کریں۔

باکس 7.15

سوپ اوپیرا

سوپ اوپیرا (گھریلو قسط وار ڈرامے) ایسی کہانیاں ہیں جو سلسلہ وار دکھائی جاتی ہیں۔ وہ مسلسل چلتی رہتی ہیں، انفرادی کہانیاں ختم ہوسکتی ہیں اور مختلف کردار ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں لیکن خود ’سوپ‘ یا کہانی تب تک نہیں ختم ہوتی جب تک اسے پوری طرح نشریات سے واپس نہیں لے لیا جاتا۔ سوپ اوپیرا ایک تاریخ لے کر چلتے ہیں جس سے باقاعدہ دیکھنے والے واقف ہوتے ہیں۔ وہ کرداروں، ان کی شخصیت اور زندگی کے تجربات سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

ریڈیو (RADIO)

Can you talk your walk? GenZ has tuned into a new career

RADIO GA GA!

Mallvika Nanda

I'd sit alone and watch your light, My only friend through teenage nights, And everything I had to know, I heard it on my radio... You had your time you had the power, You've yet to have your finest hour, Radio... Radio Ga Ga...

Long ago when Queen's Freddie Mercury sung *Radio Ga Ga*, maybe it was a subtle reference to the finest hour which we are witnessing now — the radio boom which is loud and clear. This boom has made radio jockeying the coolest career option for the hip and happening GenZ. And if seeing is believing, the incessant rush of wannabe RJ's who thronged the Fever 104 stall at the recently-held **HT Youth Nexus** made our conviction further stronger. The fever is certainly on the rise.

It's the right choice

But what has made RJ-ing the coolest choice? Perhaps, it is the rising level of awareness among youngsters, who want something more and extraordinary when it comes to career. No run of the mill stuff for them because they are willing to risk and experiment. As actress Preity Zinta, who was an RJ in

Raajessh Kashyap

2000 میں آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام ہندوستان کے سبھی دو تہائی گھرانوں میں 24 زبانوں اور 146 بولیوں میں 12 کروڑ سے بھی زیادہ ریڈیو سیٹوں پر سنے جا سکتے تھے۔ 2002 میں غیر سرکار ملکیت والے ایف ایم ریڈیو اسٹیشنوں کے قیام سے ریڈیو پر تفریح کے پروگراموں میں اضافہ ہوا۔ سامعین کو راغب کرنے کے لیے نجی طور پر چلائے جانے والے ریڈیو اسٹیشن اپنے سامعین کو تفریح فراہم کرنے کی جستجو کرتے ہیں۔ چونکہ غیر سرکاری طور پر چلائے جانے والے ایف ایم چینلوں کو کوئی سیاسی نیوز بلیٹن نشر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے لہٰذا ان میں سے بہت سے چینل اپنے سامعین کو بنائے رکھنے کے لیے خاص قسم کی مقبول موسیقی میں اپنا اختصاص رکھتے ہیں۔ ایک اسی طرح کے ایف ایم چینل کا دعوا ہے کہ وہ دن بھر ہٹ یا مقبول گانے ہی پیش کرتا ہے۔ زیادہ تر ایف ایم چینل جو کہ نوجوان شہری پیشہ وروں اور طلبا میں مقبول ہیں، اکثر میڈیا گروپوں کے ہوتے ہیں۔ جیسے’ ریڈیو مرچی‘ ٹائمز آف انڈیا گروپ کا ہے’ ریڈ ایف ایم‘ لیونگ میڈیا اور’ ریڈیو سٹی‘ اسٹار نیٹ ورک کی ملکیت میں ہے۔ لیکن نیشنل پبلک ریڈیو (یو ایس اے) یا بی بی سی (یو کے) جیسے آزاد ریڈیو اسٹیشن جو براڈ کاسٹنگ میں لگے ہوئے ہیں ہمارے براڈ کاسٹنگ ہمارے منظر سے باہر ہیں۔

دو فلموں 'رنگ دے بسنتی' اور' لگے رہو منا بھائی' میں ریڈیو کو ترسیل کے سرگرم ذریعہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے حالانکہ دونوں ہی فلمیں عصری دور کے ماحول کی ہیں۔'رنگ دے بسنتی' میں کالج کا ایک محنتی غصہ ور نوجوان بھگت سنگھ کی کہانی سے ترغیب پا کر ایک وزیر کو قتل کر دیتا ہے اور عوام تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے آل انڈیا ریڈیو کو اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ جب کہ 'لگے رہو منا بھائی' میں ہیروئن ایک ریڈیو جا کی ہے جو اپنے دل اور گلے کی پوری آواز میں 'گڈ مارننگ ممبئی'! کے ساتھ ملک کو جگاتی ہے اور ہیرو بھی ایک لڑکی کی زندگی بچانے کے لیے ریڈیو اسٹیشن کا سہارا لیتا ہے۔

ایف ایم چینلوں کے استعمال کا امکان بہت زیادہ ہے۔ ریڈیو اسٹیشنوں کی مزید نج کاری اور کمیونٹی کی ملکیت والے ریڈیو اسٹیشنوں کے شروع ہونے کے نتیجے میں ریڈیو اسٹیشنوں کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔ مقامی خبروں کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ ہندوستان میں ایف ایم چینلوں کو سننے والے گھروں کی تعداد نے مقامی ریڈیو کے ذریعہ نیٹ ورک حاصل کرنے کے عالم گیر رجحان کو تقویت پہنچائی ہے۔ نیچے دیے گئے باکس سے نہ صرف یہ کہ ایک دیہی نوجوان کی اختراع کی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے بلکہ مقامی ثقافتوں کی نگہداشت کی ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

باکس 7.16

یہ برصغیر ایشیا میں شاید ایک دیہی ایف ایم ریڈیو اسٹیشن ہے

یہ ٹرانس میشن ساز و سامان جس کی قیمت کافی کم ہے......شاید دنیا میں سب سے سستا ہو لیکن مقامی لوگوں کو یقیناً بہت عزیز ہے۔ ہندوستان کی شمالی ریاست بہار میں ایک سہانی صبح کو راگھو مہتو نام کا ایک نوجوان اپنے گھر میں تیار کیے گئے ایف ایم ریڈیو اسٹیشن شروع کرنے کے لیے آمادہ ہوا۔ راگھو کی چھوٹی مرمت کی دکان اور ریڈیو اسٹیشن کے 20 کلومیٹر (12 میل) کے دائرے میں رہنے والے ہزاروں گاؤں والے اپنے پیارے سے اسٹیشن کا پروگرام شروع کرنے کے لیے اپنے ریڈیو سیٹ کھولا۔ تھوڑی سی گھڑ گھڑاہٹ کی آواز کے بعد ایک نوجوان کی پر اعتماد آواز ریڈیو لہروں پر تیرنے لگتی۔ ''گڈ مارننگ راگھو ایف ایم منصور پور میں آپ کا استقبال ہے۔ اب اپنے پسندیدہ گانے سننے کا اعلان راگھو کے دوست اور رابطہ کار شمبھو کی آواز میں سنائی پڑتا ہے جو مقامی موسیقی کے ٹیپوں کے ڈھیر سے گھرے ہوئے سیلوٹیپ کے پلاسٹر لگے مائیکروفون میں بولتا ہے۔ اگلے 12 گھنٹوں تک راگھو مہتو کا دور دراز کا ایم ایف ریڈیو اسٹیشن فلمی گانے سناتا ہے اور ایچ آئی وی اور پولیو جیسی بیماریوں کے بارے میں عوامی مفاد کی خبریں اور بے باک مقامی خبریں بھی دیتا ہے جن میں گم شدہ بچوں اور نئے کھلنے والی مقامی دکانوں کی خبریں بھی شامل ہوتی ہیں۔ راگھو اور اس کا دوست راگھو کی چھپر والی دکان پر یا الیکٹرانکس شاپ سے اپنا دیسی ریڈیو اسٹیشن چلاتے ہیں۔

جگہ تنگ ہے......جھونپڑا کرائے کا ہے جس میں موسیقی بھرے ٹیپ اور زنگ لگے بجلی کے ساز و سامان کا ڈھیر لگا ہے اور مرمت کا کام کرنے والے راگھو کی دکان کے ساتھ ساتھ ریڈیو اسٹیشن کا بھی کام ہوتا ہے۔

وہ تعلیم یافتہ نہ بھی ہو لیکن اس کے دیسی ایف ایم اسٹیشن نے اسے مقامی سیاست دانوں سے زیادہ مقبول بنا دیا ہے۔ راگھو کے ریڈیو سے عشق کی شروعات 1997 سے ہوئی جب اس نے ایک مقامی مرمت کی دکان میں ایک مستری کے طور پر کام کرنا شروع کیا۔ جب دکان کا مالک وہ علاقہ چھوڑ کر چلا گیا تو کینسر میں مبتلا زرعی مزدور کے بیٹے راگھو نے ایک دوست کے ساتھ مل کر وہ جھونپڑی لے لی۔ 2003 میں

© NCERT not to be republished

کسی وقت راگھو کو جو تب تک ریڈیو کے بارے میں کافی کچھ جان چکا تھا۔غربت میں مبتلا ریاست بہار میں جہاں بہت سے علاقوں میں بجلی نہیں ہے، سستے بیٹری سے چلنے والے ٹرانسسٹر ہی تفریح کا سب سے مقبول عام ذریعہ ہے۔''اس خیال کے پختگی آنے اور ایسی کِٹ تیار کرنے میں جو ایک متعین ریڈیو فریکونسی پر اپنا پروگرام نشر کر سکے، کافی وقت لگ گیا۔کٹ پر 50 روپے کی لاگت آئی'' راگھو کے مطابق نشریہ کٹ ایک اینٹینے کے ساتھ لمبے بانس پر پاس کے ایک تین منزلہ ہسپتال پر لگا ہے۔ایک لمبا تار اس نشریاتی آلے کو نیچے راگھو کے ریڈیو جھونپڑے میں لگے گھڑگھڑاہٹ کرنے والے، گھر کے بنے پرانے اسٹریو کیسٹ پلییئر سے جوڑتا ہے۔تین دیگر زنگ لگے مقامی طور پر بنے بیٹری سے چلنے والے ٹیپ ریکارڈر رنگین تاروں اور ایک بے تار مائیکرفون کے ساتھ اس سے جڑے ہیں۔

راگھو کے جھونپڑے میں ایک مقامی بھوج پوری، بالی ووڈ اور بھکتی گیتوں کے کوئی 200 ٹیپ ہیں جنھیں وہ اپنے سامعین کے لیے بجاتا ہے۔راگھو کا ریڈیو اسٹیشن اس کا ایک شوق ہے۔وہ اس سے کچھ کماتا نہیں ہے۔وہ اپنی الیکٹرانک مرمت کی دکان سے کوئی دو ہزار روپے ماہانہ کما لیتا ہے۔وہ نوجوان جو اپنے خاندان کے ساتھ ایک جھونپڑے میں رہتا ہے، یہ نہیں جانتا کہ ایک ایف ایم اسٹیشن چلانے کے لیے حکومت سے لائسنس لینا ہوتا ہے۔''میں اس بارے میں نہیں جانتا۔میں نے تو یہ پیشہ تجسس کے ساتھ شروع کر دیا تھا اور ہر سال اس کا نشریاتی علاقہ بڑھتا گیا۔

وہ کہتا ہے اس لیے جب چند لوگوں نے اس سے یہ کہا کہ اس کا ریڈیو اسٹیشن ناجائز ہے تو اس نے اسے واقعی بند کر دیا، لیکن مقامی گاؤں والوں نے اس کے جھونپڑے کو گھیر لیا اور اسے اپنی خدمات پھر شروع کرنے کے لیے راضی کر لیا۔مقامی لوگوں کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ راگھو کا 'ایف ایم منصور پور 1' کے پاس کوئی سرکاری لائسنس ہے یا نہیں۔وہ تو بس اسے پیار کرتے ہیں۔

''میرے اسٹیشن کو مردوں سے زیادہ عورتیں سنتی ہیں،'' وہ کہتا ہے۔''اگرچہ بالی ووڈ اور مقامی بھوج پوری گانے بہت ضروری ہیں لیکن میں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت عورتوں اور بزرگوں کے لیے بھکتی گیت بھی نشر کرتا ہوں۔'' چونکہ گاؤں والوں کے پاس راگھو کو فون کرنے کی سہولت نہیں ہے، اس لیے وہ گیتوں کی فرمائش دستی طور پر تحریری پیغاموں کے ذریعہ یا پڑوس کے عوامی ٹیلی فون دفتر کو فون کر کے بھیجتے ہیں۔ایک ریڈیو اسٹیشن کو چلانے والے کے طور پر راگھو کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ہے۔لوگوں نے اس کے ریڈیو اسٹیشن پر کام کرنے کے لیے لکھا ہے اور اس کی ٹکنالوجی کو خریدنے میں اپنی دلچسپی دکھائی ہے۔

ماخذ:بی بی سی نیوز:(امرناتھ تیواری کے ذریعہ)اشاعت:جی ایم ٹی ،بی بی سی، ایم ایم وی

© NCERT not to be republished

خلاصہ (CONCLUSION)

اس حقیقت پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ ترسیل عامہ آج ہمارے انفرادی اور عوامی زندگی کا لازمی جزو بن چکا ہے۔یہ باب ہماری زندگی میں میڈیا سے متعلق سبھی تجربات کو ظاہر نہیں کر سکتا۔یہ تو ہمیں یہی سمجھا سکتا ہے کہ ترسیل عامہ یا عصری سماج کا ایک اہم حصہ ہے۔اس میں میڈیا سے متعلق مختلف پہلوؤں پر توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسے: ریاست اور بازار کے ساتھ میڈیا کا تعلق، اس کی سماجی تنظیم اور مینجمنٹ، قارئین اور سامعین کے ساتھ اس کا رشتہ۔دوسرے لفظوں میں یہاں ان پابندیوں جن کے تحت میڈیا اپنا کام کرتا ہے اور متعدد طریقوں جن سے ہماری زندگی کو متاثر کرتا ہے، پر نظر ڈالی گئی ہے۔

1۔ اخبار کی صنعت میں جو تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں، ان کا خاکہ پیش کیجیے۔ان تبدیلیوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

2۔ کیا ایک عوامی ترسیل کے ذریعے کے طور پر ریڈیو ختم ہو رہا ہے؟ لبرلائزیشن کے بعد بھی ہندوستان میں ایف ایم اسٹیشنوں کی امکانی قوت پر بحث کریں۔

3۔ ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو تبدیلی ہو رہی ہے اس کا پتہ لگائیں اور بحث کریں۔

سوالات

حوالہ جات (REFERENCES)

Bhatt, S.C. 1994. *Satellite invasion in India.* Sage. New Delhi.

Butcher, Melissa. 2003. *Transnational television, Cultural Identity and change: When STAR Came to India.* Sage. New Delhi.

Chaudhuri, Maitrayee. 2005. 'A Question of Choice: Advertisements, Media and Democracy' Ed. Bernard Bel et. al. *Media and Mediation Communication Processes.* pp.199-226. Sage. New Delhi.

Chatterji, P.C. 1987. *Broadcasting in India.* Sage. New Delhi.

Desai, A.R. 1948. *The Social Background of Indian Nationalism.* Popular Prakashan. Bombay.

Ghose, Sagarika 2006, 'Indian Media: A flawed yet robust public service' in B.G. Verghese (Ed.) *Tomorrow's India: Another tryst with destiny.* Viking. New Delhi.

Joshi, P.C. 1986. *Communication and Nation-Building.* Publications Divison GOI. Delhi.

Jeffrey, Roger. 2000. *India's Newspaper Revolution.* OUP. Delhi.

More, Dadasaheb Vimal. 1970. 'Teen Dagdachachi Chul" in Sharmila Rege *Writing Caste/Writing Gender: Narrating Dalit Women's Testimonies.* Zubaan/Kali. Delhi, 2006

Page, David and Willam Gawley. 2001. *Satellites Over South Asia.* Sage. New Delhi.

Singhal, Arvind and E.M. Rogers. 2001. *India's Communication Revolution.* Sage. New Delhi.

© NCERT not to be republished

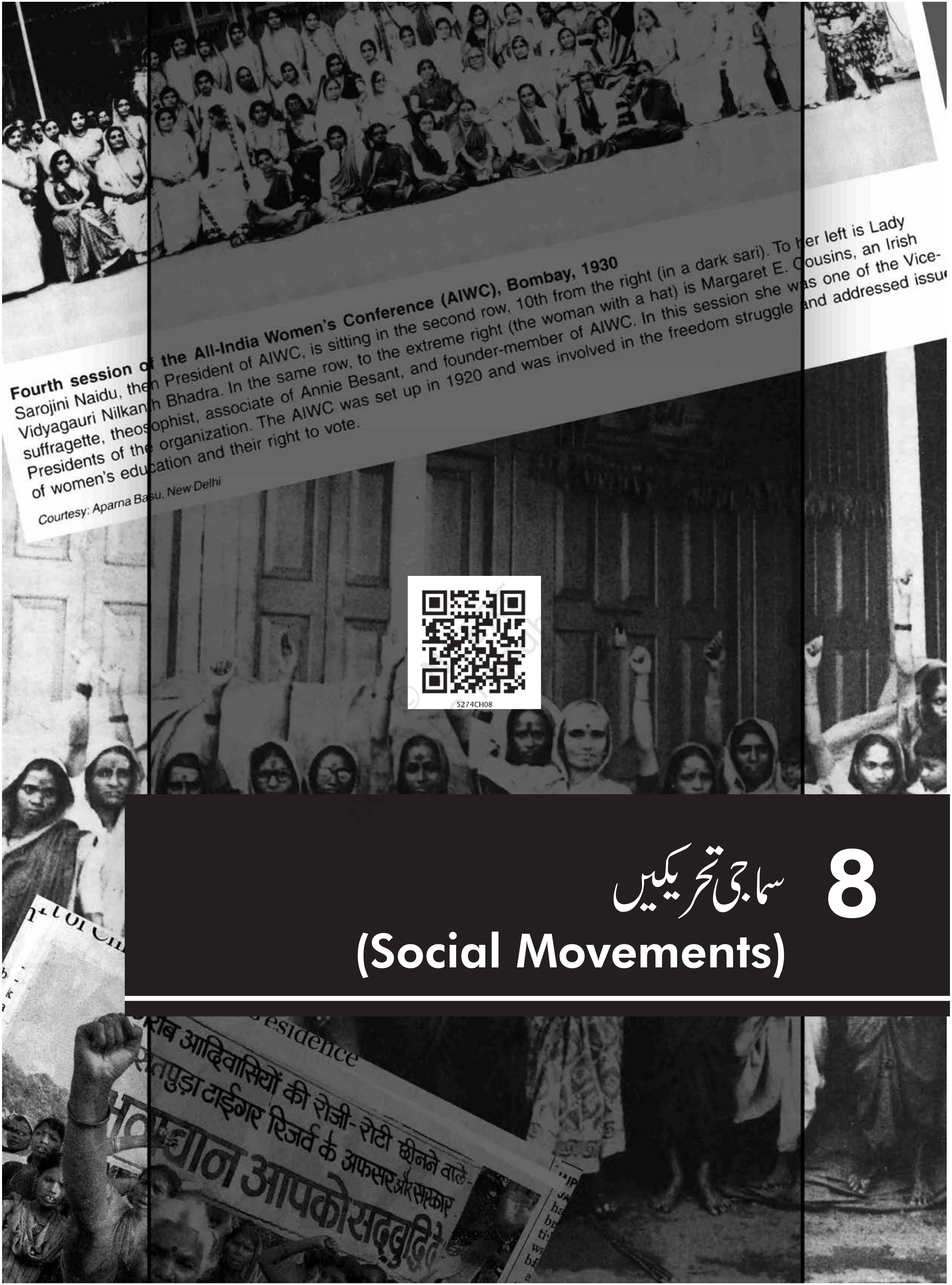

8 سماجی تحریکیں
(Social Movements)

دنیا بھر میں کثیر تعداد میں طلبا اور آفس میں کام کرنے والے ڈیوٹی پر پانچ یا چھ دن ہی جاتے ہیں اور ختم ہفتہ میں آرام کرتے ہیں۔ تاہم چھٹی والے دن آرام کرنے والوں میں سے تھوڑے لوگوں کو ہی اس بات کا احساس ہے کہ یہ دن مزدوروں کی ایک طویل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ کام کے دن کا آٹھ گھنٹے سے زیادہ کا نہ ہونا، مردوں اور عورتوں کو یکساں کام کے لیے یکساں مزدوری اور مزدوروں کو سماجی تحفظ نیز پنشن کا مجاز بنانا اور دیگر حقوق سماجی تحریکوں کے ذریعہ حاصل کیے گئے تھے۔ سماجی تحریکوں نے اس دنیا کو ایک خاکہ فراہم کیا جس میں ہم رہتے ہیں اور یہ سلسلہ مستقل جاری ہے۔

باکس 8.1

ہمہ گیر بالغ حق رائے دہی

ہمہ گیر بالغ حق رائے دہی یا ہر ایک بالغ کو ووٹ دینے کا حق ہندوستانی آئین کے ذریعہ دیے گئے اہم حقوق میں ایک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پر حکمرانی خود اپنے جیتے ہوئے نمائندوں کے علاوہ کسی بھی دیگر فرد کے ذریعہ نہیں کی جا سکتی۔ یہ حق نوآبادیاتی حکومت کے دنوں سے بنیادی طور پر مختلف ہے جب افراد کو برطانوی کراؤن کی نمائندگی کرنے والے نوآبادیاتی حکومت کے افسران کی اطاعت کے لیے مجبور ہونا پڑتا تھا حالانکہ برطانیہ میں سبھی کو حق رائے دہی نہیں حاصل تھا۔ حق رائے دہی جائیداد کے مالکوں تک ہی محدود تھی۔ چارٹرازم انگلینڈ میں پارلیمانی نمائندگی سے متعلق ایک سماجی تحریک تھی۔ 1839 میں 1.25 ملین سے زیادہ افراد نے عوامی چارٹر پر دستخط کر کے ہمہ گیر بالغ حق رائے دہی، بیلٹ کے ذریعہ ووٹ اور جائیداد کی ملکیت کے بغیر بھی انتخاب میں کھڑے ہونے کا مطالبہ کیا۔ 1892 میں مذکورہ تحریک نے 3.25 ملین دستخط یکجا کیے جو ایک چھوٹے ملک کے لیے بہت بڑی تعداد تھی۔ تاہم پہلی جنگ عظیم کے بعد بھی 1918 میں 21 سال سے زائد عمر کے سبھی مردوں، 30 سال سے زائد عمر کی شادی شدہ خواتین، گھر کی ملکیت رکھنے والی خواتین گریجویٹ عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملا۔ خواتین کے لیے حق رائے دہی طلب کرنے والی تحریک کی حامی خواتین (Suffragettes) (خواتین کارکن) نے سبھی بالغ خواتین کے لیے حق رائے دہی کا معاملہ اٹھایا تو ان کی سخت مخالفت ہوئی اور اس تحریک کو پرُتشدد طور پر کچل دیا گیا۔

سرگرمی 8.1

اپنی زندگی کا موازنہ پنی دادی / نانی کی زندگی سے کیجیے یہ آپ کی زندگی سے کس طرح مختلف ہے؟ آپ کی زندگی میں ایسے کون سے حقوق ہیں جنھیں آپ آسانی سے قبول کرتے ہیں اور جو انھیں حاصل نہیں تھے۔ بحث کریں۔ ■

ہم اکثر یہ مان لیتے ہیں کہ جن حقوق کا ہم استعمال کرتے ہیں وہ یوں ہی حاصل ہو گئے۔ ماضی کی ان جدوجہد کو یاد کرنا اہم ہے جن سے حقوق کی بازیابی ممکن ہوئی۔ آپ نے 19 ویں صدی کی سماجی واصلاحی تحریکوں، ذات اور جنسی امتیاز کے خلاف جدوجہد اور ہندوستان کی قومی تحریک جس سے 1947 میں نوآبادیاتی حکمرانی سے ہمیں آزادی ملی، کے بارے میں پڑھا ہے۔ آپ دنیا بھر کی کئی قوم پرست تحریکوں سے بھی واقف ہیں جن سے ایشیا، افریقہ اور امریکا میں نوآبادیاتی حکمرانی سے آزادی ملی۔ پوری دنیا میں سماجی

تحریکوں نے سیاہ فام لوگوں کے مساوی حقوق کے لیے ریاست ہائے متحدہ امریکا میں 1950 اور 1960 کی دہائی میں شروع کی شہری حقوق تحریک اور جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کے خلاف جدوجہد نے دنیا کو بنیادی طور پر بدل دیا ہے۔ سماجی تحریک نے نہ صرف معاشرے کو بدلتی ہے بلکہ دیگر سماجی تحریکوں کو ترغیب بھی دیتی ہے۔ سماجی تبدیلی لانے میں ہندوستانی آئین کے کردار کی کہانی جو ہم باب 3 میں پڑھ چکے ہیں یہی اشارہ دیتی ہے۔

سرگرمی 8.2

سماجی تحریکوں سے سماج کس طرح بدلتا ہے اور کیسے ایک سماجی تحریک دیگر تحریکوں کی بنیاد بنتی ہے، اس کی کسی مثال کے بارے میں سوچنے کی کوشش کیجیے۔ ■

8.1 سماجی تحریک کی خصوصیات
(FEATURES OF A SOCIAL MOVEMENT)

جب بس ایک بچے کو کچل دیتی ہے تو لوگ بس کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اس کے ڈرائیور پر حملے کرتے ہیں۔ یہ احتجاج کا جدا واقعہ ہے۔ یہ بھڑک اٹھتا ہے تو پھر ٹھنڈا بھی پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ سماجی تحریک ہیں۔ سماجی تحریک میں ایک طویل عرصے تک مستقل اجتماعی سرگرمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی سرگرمیاں عام طور پر ریاست کے خلاف ہوتی ہیں اور ریاست کی پالیسی اور عمل میں تبدیلی کا تقاضہ کرتی ہیں۔ خود بخود پیدا ہونے والے اور غیر منظم احتجاج کو سماجی تحریک نہیں کہا جا سکتا۔ اجتماعی سرگرمیوں میں کچھ حد تک تنظیم کا ہونا ضروری ہے۔ اس تنظیم میں قیادت اور ساخت ہوتی ہے جس میں ممبروں کے باہمی تعلق، فیصلہ سازی اور ان کی تعمیل کی توضیح ہوتی ہے۔ سماجی تحریک ایک عمومی رخ یا کسی تبدیلی کو لانے (یا روکنے) کا طریقہ ہوتا ہے۔ یہ توضیحی خصوصیات قائم نہیں رہتیں بلکہ یہ سماجی تحریک کے دوران بدل سکتی ہیں۔

سماجی تحریکیں اکثر عوامی مسائل کے معاملے میں تبدیلی لانے کے مقصد سے ابھرتی ہیں، جیسے قبائلی لوگوں کے جنگلات کے استعمال سے متعلق حقوق یا بے دخل لوگوں کی آبادکاری اور تلافی کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے۔ ایسے ہی دیگر امور کے بارے میں سوچیے جنھیں سماجی تحریکوں نے ماضی اور حال میں اٹھایا ہو جب کہ سماج میں تبدیلی لانا چاہتی ہیں۔ کبھی کبھی صورتحال سابقہ حالت میں برقرار رکھتے ہوئے جوابی تحریکیں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً جب راجہ رام موہن رائے نے ستی کی مخالفت کی اور برہم سماج قائم کیا تو ستی رسم کے دفاع میں دھرم سبھا قائم کی گئی جس نے انگریزوں کو ستی مخالف قانون نہ بنانے کے عرضداشت پیش کی۔ جب مصلحین نے عورتوں کے لیے تعلیم کا مطالبہ کیا کی تو بہت سے لوگوں نے یہ کہہ کر مخالفت کی کہ یہ سماج کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔ جب نچلی ذات کے بچوں نے اسکولوں میں نام لکھوایا تو کچھ نام نہاد اونچی ذات کے بچوں کو ان کے خاندانوں کے ذریعہ اسکول سے نکال دیا گیا۔ کسان تحریکوں کو بھی اکثر ظالمانہ طریقے سے دبایا گیا۔ حال ہی میں ہمارے ملک کے کئی خارج گروہوں جیسے دلتوں کی سماجی تحریکوں سے ان کے خلاف بدلے کی کارروائی ابھر کر سامنے آئی۔ اسی طرح تعلیمی اداروں میں ریزرویشن دینے کی تجاویز سے ان کی حریف تحریکوں کی بنیاد پڑی۔ سماجی تحریک آسانی سے معاشرہ کو نہیں بدل سکتی۔ چونکہ یہ مفادات اور قدروں کے خلاف ہوتی ہے اس لیے ان کی مخالفت عین فطری ہے اس میں کچھ عرصے کے بعد تبدیلی بھی واقع ہوتی ہے۔

© NCERT not to be republished

سرگرمی 8.3

مختلف سماجی تحریکوں کی ایک فہرست بنائیے جن کے بارے میں آپ نے سنا یا پڑھا ہے۔ وہ کیا تبدیلی لانا چاہتے؟ وہ کن تبدیلیوں کو روکنا چاہتے تھے؟

جہاں احتجاج اجتماعی سرگرمی کی سب سے زیادہ دکھائی دینے والی شکل ہے، وہیں سماجی تحریک یکساں طور پر دیگر طریقوں سے بھی عمل کرتی ہے۔ سماجی تحریک کے کارکنان کوان سے متعلق امداد پر لوگوں کو تیار کرنے کے لیے میٹنگ کرنی پڑتی ہے۔ ایسی سرگرمیاں باہمی غوروفکر میں مددگار ہوتی ہیں اور اجتماعی ایجنڈوں کو آگے بڑھانے میں اتفاق کا باعث بنتی ہیں یارائے عامہ کو بیدار کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے لوگوں کو تیار کرتی ہیں یہ سماجی تحریکیں مہم کا خاکہ بھی بناتی ہیں جس میں حکومت پر دباؤ بنانے والے میڈیا اور رائے عامہ تیار کرنے والے دیگر اہم لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ باب 3 میں اس سلسلے پر کی گئی بحث کو یاد کیجیے۔ سماجی تحریک مخالفت کے مختلف ذرائع کو بھی فروغ دیتی ہے۔ جیسے موم بتی یا مشعل جلوس، سیاہ کپڑوں کا استعمال، نکڑ ناٹک، گیت، نظم وغیرہ، گاندھی جی نے آزادی کی تحریک میں اہنسا، ستیاگرہ اور چرخے کے استعمال جیسے نئے طریقوں کو اپنایا۔ احتجاج کے نئے طریقوں جیسے کہ دھرنا اور نمک کی پیداوار نوآبادیاتی بندش کی خلاف ورزی کو یاد کریں۔

باکس 8.2

ستیاگرہ کی ایک جھلک

ہندوستان کی قومی تحریک کے دوران غیر ملکی اقتدار اور پونجی کی وابستگی سماجی احتجاج کا مرکزی نقطہ تھا۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں کپاس اگانے والوں اور بنکروں کے ذریعہ معاش جو مل میں تیار کپڑوں کی حکومتی تائید کی پالیسی سے ختم ہو گیا تھا، کی حمایت میں ہاتھ سے کاتا گیا اور بنا ہوا کپڑا کھادی زیب تن کیا۔ نمک بنانے کے لیے تاریخ ساز ڈانڈی مارچ انگریزوں کی ٹیکس کاری پالیسیوں جس میں صَرفہ کی بنیادی اشیا کے صارفین پر سامراج کو فائدہ پہنچانے کے لیے بار ڈالا گیا تھا، کے خلاف ایک احتجاج تھا۔ گاندھی جی نے روزانہ کی عوامی صَرفہ کی چیزوں جیسے کپڑا اور نمک کو منتخب اور انھیں احتجاج کی علامت بنا دیا۔

گاندھی جی نمک کا قانون توڑتے ہوئے، 1930

گاندھی جی نے سول نافرمانی کے ایک جرم کے طور پر اپنا احتجاج ظاہر کرتے ہوئے عورتیں نمک کی کڑاہی میں کھارا پانی ڈالتے ہوئے دکھائی دے رہی ہیں۔

نہرو میموریل میوزیم اور لائبریری، نئی دہلی کے شکریہ کے ساتھ یہ فوٹو گراف حاصل کیا گیا۔

© NCERT not to be republished

باکس 8.3

ویمل داداصاحب مورے (1970)

پاردھی کمیونٹی میں پیدا ہوئے انکش کالے کی ایک میٹنگ میں تقریر

پاردھی بہت ماہر شکاری ہوتے ہیں پھر بھی سماج ہمیں صرف مجرموں کے طور پر پہچانتا ہے۔ ہماری کمیونٹی کو چوری کے الزام میں پولیس کا ظلم برداشت کرنا پڑتا ہے۔ گاؤں میں جب بھی کوئی چوری ہوتی ہے ہمیں ہی حراست میں لیا جاتا ہے۔ پولیس ہماری عورتوں کا استحصال کرتی ہے اور ہمیں ان کی بے عزتی دیکھنی پڑتی ہے۔ سماج ہمیں دور رکھنا چاہتا ہے کیونکہ ہمیں چور کہا جاتا ہے، لیکن کیا کبھی لوگوں نے ہمارے بارے میں سوچا ہے؟ ہماری قوم کے لوگ چوری کیوں کرتے ہیں؟ یہی وہ سماج ہے جس نے ہمیں چور بننے پر مجبور کیا۔ وہ کبھی ہمیں کام پر نہیں رکھتے کیونکہ ہم پاردھی ہیں۔

ماخذ: شرمیلا ریگے، رائٹنگ کاسٹ/رائٹنگ جینڈر نریٹنگ دلت ویمنس ٹیسٹی موئنیز (زبان/ کالی، نئی دہلی 2006)

باکس 8.3 کے لیے مشق

اس بیان کو پڑھیے۔ ایک نئی باہمی غور وفکر کس طرح فروغ پا رہی ہے؟ غالب سماج کے ادراک پر کس طرح سوال اٹھائے جا رہے ہیں؟

© NCERT not to be republished

سماجی تبدیلی اور سماجی تحریکوں میں فرق (DISTINGUISHING SOCIAL CHANGE AND SOCIAL MOVEMENTS)

سماجی تبدیلی اور سماجی تحریکوں میں فرق کرنا اہم نکتہ ہے۔ سماجی تبدیلی مسلسل آگے بڑھتی رہتی ہے۔ اس کی وسیع تاریخی عمل کاری بے شمار افراد اور اجتماعی سرگرمیوں کا نتیجہ ہوتی ہے جب کہ سماجی تحریکیں کسی مخصوص مقصد کی سمت میں ہوتی ہیں۔ اس میں طویل و مسلسل سماجی کوششیں اور عوامی سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔ باب 2 میں ہماری بحث کی بنیاد پر ہم سنسکرتیا نے اور مغربیا نے کو سماجی تبدیلی کے طور پر اور 19 ویں صدی کے سماجی مصلحین کے ذریعہ سماج میں تبدیلی کی کوششوں کو سماجی تحریک کے حوالے سے دیکھ سکتے ہیں۔

8.2 سماجیات اور سماجی تحریکیں (SOCIOLOGY AND SOCIAL MOVEMENTS)

سماجی تحریکوں کا مطالعہ سماجیات کے لیے کیوں اہم ہے؟ (WHY THE STUDY OF SOCIAL MOVEMENTS IS IMPORTANT FOR SOCIOLOGY?)

ابتدا سے ہی سماجیات کے مضمون میں سماجی تحریکوں میں دلچسپی لی جاتی رہی ہے۔ فرانسیسی انقلاب شہنشاہیت کو اکھاڑ پھینکنے اور آزادی، مساوات اور اخوت قائم کرنے کے مقصد سے چلائی گئی متعدد سماجی تحریکوں کا ایک پُرتشدد نتیجہ تھا۔ برطانیہ میں صنعتی انقلاب کے دوران بہت سے سماجی نشیب وفراز آئے۔ گیارھویں جماعت کی این سی ای آر ٹی کی کتاب 1 میں مغرب میں سماجیات کے ابھرنے پر ہماری بحث کو یاد کریں۔ گاؤں سے شہروں میں کام کی تلاش میں آنے والے غریب مزدوروں اور کاریگروں نے ان غیر انسانی صورتحال والی زندگی کی مخالفت کی جن میں رہنے کے لیے انھیں مجبور کیا جاتا تھا۔ انگلینڈ میں غذا سے متعلق ہنگاموں کو اکثر حکومت نے کچل دیا۔

طبقہ اشراف کے ذریعہ ہونے والے ان احتجاج کو قائم نظام کے لیے زبردست چیلنج کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ سماجی نظام کو بنائے رکھنے کے لیے ان کی فکر ماہر سماجیات ایمل درخائم کی تحریروں میں ظاہر ہوئی تھی۔ درخائم نے سماج میں مذہبی زندگی کی اشکال اور حتی کہ خودکشی وغیرہ سے متعلق اپنی فکر کی عکاسی کی کہ کیسے سماج ساخت سماجی یکجہتی کو ممکن بناتی ہے۔ ایسی تحریکوں کو اس وقت بدنظمی پھیلانے والی قوتوں کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔

کارل مارکس کے خیالات سے متاثر دانشوروں نے اجتماعی پرتشدد سرگرمی کا ایک مختلف نظریہ پیش کیا۔ ای۔ پی۔ تھامس جیسے مورخین نے دکھایا کہ مجمع اور ہجوم کی تشکیل سماج کو برباد کرنے کے لیے انتشار پرست غنڈوں کے ذریعہ نہیں کی جاتی بلکہ اس میں اخلاقی معیشت بھی ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان میں یہ کہا جاسکتا ہے ان کی سرگرمیوں کے بارے میں صحیح اور غلط کی باہمی فکر ہوتی ہے۔ ان کی تحقیق نے دکھایا کہ شہری علاقوں میں غریبوں کے پاس احتجاج کی مناسب وجہ ہوتی ہے۔ وہ اکثر عوامی احتجاج کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ ان کے پاس محرومی کے خلاف اپنے غصے اور ناراضگی کو ظاہر کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہوتا۔

سماجی تحریکوں کے نظریات (THEORIES OF SOCIAL MOVEMENTS)

نسبتی محرومی کے نظریے کے مطابق سماجی تصادم اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک سماجی گروپ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے قرب وجوار کے دیگر لوگوں کے مقابلے میں خستہ خراب حالت میں ہے۔ ایسا تصادم یا کشاکش کامیاب اجتماعی مخالفت کے نتیجے میں برآمد ہوسکتا ہے۔ سماجی تحریکوں کو اشتعال دلانے میں نفسیاتی عوامل جیسے غیض وغضب کا ہاتھ زیادہ ہوتا ہے۔ حالانکہ محرومی کا احساس ہے کہ اجتماعی سرگرمی کے لیے جہاں لوگ نسبتی محرومی کا احساس کرتے ہیں وہیں سماجی تحریکوں میں نہیں بدلتے۔ کیا آپ ایسی کسی مثال کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جہاں لوگ محرومی کا احساس کرتے ہیں لیکن اپنی شکایتوں کو مٹانے کے لیے کسی سماجی تحریک کو نہ تو شروع کرتے ہیں اور نہ ہی اس میں شامل ہوتے ہیں۔

اجتماعی سرگرمی کو منظم کرنے اور اسے مسلسل حرکت پذیر رکھنے کے لیے شکایات پر بحث اور تجزیہ ضروری ہے جن سے ایک اور حکمت عملی پر پہنچا جاسکے۔ یعنی نسبتی محرومی اور اجتماعی سرگرمی کے درمیان کوئی خودکار رشتہ نہیں ہے بلکہ دوسرے عوامل جیسے قیادت اور تنظیم بھی یکساں طور پر اہم ہے۔

سرگرمی 8.4

کسی سماجی تحریک کے بارے میں سوچیے۔ آپ ہندوستان کی تحریک آزادی، کسی قبائلی تحریک، کسی نسل مخالف تحریک کا معاملہ لے سکتے ہیں اور اس پر بحث کرسکتے ہیں۔ کیا لوگ ان میں نفع نقصان کے بارے میں سوچ کر شامل ہوئے یا انفرادی حصوں کے بارے میں عقلی شمار کرتے ہیں۔

مانکر اولسن کی کتاب 'دی لاجک اینڈ کلیکٹیو ایکشن' میں دلیل دی گئی ہے کہ سماجی تحریک ذاتی مفاد چاہنے والے عقلی انفرادی کرداروں کا ایک مجموعہ ہے۔ ایک فرد کسی سماجی تحریک میں اسی وقت شامل ہوگا جب وہ اس سے کچھ حاصل کرسکے۔ وہ اسی وقت حصہ لے گا جب دشواریاں کم اور فائدہ زیادہ ہو۔ اولسن کا نظریہ زیادہ عقلی، زیادہ سے زیادہ افادیت پیدا کرنے والے فرد کے تصور پر مبنی ہے۔ کیا آپ سوچتے ہیں کہ لوگ کوئی کام کرنے سے پہلے انفرادی لاگت یا فائدے کا شمار کرتے ہیں؟

2019-20

میکارتھی اور زیلڈ کے ذریعہ پیش کیے گئے وسائل کی حرکت پذیری کے نظریے کو اولسن کے اس مفروضے کے ذریعہ رد کر دیا گیا کہ سماجی تحریک ذاتی فائدہ چاہنے والے افراد سے وضع ہوتی ہے۔ اس کے بجائے ان کی دلیل تھی کہ سماجی تحریکوں کی کامیابی وسائل یا مختلف قسم کے ذریعے کو متحرک کرنے کی اہلیت پر منحصر ہوتی ہے اگر ایک تحریک قیادت، تنظیمی صلاحیت اور ترسیلی سہولیات جیسے وسائل کو جمع کر سکتی ہے۔ ناقد یہ دلیل دیتے ہیں کہ سماجی تحریک دستیاب وسائل کے ذریعہ محدود نہیں ہوتی۔ یہ نئی علامات اور شناخت جیسے وسائل تخلیق کر سکتی ہے جیسا کہ غریبوں کی تحریکوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وسائل کی کمی مجبوری نہیں ہوتی ابتدائی محدود مادی وسائل اور تنظیمی بنیاد کے ساتھ بھی ایک تحریک جدوجہد کے ذریعہ وسائل پیدا کر سکتی ہے۔ ماضی اور حالیہ زمانے میں ایسی مثالوں کے بارے میں سوچیے۔

سماجی کشاکش سے خود بخود اجتماعی عمل نہیں پیدا ہو جاتا۔ ایسے عمل کے واقع ہونے کے لیے کسی گروپ کو شعوری طور پر سوچنا یا خود کو ستائے گئے افراد کے طور پر شناخت کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے ایک تنظیم، قیادت اور ایک واضح نظریہ ہونا چاہیے۔ تاہم، اکثر سماجی احتجاج ان خطوط پر عمل نہیں کرتے۔ لوگوں کا یہ واضح نظریہ ہو سکتا ہے کہ ان کا استحصال کس طرح کیا جاتا ہے لیکن وہ اکثر اس کو واضح سیاسی حرکت پذیری اور مخالفت کے ذریعہ چیلنج کے اہل نہیں ہوتے۔ اپنی کتاب، 'ویپنس آف دی ویک' میں جیمس اسکاٹ نے ملیشیا کے کسانوں اور مزدوروں کی زندگی کا تجزیہ کیا ہے۔ ناانصافی کے خلاف احتجاج نے دانستہ آہستہ آہستہ کام کرنے جیسے معمولی طریقوں کی شکل اختیار کر لی۔ اس طرح کے کاموں کو مزاحمت کے زور کے عمل کے طور پر معین کیا جا سکتا ہے۔

باکس 8.4

جنوبی ایشیا میں غریب عورتوں پر کیے گئے سروے میں دکھایا گیا ہے کہ انھیں اپنی بچت میں سے کچھ رقم اپنے شوہروں کو شراب نوشی کے لیے دینے پر مجبور ہونا پڑتا تھا تب انھوں نے دو جگہوں پر رقم محفوظ کرنے کا ایک طریقہ نکال لیا۔ جب انھیں اپنی محنت سے بچائی گئی رقم کو دینے کے لیے مجبور ہونا پڑتا تھا تو وہ اسے خفیہ جگہوں میں سے نکال لیتی تھیں اور اسی طرح دوسری جگہ رقم کو بچا لیتی تھیں۔

باکس 8.4 کے لیے مشق

کیا یہ ایک مزاحمتی عمل ہے یا بقا کی حکمت عملی یعنی سامنا کرنے کی میکانیت، بحث کریں۔

8.3 سماجی تحریکوں کی اقسام (TYPES OF SOCIAL MOVEMENTS)

درجہ بندی کا ایک طریقہ: اصلاحی، نجات پانے کا، انقلابی (ONE WAY OF CLASSIFYING: REFORMIST, REDEMPTIVE, REVOLUTIONARY)

سماجی تحریکیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ انھیں اس طرح درجہ بند کیا جا سکتا ہے: (i) نجات پانے یا مکمل تبدیلی سے متعلق (ii) اصلاحی (iii) انقلابی۔ نجات پانے یا تبدیلی سے متعلق سماجی تحریک کا مقصد اپنے انفرادی ممبروں کے ذاتی شعور اور سرگرمیوں میں تبدیلی لانا ہوتا ہے۔ مثال کے لیے کیرل کی ازہاوا کمیونٹی کے لوگوں نے نارائن گرو کی قیادت میں اپنے سماجی رواجوں میں تبدیلی پیدا کی۔ اصلاحی و

سماجی تحریک میں موجودہ سماجی اور سیاسی نظام کو آہستہ آہستہ بتدریج اقدامات کے ذریعہ بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ 1960 کی دہائی میں ہندوستان کی ریاستوں کو زبان کی بنیادی پر تشکیل نو یا حالیہ اطلاع پانے کے حق کی مہم اصلاحی تحریکوں کی مثالیں ہیں۔ انقلابی سماجی تحریک میں سماجی رشتوں میں بنیادی کایاپلٹ کی کوشش کی جاتی ہے۔ اکثر ایسا ریاست کے اقتدار پر قبضہ کر کے کیا جاتا ہے۔ روس کا جوشیوک انقلاب جس میں زار کو بے دخل کر کے کمیونسٹ ریاست کی تخلیق کی گئی اور ہندوستان میں نکسلی تحریک جو ظالم زمین مالکوں اور ریاستی عہدیداروں کو ہٹانا چاہتے ہیں، کو انقلابی تحریکوں کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

جب آپ سماجی تحریک کو اس وضع کی بنیاد پر درجہ بندی کرنے کی کوشش کریں گے تو پتہ چلے گا کہ بہت سی تحریکوں میں تبدیلی سے متعلق اصلاحی اور انقلابی عناصر شامل ہوتے ہیں یا سماجی تحریک کا رخ وقت کے ساتھ اسی طرح بدل سکتا ہے کہ بطور مثال شروع میں انقلابی مقاصد پر مبنی تحریک اور بعد از اں اصلاحی بن جائے۔ ایک تحریک عوامی حرکت پذیری اجتماعی احتجاج کی حالت سے شروع ہو کر زیادہ اداراتی بن جائے او مر 2004 ماہرین سماجیات جو سماجی تحریکوں کے دور حیات کا مطالعہ کرتے ہیں اسے سماجی تحریک کی تنظیموں کی جانب حرکت مانتے ہیں۔

سرگرمی 8.5

درج ذیل سماجی تحریکوں کے بارے میں پتہ لگائیں

- تلنگانہ جدوجہد
- تیبھا گا تحریک
- سوادھیائے پریوار تحریک
- سنتھال ہول
- برسامنڈا کے ذریعہ چلایا گیا اول گلان
- جہیز کے لیے ہونے والی اموات کے خلاف مہم
- دلتوں کو مندر میں داخلے کی اجازت دینے کی تحریک
- اتراکھنڈ اور جھارکھنڈ کو الگ ریاست کا درجہ دلانے کی تحریک
- بنگال، مہاراشٹر اور دیگر ریاستوں میں بیواؤں کی دوبارہ شادی کے حق کی تحریک
- کوئی دیگر سماجی تحریک جس کے بارے میں آپ نے پڑھا ہے۔

کیا آپ درج بالا دیے گیے زمروں کی اصطلاح میں ان سماجی تحریکوں کی درجہ بندی کر سکتے ہیں؟

سماجی تحریک کو کس طرح سمجھا اور درجہ بند کیا جاسکتا ہے یہ ہمیشہ ایک توضیح کا مسئلہ رہا ہے۔ یہ ہر طبقے کے لیے مختلف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر 1857 میں جو برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں کے لیے غدر یا بغاوت تھی ہندوستانی قوم پرستوں کے لیے آزادی کی پہلی جنگ تھی۔ غدر ایک جائز اقتدار یعنی برطانوی حکومت کے خلاف سرکشی تھی۔ آزادی کے لیے جدوجہد برطانوی حکومت کے جواز کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوگ کیسے سماجی تحریکوں کے لیے مختلف معنی ادا کرتے ہیں۔

درجہ بندی کی ایک اور قسم: پرانی اور نئی

(ANOTHER WAY OF CLASSIFYING: OLD AND NEW)

20ویں صدی کے بیشتر حصے میں سماجی تحریکیں طبقے پر مبنی تھیں جیسے طبقہ مزدور تحریکیں، کسان تحریکیں یا نوآبادیاتی مخالف تحریک۔ نوآبادیاتی مخالف تحریکوں نے سبھی لوگوں کو قومی جدوجہد آزادی میں متحد کیا، طبقے پر مبنی تحریکوں نے مزدور طبقات اور کسانوں کو ان کے حقوق کی لڑائی کے دوران اتحاد پیدا کیا۔

اس طرح گذشتہ صدی کے سب سے زیادہ دور رس سماجی تحریکیں طبقے پر مبنی تھیں پھر یا قومی جدوجہد آزادی پر مبنی۔ آپ نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں یورپ کے مزدوروں کی تحریکوں کے بارے میں پڑھا ہے جس سے بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک ابھر کر سامنے آئی۔ اس کے علاوہ ساری دنیا میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ ریاستوں کی تشکیل ہوئی جن میں سویت یونین، چین اور کیوبا خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔ ان تحریکوں سے سرمایہ داریت میں بھی اصلاح پیدا ہوئی۔ مغربی یورپ کے سرمایہ دار مالکوں میں مزدوروں کے حقوق کا تحفظ اور ہمہ گیر تعلیمی، صحت کی نگہداشت اور سماجی تحفظ فراہم کرنے والی فلاحی ریاستوں کا قیام اشتراکی اور سماجی تحریکوں کے ذریعہ پیدا کیے گئے سیاسی دباؤ کے سبب ممکن ہوا۔ استعماریت کے خلاف تحریک بھی سرمایہ داری عام طور پر سامراجیت کے اشکال کے ذریعہ ایک دوسرے سے وابستہ ہے اسی لیے سماجی تحریکوں نے استحصال کی ان دونوں اقسام کو یکساں ہدف بنایا یعنی قومی تحریکوں نے غیر ملکی قوت کے ذریعہ کی جانے والی حکمرانی کے ساتھ ہی غیر ملکی پونجی کے غلبے کے خلاف انھیں متحرک کیا۔

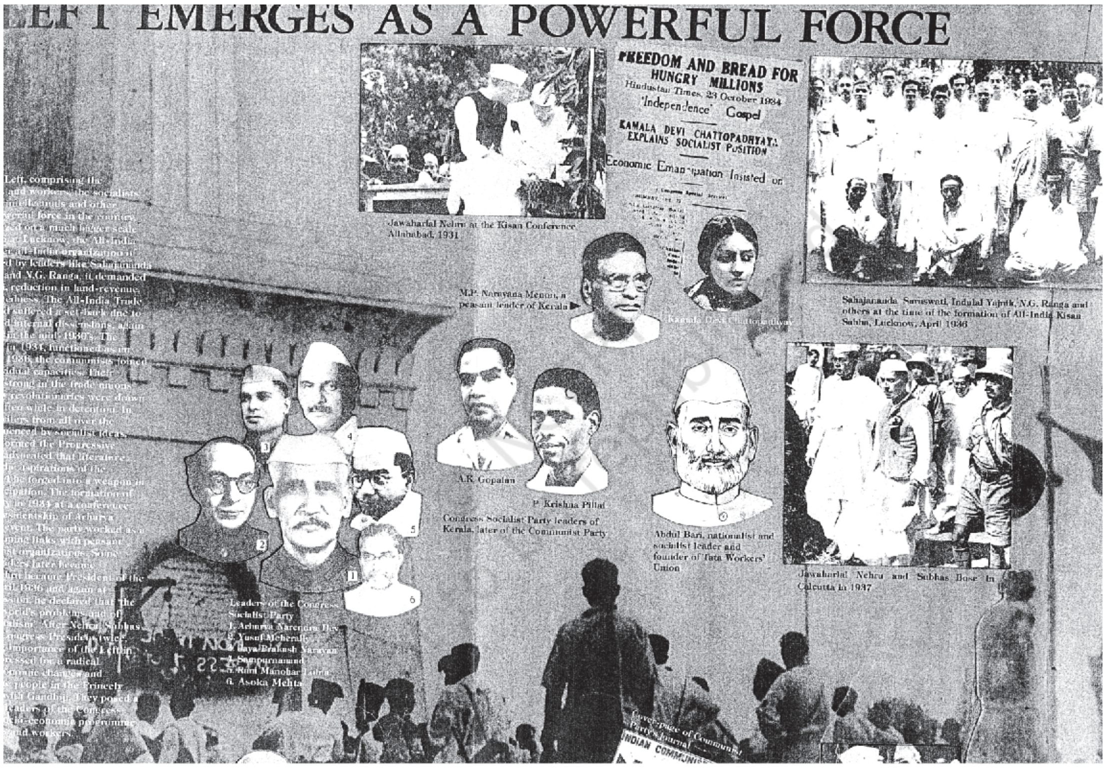

دوسری جنگ عظیم کے بعد کی دہائی میں قومی تحریکوں کے نتیجے میں ہندوستان، مصر، انڈونیشیا اور دیگر بہت سے ملکوں میں سامراج کے خاتمے اور نئی قومی ریاستوں کی تشکیل ہوئی۔ تب سے 1960 اور 1970 کی دہائی کے آغاز تک سماجی تحریکوں کی ایک نئی لہر چلی۔ یہ وہ وقت تھا جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی قیادت میں افواج ویتنام میں سابق فرانسیسی نوآبادی میں کمیونسٹ گوریلاؤں کے خلاف ایک خونی جنگ میں شامل تھیں۔ یورپ پیرس کے طلبا کی سرگرمی تحریک کا مرکز تھا جو جنگ کے خلاف ہڑتالوں کے سلسلے میں ورکر پارٹیوں میں شامل ہو گئے۔ اٹلانٹک کے دوسری طرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سماجی احتجاج امنڈ رہا تھا۔ مارٹن لوتھر کنگ کے ذریعہ چلائی گئی تحریک کے بعد میلکم X (Malcolm X) کے ذریعہ سیاہ فام قوت تحریک چلائی گئی۔ جنگ مخالف تحریک میں لاکھوں طلبا نے حصہ لیا جنھیں حکومت کے ذریعہ لازمی طور پر بھرتی کر کے ویتنام میں لڑنے کے لیے بھیجا جا رہا تھا۔ خواتین کی تحریک اور ماحولیاتی تحریک کو بھی سماجی ہلچل کے اس دور میں کافی تقویت ملی۔

ان نام نہاد نئی سماجی تحریکوں کے ممبروں کو ایک طبقے اور یہاں تک کہ ایک قوم سے تعلق رکھنے والوں کے طور پر درجہ بند کرنا مشکل تھا۔ مشترکہ طبقاتی شناخت کے بجائے شرکا نے محسوس کیا کہ ان کی مشترکہ شناخت طلبا، خواتین، سیاہ فام یا ماحولیات پرست کے طور پر ہو۔ قدیم سماجی تحریک جو اکثر طبقاتی امور جیسے مزدور یونین یا کاشت کار تحریکوں پر مبنی تھیں کس طرح ماحول یا خواتین یا قبائلی تحریکوں جیسی نئی سماجی تحریکوں سے مختلف ہیں؟

آپ باب 5 میں بیان کیے گئے مزدور یونین تحریکوں اور مزدوروں کی جدوجہد کی کئی مثالوں سے پہلے سے واقف ہیں۔

نئی سماجی تحریکوں کا قدیم تحریکوں سے امتیاز (DISTINGUISHING THE NEW SOCIAL MOVEMENT FROM THE OLD SOCIAL MOVEMENTS)

ہم نے پہلے بھی دیکھا ہے کہ تاریخی سیاق وسباق مختلف تھے۔ یہ وہ دور تھا جب قوم پرست تحریکیں نوآبادیاتی قوتوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھیں اور سرمایہ دار مغرب میں مزدور تحریکیں بہتر تنخواہیں، بہتر حالات زندگی، سماجی تحفظ، مفت اسکولی تعلیم اور صحت کی سلامتی کے لیے ریاست کے ساتھ زور آزمائی کر رہی تھیں۔ ایسے میں جب سماجی تحریک نئی قسم کی ریاستوں اور سماجوں کا قیام کر رہی تھی۔ پرانی سماجی تحریکوں نے واضح طورپر طاقتی رشتوں کی تنظیم نو کو بنیادی مقصد کے طورپر دیکھا۔

قدیم سماجی تحریکیں سیاسی پارٹیوں کے ڈھانچے میں کام کرتی تھیں۔ انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستانی قومی تحریک کی اور چین کی کمیونسٹ پارٹی نے چینی انقلاب کی قیادت کی۔ آج چند حضرات مانتے ہیں کہ مزدور یونینوں اور مزدوروں کی پارٹیوں کے ذریعہ چلائی گئی طبقے پر مبنی سیاسی کارروائی روبہ زوال ہے جبکہ دوسرے لوگ دلیل دیتے ہیں کہ خوشحال مغرب میں فلاحی ریاست کے سبب طبقے کی بنیاد پر کیا جانے والا استحصال اور عدم مساوات جیسے امور بنیادی فکر کے موضوع نہیں رہے۔ لہذا نئی سماجی تحریک سماج میں اقتدار کی تقسیم کو بدلنے کے بارے میں نہ ہو کر زندگی کے معیار کے بارے میں تھی جس میں صاف ستھرا ماحول ہو۔

پرانی سماجی تحریکوں میں سیاسی پارٹیوں کا کردار اہم تھا۔ ماہر سیاسیات رجنی کوٹھاری ہندوستان میں 1970 کے دہے میں سماجی تحریکوں کی کثرت کو لوگوں کی پارلیمانی جمہوریت سے بڑھتی ہوئی بے اطمینانی کو مانتے تھے۔ کوٹھاری کی دلیل ہے کہ ریاست کے اداروں پر مختار طبقے کا اختیار ہو گیا ہے۔ اس کے سبب سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ انتخابی نمائندگی غریبوں کو اپنی آواز پہنچانے کا مؤثر طریقہ نہیں رہا۔ رسمی سیاسی نظام سے آزاد لوگ سماجی تحریکوں یا غیر سیاسی تنظیموں میں شامل ہو گئے تاکہ وہ ریاست پر باہر سے دباؤ ڈال سکیں۔ آج یہ شہری سماجی تحریکوں اور نئی غیر سرکاری تنظیموں، خواتین گروہوں، ماحول پرست گروہوں اور قبائلی تحریک کاروں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

جب آپ ہندوستان میں سماجی تبدیلی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں پڑھتے تو اس بات سے ضرور متاثر ہوتے ہیں کہ گلوبلائزیشن صنعت، زراعت، ثقافت اور میڈیا کے میدان میں لوگوں کی زندگیوں کو نئی شکل عطا کر رہا ہے۔ اکثر فرمیں کثیر مملکتی ہوتی ہیں۔ اکثر ان پر قانونی اہتمام نافذ ہوتا ہے جو عالمی تجارتی تنظیم جیسی بین الاقوامی تنظیموں کے ضوابط کے ذریعہ متعین کیا جاتا ہے۔ ماحولیات اور صحت سے متعلق مسائل اور نیوکلیر جنگ کا خوف بھی نوعیت کے اعتبار سے عالمی ہوتا ہے۔ حالانکہ جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ پرانی اور نئی تحریکیں نئے اتحاد جیسے عالمی سماجی فورم جو گلوبلائزیشن کے خطرات کے مسائل اٹھاتے ہیں کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہیں۔

© NCERT not to be republished

کیا ہم قدیم وجدید سماجی تحریکوں کی تفریق کا اطلاق ہندوستانی سیاق وسباق میں کر سکتے ہیں؟

(CAN WE APPLY THE DISTINCTION BETWEEN OLD AND NEW SOCIAL MOVEMENTS IN THE INDIAN CONTEXT?)

ہندوستان میں عورتوں، کاشت کاروں، دلتوں، آدی واسیوں اور دیگر سبھی طرح کی سماجی تحریکیں واقع ہوئی ہیں۔ کیا ان تحریکوں کو جدید سماجی تحریک سمجھا جا سکتا ہے؟ گیل اوم ویٹ نے اپنی کتاب ''ری انونٹنگ ریولیشن'' میں دکھایا ہے کہ سماجی نابرابری اور وسائل کی غیر یکساں تقسیم کے بارے میں فکران تحریکوں میں بھی لازمی عنصر بنی ہوئی ہیں۔ کاشت کار تحریکوں نے اپنی پیداوار کے لیے بہتر قیمت اور زرعی امداد کے ہٹائے جانے کے خلاف لوگوں کو متحرک کیا ہے۔ دلت مزدوروں نے اجتماعی کوشش کر کے یہ یقینی بنایا ہے کہ اعلیٰ ذات کے زمین مالک اور مہاجن ان کا استحصال نہ کر پائیں۔ عورتوں کی تحریکوں نے جنسی تفریق کے امور پر کام کے مقامات اور خاندان کے اندر جیسے مختلف دائروں میں رہ کر کام کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ نئی سماجی تحریکیں معاشی عدم مساوات کے قدیم مسائل پر نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی بنیاد صرف طبقاتی طور پر منظّم ہے۔ شناخت کی سیاست، ثقافتی تشویش اور آرزوئیں سماجی تحریکوں کی تخلیق کے ضروری عناصر ہیں اور یہ اس طرح واقع ہوتی ہیں کہ ان میں طبقے پر مبنی عدم مساوات کی تلاش مشکل ہے۔ اکثر یہ سماجی تحریکیں طبقاتی سرحدوں سے الگ شرکا کو متحد کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر عورتوں کی تحریکوں میں شہری، متوسط طبقے کے حقوق نسواں کے حامی اور غریب کسان عورتیں سبھی شامل ہوتی ہیں۔ الگ ریاست کے درجے کا مطالبہ کرنے والی علاقائی تحریک افراد کے ایسے مختلف گروہوں کو اپنے ساتھ شامل کرتی جو متجانس طبقات کی شناخت نہیں رکھتے۔ سماجی تحریکوں میں سماجی عدم مساوات کے سوال دیگر اہم امور کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔

چپکو تحریک کے بعد گفتگو کے ذریعہ ہم لوگ اس کو واضح کریں گے۔

8.4 ماحولیاتی تحریکیں (ECOLOGICAL MOVEMENTS)

جدید دور کے زیادہ تر حصے میں سب سے زیادہ زور ترقی پر دیا گیا ہے۔ کئی دہائیوں سے قدرتی وسائل کے بے پناہ استعمال اور ترقی کے ایسے نمونے کی تخلیق میں، جس سے پہلے سے ہی کم ہونے والے قدرتی وسائل کے زیادہ استحصال کا مطالبہ بڑھ جاتا ہے، کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ ترقی کے اس نمونے کی اس لیے بھی تنقید ہوئی ہے، کہ اس میں یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس سے سبھی طبقوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح بڑے باندھ لوگوں کو ان کے گھروں اور ذریعۂ معاش سے الگ کر دیتے ہیں اور صنعت کسانوں کو ان کے گھروں اور ذریعۂ معاش سے محروم کر دیتی ہے۔ صنعتی آلودگی کے اثرات کی ایک الگ ہی کہانی ہے۔ یہاں ہم ماحولیاتی تحریک سے متعلق مختلف امور کو جاننے کے لیے اس کی صرف ایک مثال سامنے رکھتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

سرگرمی 8.6

اپنے علاقے میں ماحولیاتی آلودگی کی چند مثالوں کا پتہ لگائیے اور بحث کیجیے۔آپ اپنی دریافت کی ہوئی مثالوں کی پوسٹر نمائش بھی لگا سکتے ہیں۔

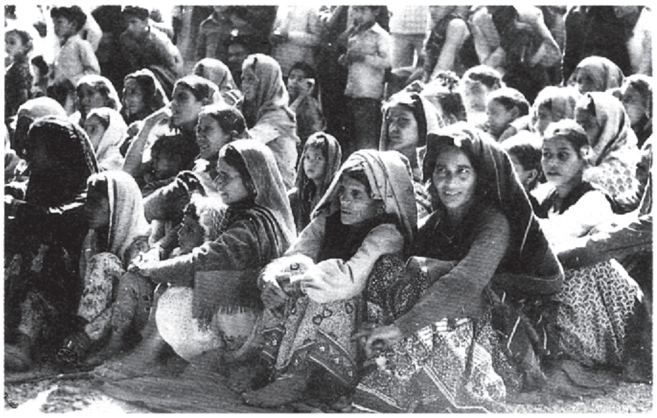

سکلانا میں عالمی یوم ماحولیات پر یکجا چپکو تحریک کار، 1986

بہترین مثال ہے۔رام چندر اگہا کی کتاب ''ان کوائٹ ووڈس'' کے مطابق گاؤں کے باشندے اپنے گاؤں کے قریب کے اوک (Oak) اور Rhododendron کے جنگلوں کو بچانے کے لیے ایک ساتھ آگے آئے۔سرکاری جنگل کے ٹھیکے دار درختوں کو کاٹنے آئے تو گاؤں والے بشمول خواتین آگے بڑھے اور کٹائی کو روکنے کے لیے درختوں سے چپک گئے۔گاؤں والوں کی زندگی کی گزر بسر کا مسئلہ سامنے تھا۔سبھی لوگ ایندھن کے لیے لکڑی، چارا اور دیگر روزمرہ کی ضرورتوں کے لیے جنگلوں پر منحصر تھے۔اس کشاکش نے غریب گاؤں والوں کی ذریعہ معاش کی ضرورتوں کو لکڑی فروخت کر کے آمدنی کمانے کی حکومت کی خواہش کے مقابل کھڑا کردیا۔گزر بسر کی معیشت منافع کی معیشت کے مقابل تھی۔سماجی نابرابری کے اس مسئلے (جس میں گاؤں والوں کے سامنے کمرشیل اور سرمایہ دارانہ مفادات کی نمائندگی کرنے والی حکومت تھی؟ کے ساتھ چپکو تحریک نے ماحولیاتی تحفظ کے نتیجے میں علاقے میں تباہ کن سیلاب اور زمینوں کا دھنسنا واقع ہوا۔گاؤں والوں کے لیے 'لال' اور 'ہرے' مسائل ایک دوسرے سے وابستہ تھے جب کہ ان کی بقا جنگلوں کے باقی رہنے پر منحصر تھی۔وہ جنگلوں کو سب کو فائدہ پہنچانے والی ماحولیاتی دولت کے طور پر بھی قدر کرتے تھے۔اس کے ساتھ چپکو تحریک نے دور دراز کے میدانی علاقوں میں واقع حکومت کے ہیڈ کوارٹر جواُن کی متعلقہ تشویش کے تئیں بے نیاز اور مخالف معلوم ہوتا تھا، کے خلاف پہاڑی گاؤں والوں کی ناراضگی کا بھی اظہار کیا۔اس طرح معیشت، ماحولیاتی اور سیاسی نمائندگی کی فکر بھی چپکو تحریک کی بنیاد تھی۔ماحول کی بہتری کے لیے درختوں کا ہونا ضروری ہے۔یکساں طور پر صاف ستھرا ماحول، صاف پانی اور اردگرد صفائی پر محیط ہوتا ہے اور یہ اہم بھی ہے۔ان تمام باتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے حکومت ہند نے حال ہی میں ''انٹیگریٹیڈ گنگا کنزرویشن مشن (Intergrated Ganga Conservation Mission) (نمامی گنگے، Namami Gange)'' اور ''سوچھ بھارت ابھیان'' کو شروع کیا۔یہ ایسے منصوبے ہیں جو ملک کے ماحول کو بہتر بنائیں گے اور توازن قائم کرنے کے عمل کو جاری رکھنے کی کوشش کریں گے۔

جنگلوں کی کٹائی پر بحث کرتے ہوئے لوگ، جونا گڈہ، ہماچل پردیش

باکس 8.5

چپکو تحریک

1970 کی غیر معمولی بارش میں تباہ کن سیلاب آیا جو ہماری یادداشت میں تازہ ہے۔ الک نندہ وادی میں پانی نے 100 مربع کلومیٹر زمین کو ڈبو دیا تھا، 6 دھاتی پلوں، 10 کلومیٹر کی موٹر سڑک، 24 بسوں اور دیگر بہت سی گاڑیوں کو بہا دیا، 366 گھر گئے اور 500 ایکڑ دھان کی کھڑی فصل برباد ہوگئی۔ انسانوں اور جانوروں کی کئی زندگیاں ختم ہوگئیں۔

..... 1970 کا سیلاب خطے کی ماحولیاتی تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ کی نشان دہی کرتا ہے۔ گاؤں والے جنھوں نے تباہی کی مار برداشت کی تھی، اب جنگلوں کی اندھادھند کٹائی، زمینوں کے کھسکنے اور سیلاب کے درمیان اب تک کے نازک رشتوں کو سمجھنے لگے تھے۔ یہ دیکھا گیا کہ وہ گاؤں جو زمین یا چٹان کے گرنے سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے براہ راست ان جنگلوں کے نیچے واقع تھے جہاں درختوں کی کٹائی کی گئی تھی۔

...... گاؤں والوں کا معاملہ چمولی ضلع میں واقع ایک کوآپریٹیو تنظیم وشوی گرام سوراج سنگھ (DGSS) نے اٹھایا۔

...... ان ابتدائی احتجاج کے باوجود حکومت نے نومبر میں جنگلوں کی سالانہ نیلامی کردی۔ دی جانے والی قطعہ زمین میں سے ایک رینی جنگل تھا۔

...... ٹھیکے دار کے آدمیوں نے، جو جوشی مٹھ سے رینی جارہے تھے، رینی سے پہلے ہی بس رکوائی۔ گاؤں کے باہر سے ہی وہ جنگل کی طرف جارہے تھے۔ ایک چھوٹی لڑکی، جس نے مزدوروں کو ان کے اوزاروں کے ساتھ دیکھا تھا، بھاگ کر گاؤں کی مہیلا منڈل کی سربراہ گوری دیوی کے پاس گئی۔ گوری دیوی نے تیزی کے ساتھ دیگر گھر والیوں کو اکٹھا کیا اور جنگل جا پہنچیں۔ جب انھوں نے مزدوروں سے کٹائی کا کام نہ شروع کرنے کی درخواست کی تو شروع میں انھیں گالیاں اور دھمکیاں ملیں۔ جب عورتوں نے جھکنے سے انکار کردیا تو ان آدمیوں کو آخرکار وہاں سے جانا پڑا۔

© NCERT not to be republished

باکس 8.5 کے لیے مشق

- کیا یہ طبقے پر مبنی عدم مساوات اور وسائل کی تقسیم کے پرانے معاملے کو اٹھانے والی سماجی تحریک ہے؟
- یا اس میں ماحولیاتی قائم پذیری اور لوگوں کے ثقافتی حقوق جیسے معاملوں کو اٹھایا جارہا ہے۔

باکس 8.6

ہمارے موجودہ اطلاعاتی دور میں پوری دنیا کی سماجی تحریکیں غیر سرکاری تنظیموں، مذہبی اور انسانیت پرست گروہوں، انسانی حقوق کی انجمنوں، صارف تحفظ کی وکالت کرنے والوں، ماحولیاتی تحریک کاروں اور مفاد عامہ کے لیے مہم جوئی کرنے والے دیگر لوگوں پر مشتمل ایک بڑے علاقائی اور بین الاقوامی نیٹ ورک میں یکجا ہونے کی اہل ہیں...... مثال کے طور پر سیٹل (seattle) میں عالمی تجارتی تنظیم کے خلاف ہونے والے زبردست مظاہرے کو جزوی طور پر انٹرنیٹ پر مبنی نیٹ ورک کے ذریعہ منظّم کیا گیا تھا۔

باکس 8.6 کے لیے مشق

درج بالا متن کو پڑھیں اور بحث کریں کہ کس طرح سماجی تحریکیں بھی عالم گیر ہو جاتی ہیں۔ ٹکنالوجی اس میں کس طرح مددگار ہوتی ہے؟ سماجی تحریکوں کے ذریعہ ادا کیے جانے والے کردار میں یہ کس طرح تبدیلی پیدا کرتی ہیں؟

8.5 طبقے پر مبنی تحریکیں (CLASS BASED MOVEMENTS)

کسان تحریکیں (PEASANT MOVEMENTS)

کسان تحریک یا زراعت سے متعلق جدوجہد نوآبادیاتی دور کے ابتدائی دنوں میں شروع ہوئی تھی۔ یہ تحریکیں 1858 اور 1914 کے دوران مقامی جداگانہ اور مخصوص شکایات تک محدود ہونے کی طرف مائل تھیں۔ 62-1859 کی بغاوت جونیل کی کاشت کے خلاف تھی اور 1857 کے دکن فسادات جومہاجنوں کے خلاف تھے، کافی مشہور ہوئے۔ اس سے وابستہ چند معاملے آنے والے دور میں بھی جاری رہے اور مہاتما گاندھی کی قیادت میں وہ جزوی طور پر تحریک آزادی سے جڑ گئے۔ مثال کے طور پر باردولی ستیا گرہ (1928 میں سورت ضلع میں) ایک لگان مخالف مہم تھی جو ملک گیر عدم تعاون تحریک کا ایک حصہ تھی۔ یہ مال گزاری ادا کرنے سے انکار کی ایک مہم تھی۔ 18-1917 میں چمپارن ستیہ گرہ ہوا جو نیل کی کاشت کے خلاف کیا گیا تھا۔ 1920 میں برطانوی حکومت اور بعض خطوں میں مقامی حکمرانوں کی جنگلاتی پالیسیوں کے خلاف احتجاجی تحریک برپا کی گئی۔ باب 1 میں ساختی تبدیلیوں پر ہماری بحث کو یاد کریں۔

1920 اور 1940 کے درمیان کسان تنظیمیں بھی سامنے آئیں جن میں پہلی تنظیم بہار صوبائی کسان سبھا (1929) تھی اور 1936 میں آل انڈیا کسان سبھا کا ظہور ہوا۔ سبھاؤں کے ذریعہ کسان منظّم ہوئے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ کسانوں، مزدوروں اور استحصال کے شکار سبھی طبقات کو معاشی استحصال سے نجات حاصل ہو۔ آزادی کے وقت ہمیں دو اہم کسان تحریکیں دیکھنے کو ملتی ہیں جن میں پہلی تحریک تبھاگا (Tebhaga) تحریک (47-1946) اور دوسری تلنگانہ تحریک (51-1946) تھی۔ پہلی جدوجہد بنگال اور شمالی بہار کی متحدہ کاشت والوں کی تھی جنھیں اپنی پیداوار کا دوتہائی حصہ نہ کہ روایتی طور پر نصف حصہ دینا ہوتا تھا۔ اسے کسان سبھا اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (CPI) کی حمایت حاصل تھی۔ دوسرے حیدرآبادکی رجواڑہ ریاست جاگیردارانہ صورت حال کے خلاف تھی جس کی قیادت کمیونسٹ پارٹ آف انڈیا نے کی تھی۔

> **سرگرمی 8.7**
>
> نکسلی تحریک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں:
> - ابتدائی سال
> - موجودہ دور
> - امور
> - احتجاج کا انداز
>
> بحث کریں۔ باب 4 کو دوبارہ پڑھیں اور شناخت کریں کہ تحریک کے لیے کون سے سماجی اسباب ذمہ دار ہوسکتے ہیں۔

بعض معاملے جو کہ نوآبادیاتی دور میں بہت موثر تھے، آزادی کے بعد ان میں تبدیلی آئی۔ دیہی علاقوں میں زمینی اصلاحات، زمین داری کے خاتمے، زمینی محاصل کی کم ہوتی ہوئی اہمیت اور لوگوں کے ادھار دینے کے نظام میں تبدیلی کی شروعات ہوئی۔ 1947 کے

بعد کے دور کی خصوصیت کا تعین بڑی سماجی تحریکوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ یہ تھیں: نکسلی جدوجہد اور نئی کسان تحریکیں۔ نکسلی تحریک بنگال میں نکسل باڑی کے خطے میں (1967) شروع ہوئی تھی۔

کسانوں کا بنیادی مسئلہ زمین کا تھا۔ آپ دیہی ہندوستان کی زرعی ساخت میں ہونے والی تیز تقسیم کو باب 4 میں واضح طور پر سمجھ چکے ہیں۔ باکس 8.7 اور 8.6 میں آپ کو ان تحریکوں کے بارے میں مختصراً واقف کرایا گیا ہے۔

باکس 8.7

سلی گوڑی سب ڈویژن کے کسانوں کا اجلاس ایک عظیم کامیابی ثابت ہوا۔ اپنی سابقہ تشدد پسند جدوجہد کے ذریعہ کسانوں کا حوصلہ بڑھا اور انھیں تقویت مل چکی تھی۔ وہ آگے کے لیے کافی پُر امید تھے۔ جوتے داروں کے کھیتوں میں دھوپ اور بارش کے دوران شدید محنت کے معمولات سے مزدوروں کے مرجھائے اور بجھے بجھے چہروں پر امید اور حقیقت کی سمجھ سے چمک سی پیدا ہوگئی تھی۔ کانو سانیال کے بعد کے دعوؤں کے مطابق مارچ سے اپریل 1967 تک سبھی گاؤں والے منظم ہو چکے تھے۔ 15,000 سے 20,000 تک کسانوں کا کل وقتی کارکنان تحریک کے طور پر اندراج ہوا۔ ہر ایک گاؤں میں کسان کمیٹیاں بنیں اور انھوں نے مسلح گارڈ کی حیثیت اختیار کر لی۔ انھوں نے جلد ہی زمینوں کو کسان کمیٹیوں کے نام سے زیر تصرف کر لیا، زمین کے ان سبھی ریکارڈوں کو جلا دیا گیا جن کی بنیاد پر انھیں ان کے واجبات سے محروم رکھا جاتا تھا، گروی رکھ لیے گئے سبھی قرضوں کو رد کر دیا گیا، ظالم زمین مالکوں کے لیے موت کی سزا کا اعلان کیا گیا، زمین مالکوں سے بندوقیں چھیننے کے لیے مسلح ٹولیوں کی تشکیل کی گئی۔ اپنے آپ کو روایتی ہتھیاروں جیسے تیر، کمان اور بھالے وغیرہ سے لیس کیا گیا اور گاؤں کی نگہبانی کے لیے متوازی انتظامیہ کی تشکیل کی گئی......

ماخذ: سمنتا (Sumanata) بنرجی: نکسل باری اینڈی لیفٹ مومینٹ (ادارت) گھنشیام شاہ، سوشل مومینٹ اینڈ دی اسٹیٹ (سیج (Sage)، دہلی 2002)، صفحہ 192–125

© NCERT not to be republished

باکس 8.8

گوریلا تحریک 24 نومبر 1968 کو گوڑا پادو کے قریب کے میدانی علاقے میں گروڑ بھورا میں ایک امیر زمین مالک کی زمین پر فصل کو جبراً کٹوانے کے ذریعہ شروع ہوئی۔ زیادہ موثر کارروائی وہ تھی جو دوسرے دن پہاڑی علاقے میں ہوئی جب پاروتی پورم ایجنسی علاقے کے پونڈا گوا تلی گاؤں میں بہت سے گاؤں کے تقریباً 250 گری جنوں نے تیر، کمان اور بھالوں سے زمین مالک اور مہاجن۔۔۔۔ کے گھر پر یورش کر دی اور اس کے جمع کیے ہوئے دھان، چاول اور دیگر غذائی اشیا اور 20,000 روپے کے بقدر جائیداد اور دستاویزات پر قبضہ کر لیا۔

باکس 8.7 اور 8.8 کے لیے مشق

باکس 8.7 اور 8.8 بغور پڑھیں اور حکمت عملیوں کی شناخت کریں۔

عصری ہندوستان میں بہت سے زرعی مسائل اب بھی برقرار ہیں۔ باب 4 میں تفصیلی طور سے اس پر بحث کی گئی ہے۔ نکسلی تحریک آج بھی ایک بڑھتی ہوئی قوت ہے۔

نام نہاد 'نئی کسان' تحریک پنجاب اور تملناڈو میں 1970 کی دہائی سے شروع ہوئی۔ یہ علاقائی بنیاد پر منظّم اور پارٹی بنیاد سے مبرّا تھی جس میں بڑے کسانوں کے بجائے چھوٹے کاشت کار تھے۔ (بڑے کسان انھیں کہا جاتا ہے جو اشیا کی پیداوار اور خریداری دونوں ہی شکل میں بازار سے وابستہ ہوتے ہیں)۔ تحریک کا بنیادی نظریہ مضبوطی کے ساتھ ریاست اور شہر مخالف تھا۔ مطالبہ کی بنیاد میں قیمت اور متعلقہ امور تھے۔ (مثال کے طور پر قیمت وصولی، منافع بخش قیمتیں، زراعت کی اصل کاری قیمتیں، ٹیکس اور ادھار کی) تحریک کے نئے طریقوں کو اپنایا گیا جیسے سڑکوں اور ریل راستوں کو بند کرنا، سیاست دانوں اور منتظمین کے لیے گاؤں میں داخلے کو ممنوع کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ کسان تحریکوں کے ماحول اور عورتوں کے امور سمیت اس ایجنڈے اور نظریہ میں وسعت پیدا ہوئی ہے لہٰذا انھیں عالمی سطح پر نئی سماجی تحریکوں کے ایک جزو کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

مزدوروں کی تحریک (WORKERS' MOVEMENTS)

ہندوستان میں کارخانوں سے پیداوار کا عمل 1860 کے ابتدائی حصے میں شروع ہوا۔ آپ کو نوآبادیاتی دور میں صنعت کاری کے مخصوص کردار پر ہماری بحث یاد ہوگی۔ نوآبادیاتی حکومت میں تجارت کا ایک عام انداز اپنایا جا رہا تھا جس کے تحت خام مال کی پیداوار کا حصول ہندوستان سے کیا جاتا تھا اور مملکت متحدہ میں تیار کیے گئے مال کی نوآبادی میں فروخت کاری کی جاتی تھی۔ ان فیکٹریوں کو اس طرح کلکتہ (کولکاتہ) اور باجے (ممبئی) جیسے بندرگاہی شہروں میں قائم کیا گیا۔ بعد ازاں یہ فیکٹریاں مدراس (چنئی) میں بھی قائم کی گئیں۔ چائے باغات کی شروعات 1839 کے آس پاس کی گئی۔

نوآبادیاتی دور کے ابتدائی مراحل میں مزدوری بہت کم تھی کیونکہ نوآبادیاتی نظام نے ان کی تنخواہوں اور کام کی شرائط کے بارے میں کوئی ضابطہ نہیں بنایا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ نوآبادیاتی حکومت نے چائے کے باغات میں مزدوروں کی فراہمی کو کس طرح یقینی بنایا تھا (باب 1)

اگرچہ بعد میں مزدور یونین بنیں مزدوروں نے احتجاج کیا لیکن ان کی کارروائی اس وقت بہرحال مسلسل جاری رہنے کے بجائے خود بخود یا بے ساختہ ہوا کرتی تھیں۔ چند قوم پرست رہنماؤں نے نوآبادیاتی مخالف تحریک میں مزدوروں کو بھی شامل کرلیا۔ جنگ کے سبب ملک میں صنعتوں کی وسعت تو ضروری ہوئی لیکن اس سے غریبوں کی پریشانی بھی بہت بڑھی۔ غذا کی قلت ہوئی اور قیمتوں میں اضافہ ہوا بامبے میں ٹکسٹائل ملوں میں ہڑتال کی ایک لہر چل پڑی۔ ستمبر-اکتوبر 1917 میں تقریباً 30 ہڑتالیں مندرج ہوئیں۔ کولکاتہ میں جوٹ مزدوروں نے کام روک دیا۔ مدراس میں بکنگھم اور کرناٹک ملس کے مزدوروں نے اجرتوں میں اضافہ کے لیے کام بند کردیا۔ احمد آباد کی کپڑا مل کے مزدوروں نے 50 فی صد اجرت بڑھانے کا مطالبہ کرتے ہوئے کام بند کردیا۔
(بھومک: 2004)

© NCERT not to be republished

پہلی ٹریڈ یونین اپریل 1918 میں ایک سماجی کارکن اور تھیوسوفکل سوسائیٹی کے ممبر بی۔ پی واڈیا کے ذریعہ قائم کی گئی۔ اسی سال مہاتما گاندھی نے ٹکسٹائل لیبر ایسوسی ایشن (ٹی ایل اے) قائم کی۔1920 میں بامبے میں آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس یعنی ایٹک (AITUC) کا قیام عمل میں آیا۔ ایٹک وسیع بنیاد پر قائم تنظیم تھی جو متنوع نظریات پر مبنی تھی۔ اہم نظریاتی گروہوں کی قیادت کمیونسٹ ایس اے ڈانگے اور ایم این رائے کے ذریعہ کی گئی۔ اعتدال پسندوں کی قیادت ایم جوشی، وی وی گری اور قوم پرست

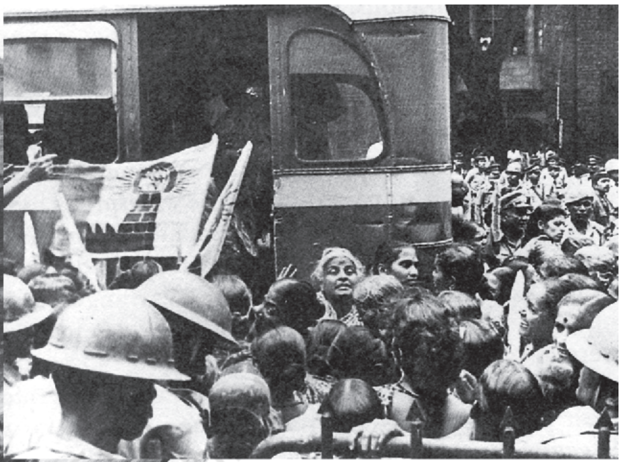

اوپر: ممبئی کپڑا مل مزدوروں کی ہڑتال 82-1981

بائیں: یونین کے ذریعہ کیے جانے والے مظاہرے 1987 میں خواتین مزدور، ارول، بہار

رہنماؤں کے ہاتھ میں تھی جس میں لالہ لاجپت رائے اور جواہر لعل نہرو جیسے لوگ بھی شامل تھے۔

AITUC کی تشکیل سے نوآبادیاتی حکومت مزدوروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں زیادہ محتاط ہوگئی۔ اس نے مزدوروں کو کچھ رعایتیں دے کر بے اطمینانی کو کم کرنے کی کوشش کی۔ 1922 میں حکومت نے چوتھا فیکٹری ایکٹ پاس کیا جس میں کام کے گھنٹوں کو کم کر کے 10 گھنٹے کر دیا گیا۔1926 میں مزدور یونین ایکٹ پاس کیا گیا جس میں ٹریڈ یونینوں کے رجسٹریشن کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں چند ضوابط بھی پیش کیے گئے۔ 1920 کی دہائی کے وسط میں ایکٹ سے تقریباً 200 یونین ملحق ہوگئیں اور اس کی ممبر شپ تقریباً 250,000 تک پہنچ گئی۔

سرگرمی 8.8

ایک مہینے تک پابندی کے ساتھ خبریں پڑھیں یا سنیں اور ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ اٹھائے جانے والے امور سے متعلق معلومات یکجا کریں

■ گلوبلائزیشن کے سیاق وسباق میں بحث کریں۔

برطانوی حکومت کے آخری چند سالوں کے دوران کمیونسٹوں نے ایٹک پر نمایاں طور پر کنٹرول حاصل کرلیا۔ مئی 1947 میں انڈین نیشنل کانگریس نے ایک دیگر یونین جسے انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کانگریس (INTUC) کہا گیا، بنانے کو ترجیح دی، 1947 میں ایٹک میں تقسیم سے سیاسی پارٹیوں کے خطوط پر مزید تقسیم کی راہ آسان ہوں۔ قومی سطح پر مزدور طبقے کی تحریک سیاسی پارٹیوں کے خطوط پر تقسیم ہوئی، اس کے علاوہ 1960 کی دہائی کے آخر سے علاقائی پارٹیوں نے بھی اپنی ذاتی یونینوں کی شروعات کی۔

1966-67 میں معیشت میں کساد بازاری پیدا ہوئی جس میں پیداوار میں کمی آئی اور اس کے نتیجے میں روزگار میں کمی ہوئی۔ دوسری طرف انتشار اور بے اطمینانی تھی۔ 1974 میں ریلوے ملازمین کی زبردست ہڑتال ہوئی۔ ریاست اور ٹریڈ یونین کے درمیان مقابلے میں تیزی پیدا ہوئی۔ 77-1975 میں ایمرجنسی کے دوران حکومت نے مزدور یونینوں کی سرگرمیوں پر بندش لگا دی۔ یہ قلیل مدتی تھا۔ مزدوروں کی تحریک شہری آزادی کے لیے ایک بڑی جدوجہد کا اہم حصہ تھی۔

گلوبلائزیشن کے عصری سیاق وسباق میں آپ نے پڑھا کہ ہونے والی تبدیلیوں کا مزدوروں پر کیا اثر پڑا۔ ٹریڈ یونینوں کے سامنے جو چیلنج تھے وہ بھی نئے طرح کے تھے۔ آپ کو انھیں سمجھنے کے لیے باب 5 اور 6 کو دوبارہ پڑھے جانے کی ضرورت ہے۔

8.6 ذات پر مبنی تحریکیں (CASTE BASED MOVEMENTS)

دلت تحریک (THE DALIT MOVEMENT)

خودداروں کا سورج شعلے میں جل اٹھا۔
ان ذاتوں کو اسے جلانے دو!
چکنا چور، شکستہ، تباہ کرنے دو نفرت کی ان دیواروں کو
ٹکڑے ٹکڑے کرنے دو ان صدیوں پرانے اندھے پن کے مکتب کو
اٹھ کھڑے ہو، اے لوگو!

دلتوں کی سماجی تحریک ایک مخصوص کردار ظاہر کرتی ہے۔ محض معاشی استحصال اور سیاسی دباؤ کے حوالے سے ان کی توضیح اطمینان بخش طور پر نہیں کی جاسکتی، حالانکہ یہ پہلو بھی بہت اہم ہے۔ یہ ایک انسان کے طور پر شناخت کرنے کی، خود اعتمادی اور خود فیصلہ سازی کے لیے جدوجہد ہے۔ یہ چھوا چھات میں پنہاں رسوائی کو ختم کرنے کی بھی جدوجہد ہے۔ اسے لمس کیے جانے کی جدوجہد بھی کہا جاتا ہے۔

دلت لفظ کا استعمال عام طور پر مراٹھی، ہندی، گجراتی اور دیگر ہندوستانی زبانوں میں غریب اور دبے کچلے یا ستائے گئے لوگوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کا نئے سیاق وسباق میں پہلا استعمال مراٹھی میں 1970 کی دائی کے آغاز میں بابا صاحب امبیڈکر

کے پیروکاروں نے نئے بودھوں کے لیے کیا تھا۔اس کا مطلب ان لوگوں سے تھا جنھیں ان کے اوپر کے لوگوں کے ذریعہ قصداً تباہ و برباد کیا گیا تھا۔اس لفظ میں خود آلودگی یا ناپاکی کی فطری تردید کرم اور منصفانہ جاتی درجہ بندی فطری طور پر موجود ہے۔

ملک میں حال یا ماضی میں کوئی ایک متعدد دلت تحریک نہیں ہوئی ہے۔مختلف تحریکوں نے دلتوں سے متعلق مختلف امور کو مختلف نظریات کے تحت نمایاں کیا ہے۔تاہم سبھی میں ایک دلت شناخت کی بات کہی گئی ہے اگرچہ اس کے معنی ہر ایک کے لیے یکساں یا جامع نہیں ہیں۔دلت تحریکوں کی فطرت اور شناخت کے معنی میں اختلاف کے باوجود ان میں مساوات،عزت نفس اور چھواچھات کے انسداد کے لیے ایک مشترکہ جستجو ہے۔(شاہ 2001:194) اسے مشرقی مدھیہ پردیش میں چھتیس گڑھ کے میدانی علاقے میں چماروں کی ستنامی تحریک، پنجاب میں آدی دھرم تحریک، مہاراشٹر کی مہار تحریک، آگرہ کے جاٹوں کی سماجی و سیاسی حرکت پذیری میں اور جنوبی ہندوستان میں برہمن مخالف تحریک میں دیکھا جا سکتا ہے۔

عصری دور میں دلت تحریک نے عوامی میدان میں قطعی طور پر مقام حال کر لیا ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔اسی کے ساتھ دلت ادب کو بھی کافی جگہ مل رہی ہے۔

سرگرمی 8.2

دلت ادب کے بارے میں مزید معلوم کیجیے۔دلت تخلیق میں سے اپنی پسند کی کوئی نظم یا اپنی پسند کی کسی کہانی کو منتخب کرکے اس پر بحث کریں

باکس 8.9

اپنے ساتھی مہاروں پر ایک نامعلوم شاعری کی شاعری (1890 کی دہائی)۔

ان کے گھر گاؤں سے باہر ہیں\
ان کی عورتوں کے بالوں میں جوئیں ہیں\
ننگے بچے کوڑے میں کھیلتے ہیں\
وہ سڑا ہوا گوشت کھاتے ہیں\
اچھوت لوگوں کے چہرے پر عاجزی سی دکھائی دیتی ہے\
ان میں کوئی تعلیم نہیں ہے۔\
وہ گاؤں کی دیویوں اور دیوتا دیوتاؤں کے نام سے ہی واقف ہیں۔\
لیکن برہما کا نام انھیں نہیں معلوم۔

دلت ادب پوری طرح چترورن نظام اور ذات کی درجہ بندی کے خلاف ہے جنھیں یہ نچلی ذاتوں کی تخلیقیت اور کلی وجود کو کچلنے کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔دلت مصنفین اپنے خود کے تجربے اور ادراک کی بنیاد پر اپنے تخیل اور اظہار کا استعمال کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔بہت سے لوگ مانتے ہیں کہ اصل دھارا والے سماج کا اعلیٰ سماجی تخیل صداقت کو ظاہر کرنے کے بجائے اسے چھپائے گا۔دلت ادب سماجی و ثقافتی انقلاب کا تقاضہ کرتا ہے جب کہ بعض وقار اور شناخت کے لیے ثقافتی جدوجہد پر زور دیتے ہیں بہت سے دیگر سماج کی ساختی خصوصیات کے ساتھ ہی معاشی جہات کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

باکس 8.10

ماہرین سماجیات کے ذریعہ دلت تحریکوں کو درجہ بند کرنے کی کوشش سے یہ مانا جانے لگا ہے کہ وہ سبھی اقسام جیسے اصلاحی، نجات دہی اور انقلاب سے متعلق ہیں۔

......ذات مخالف تحریک جو 19 ویں صدی میں جیوتی با پھولے کی تحریک سے غیر برہمن تحریک کی شکل میں مہاراشٹر اور تملناڈو میں آگے بڑھائی گئی اور جسے ڈاکٹر امبیڈکر کی قیادت میں فروغ ملا جس میں سبھی طرح کی خصوصیات تھیں۔ سماج کی اصلاح میں یہ زیادہ بہتر طور پر انقلابی اور افراد کے حوالے سے نجات دینے والی تھی۔ جزوی سیاق وسباق میں مابعد امبیڈکر دلت تحریکوں میں انقلابی عمل رہا ہے۔ اس نے زندگی کے متبادل طریقے فراہم کیے جو بعض نکات پر بنیادی اور ہمہ گیر تھے جس میں رویّے میں تبدیلیوں جیسے گائے کا گوشت کھانے کو ترک کرنے سے لے کر مذہب کی تبدیلی تک سبھی کچھ شامل تھا۔ یہ پورے سماج کو تبدیل کرنے پر مرکوز تھا، ذات کی بنیاد پر ہونے والے ظلم اور معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بنیادی انقلابی ہدف سے درج ذات کے ممبران کو سماجی حرکت پذیری فراہم کرنے کے محدود ہدف تک شامل تھا۔

لیکن مجموعی طور پر...... یہ تحریک ایک اصلاحی تحریک رہی ہے۔ اس نے ذات کی بنیاد پر حرکت پذیری فراہم کی لیکن ذات کو نابود کرنے کے لیے صرف بے دلی سے کوشش کی گئی۔ اس میں کوشش کر کے کچھ حقیقی لیکن محدود سماجی تبدیلی حاصل کی گئی خاص طور پر دلتوں میں تعلیم یافتہ طبقوں کے لیے یہ اب تک اطمینان بخش طور پر دنیا میں سب سے زیادہ غریب عوام کی انسداد غربت کے لیے سماج کی کایا پلٹ میں ناکام رہا ہے۔

© NCERT not to be republished

باکس 8.10 کے لیے مشق

- دلت تحریکوں کو اصلاحی کے ساتھ نجات دہندہ بھی کہا جا سکتا ہے، اسباب کی شناخت کیجیے؟
- کیا آپ باکس میں دیے گئے خیالات سے متفق ہیں، بحث کریں؟

پسماندہ طبقات سے متعلق ذاتوں کی تحریکیں (BACKWARD CLASS CASTES MOVEMENTS)

پسماندہ ذاتوں یا طبقات کا سیاسی اکائیوں کی شکل میں ظہور نوآبادیاتی اور مابعد نوآبادیاتی دونوں سیاق وسباق میں ہوا ہے۔ نوآبادیاتی ریاست میں سے اکثر نے اپنی سرپرستی ذات کی بنیاد پر فراہم کی، اس لیے لوگوں کی اداراتی زندگی میں سماجی اور سیاسی شناخت کے لیے اپنی ذاتوں میں رہنا معنی خیز ہوتا ہے۔ اس سے یکساں طور پر واقع جاتی گروہوں پر خود کو منظم کرنا جسے افقی پھیلاؤ کہا جاتا ہے، پر اثر پڑا۔ اس طرح ذات اپنے رسمیاتی مدارج چھوڑنے لگی اور سیاسی حرکت پذیری کے لیے زیادہ سے زیادہ سیکولر بن گئی (باب 2 سیکولر کاری پر بحث یاد کریں)۔

پسماندہ طبقات کی اصلاح کا استعمال ملک کے مختلف حصوں میں 19 ویں صدی کے آخر سے کیا جا رہا ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ استعمال مدراس پریزیڈنسی میں 1872، میسور کی رجواڑہ ریاست میں 1918 سے اور ممبئی پریزیڈنسی میں 1825 سے کیا جا رہا ہے۔ 1920 کی دہائی سے ملک کے مختلف حصوں میں ذات پات کے مسائل کے معاملے پر مختلف تنظیمیں متحد ہوئیں۔ ان میں

صوبہ ہائے متحدہ میں ہندو بیک ورڈ کلاسس لیگ اور آل انڈیا بیک ورڈ فیڈریشن شامل ہیں۔1954 میں پسماندہ طبقات کے لیے 88 تنظیمیں کام کر رہی تھیں۔

اونچی ذات کا ردّعمل
(THE UPPER CASTE RESPONSE)

دلتوں اور دیگر پسماندہ طبقات کے بڑھتے ہوئے اثرات نے اونچی ذاتوں کے بعض طبقات میں یہ خیال پیدا کیا کہ ان کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ انھیں لگتا ہے کہ ان کے اقلیت ہونے کے سبب حکومت ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ ماہرین سماجیات کے طور پر ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ایسے احساسات کا وجود ہے اور ہمیں اس کی تحقیق کی ضرورت ہے کہ کس حدتک اس طرح کے تاثرات یا احساسات تجرباتی حقائق پر مبنی ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ان نام نہاد اونچی ذاتوں کی سابقہ نسلوں نے 'ذات' کو جدید ہندوستان کی ایک جاندار حقیقت کے طور پر کیوں نہیں دیکھا؟ باکس 8.12 میں ایک واضح سماجی توضیح فراہم کی گئی ہے۔

خلاصہ کلام کے طور پر اگر آزادی سے پہلے کی رائج صورت حال سے موازنہ کیا جائے تو آج سب سے نچلی ذاتوں اور قبائلی سمیت سبھی سماجی گروہوں کی حالت میں بہتری پیدا ہوئی ہے، لیکن اس میں کس حدتک بہتری پیدا ہوئی ہے؟ باقی کی آبادی کے مقابلے انتہائی نچلی ذاتوں یا قبائلی گروہوں کی کیا حالت رہی ہے؟ یہ سچ ہے کہ 21 ویں صدی کی ابتدا میں سبھی جاتی گروہوں میں مختلف قسم کے روزگار اور پیشے آج کی نسبت زیادہ وسیع تھے۔ تاہم یہ وسیع سماجی حقیقت کو نہیں بدلتا کہ اعلیٰ ترین یا زیادہ ترجیحی پیشوں میں اکثریت نچلی ذاتوں کی ہے۔ تفریق اور علاحدگی کے امور پر کتاب 1 میں کسی حدتک بحث کی گئی ہے۔

باکس 8.11

بنیادی حقوق، اقلیتوں وغیرہ کے مسئلے پر صلاح کار کمیٹی کی تشکیل کی تجویز پیش کرتے ہوئے جی بی پنت نے اپنی تقریر میں درج ذیل خیالات کا اظہار کیا۔ ہمیں دبائے ہوئے طبقات، درج فہرست ذاتوں اور پسماندہ طبقات کی خصوصی نگہداشت کرنی ہوگی۔ انھیں عام سطح پر لانے کے لیے ہم جو کر سکتے ہیں اسے ضرور کرنا چاہیے۔ زنجیر کی طاقت کی پیمائش اس کی سب سے زیادہ کمزور کڑی کے ذریعہ کی جاتی ہے، اور اس لیے جب تک سب سے کمزور کڑی کو طاقتور نہیں بنایا جاتا تب تک ہمیں ایک صحت مندانہ سیاست نہیں حاصل ہوگی۔

حالیہ سالوں میں ریاستوں میں ان طبقات کو ریزرویشن دیے جانے سے متعلق فیصلوں کے لیے پھر سے ایک نئی بحث شروع ہوگئی ہے۔

باکس 8.12

نہرو کے دور میں پیدا ہونے والی نسلوں نے ذات کو ایک قدیم گذرے ہوئے تصور کے طور پر دیکھا۔ ذات کا نظریہ اس نئے متوسط طبقے پر بالخصوص حاوی تھا جسے (جیسے کہ میں) اپنی روایتی اعلیٰ ذات کی حیثیت کا طویل تجربہ تھا لیکن جو حال ہی میں نئے شہری اور پروفیشنل مڈل طبقاتی ماحول میں شامل ہوئے تھے۔ اس نئے متوسط طبقاتی ماحول میں پرورش پائے ہوئے مجھ جیسے لوگوں کی ذات ایک گذری ہوئی چیز تھی۔ مانا کہ رسمیات کے مواقع پر خاص کر شادی وغیرہ کی تقاریب میں اسے کسی پرانے صندوق سے جھاڑ پوچھ کر نکالی گئی بھولی بسری شے کی طرح پیش کیا جاتا تھا لیکن ہمیں نہیں لگتا کہ شہری روزمرہ زندگی میں ذات کا اتنا فعال کردار ہے۔

اب جا کر یوں کہیے کہ منڈل کے بعد ہمیں یہ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ شہری متوسط طبقے کے ضمن میں ذات تقریباً غائب سی کیوں تھی۔ سب سے اہم وجہ بے بسی بھی ہے کہ اس سیاق وسباق میں اونچی ذاتوں کا زبردست دبدبہ تھا۔ اس ہم جنسیت نے ذات کو سماجی بصارت کی سطح کے نیچے دبا کر آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ اگر آپ صرف اپنی ہی برادری کے لوگوں سے محصور ہوں تو ذات کی شناخت کا

© NCERT not to be republished

سوال ہی نہیں اٹھے گا۔ٹھیک اسی طرح جیسے غیر ملک میں رہتے ہوئے ہمیں ہندوستانی ہونے کا ہمیشہ خیال رہتا ہے لیکن ہندوستان میں رہتے ہوئے ہم اسے فراموش کر دیتے ہیں (دیش پانڈے 2003:99)

8.7 قبائلی تحریکیں (THE TRIBAL MOVEMENTS)

قبائلیوں کی جدو جہد جاری ہے

ملک بھر میں پھیلے مختلف قبائلی گروہوں کے مسائل یکساں ہو سکتے ہیں لیکن ان میں تفریق بھی اتنی ہی اہم ہے۔ قبائلی تحریکوں میں سے کئی زیادہ تر وسطی ہندوستان کی نام نہاد قبائلی بیلٹ میں واقع رہے ہیں۔ جیسے چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ میں واقع سنتھال، ہو، اوراوں منڈا۔ نئے بنے جھارکھنڈ ریاست کا خاص حصہ ان ہی پر مشتمل ہے۔ ہمارے لیے مختلف تحریکوں کے بارے میں تفصیلی گوشوارہ دینا ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر جھارکھنڈ پر بحث کریں گے جہاں قبائلی تحریک کی تاریخ سو سال قدیم ہے۔ ہم مشرقی شمالی ریاستوں کی قبائلی تحریکوں کی خصوصیات کے بارے میں مختصراً بات کریں گے لیکن ان کی بھی تفصیل ممکن نہیں کیونکہ ایک ہی علاقے میں جھارکھنڈ قبائلی تحریک کی مختلف شکلیں موجود ہو سکتی ہیں۔

جھارکھنڈ (JHARKHAND)

2000 میں جنوبی بہار سے الگ کر بنایا گیا جھارکھنڈ ہندوستان کی نئی ریاستوں میں سے ایک ہے۔ اس ریاست کے قیام کی تاریخ میں ایک صدی سے زیادہ کی مزاحمت شامل ہے۔ جھارکھنڈ کے لیے سماجی تحریک کے کرشمائی لیڈر برسا منڈا نام کے ایک آدی واسی تھے جنھوں نے انگریزوں کے خلاف ایک بڑی بغاوت کی قیادت کی۔ اپنی موت کے بعد برسا اس تحریک کی اہم علامت بن گئے ان کے بارے میں کہانیاں اور گیت پورے جھارکھنڈ میں پائے جاتے ہیں۔ برسا کی جدوجہد کی یادداشت تحریروں کے ذریعہ قائم رکھی گئی۔ جنوبی بہار میں کام کرنے والی عیسائی مشنریوں نے اس علاقے میں خواندگی کی اشاعت میں اہم کردار نبھایا۔ خواندہ آدی واسیوں نے اپنی تاریخ اور روایات کے بارے میں لکھا اور ان کے بارے میں معلومات فراہم کی۔ اس سے جھارکھنڈ کے لوگوں کو ایک متحدہ نسلی شعور اور شناخت تخلیق کرنے میں مدد ملی۔

خواندہ آدی واسی دانشور قیادت ابھری، جس نے الگ ریاست کی مانگ وضع کی اور ہندوستان اور غیر ممالک میں بھی حلقہ اثر کیا۔ جنوبی بہار میں آدی واسی دکّوؤں سے جو مہاجر تاجر اور مہاجن تھے اور جو اسی علاقے میں آ کر بس گئے تھے اور جنھوں نے وہاں کے اصلی باشندوں کی دولت پر قبضہ کر لیا تھا، اصل آدی واسی نفرت کرتے تھے۔ معدنیات سے خوشحال ان خطوں میں کان کنی اور صنعتی جیکٹوں سے ملنے والے زیادہ تر فائدے دکّوؤں کو ملتے تھے، یہاں تک کہ آدی واسی زمینوں کو الگ کر دیا گیا۔ حاشیے پر پہنچائے جانے کے تجربے اور ناانصافی کے اپنے مفہوم کو ایک متحدہ جھارکھنڈی شناخت کی تخلیق اور اجتماعی کارروائی کی ترغیب کے لیے آمادہ کیا جس کے نتیجے میں آخرکار ایک الگ ریاست کی تشکیل ممکن ہوئی۔

وہ امور جن کے خلاف جھارکھنڈ میں تحریک کے رہنماؤں نے احتجاج کیا تھا:

- بڑے آبپاشی پروجیکٹوں اور گولہ باری کی رینج کے لیے زمین کا تصرف؛
- رکے ہوئے سروے، بسانے کی کارروائی اور بند کردے کیمپ وغیرہ۔
- قرضوں، کرائے اور کوآپریٹیو قرضوں کا جمع کرنا، جس کی مزاحمت کی گئی تھی؟
- جنگلاتی اشیا کا قومیانا جس کا انھوں نے بائیکاٹ کیا۔

شمال مشرق (THE NORTH EAST)

آزادی کے حصول کے بعد حکومت ہند نے ریاستوں کی تشکیل کا جو عمل شروع کیا اس نے اس علاقے کے سبھی اہم پہاڑی علاقے کے اضلاع میں انتشاری رجحانات پیدا کیے۔ اپنی الگ شناخت اور روایتی خودمختاری کے تئیں باشعور یہ ذاتیں آسام کے انتظامی مشینری میں شامل کیے جانے کے بارے میں غیر یقینی تھیں۔

> اسی طرح اس علاقہ میں نسلیت کا عروج ایک اجنبی طاقتور نظام کے ساتھ قبیلے کے ربط میں آنے کے نتیجے میں ہوا جوئی صورت حال کا سامنا کرنے کا جوابی عمل تھا۔ ہندوستانی اصل دھارا سے کافی عرصے تک علاحدہ رکھنے کے سبب یہ قبائلی اپنے عالمی نظریات اور سماجی وثقافتی اداروں کو بیرونی اثرات سے بہت کم بچا کر رکھ پائے.... جب کہ پہلے مرحلے میں الگ رہنے کا رجحان دکھائی دیا، ہندوستانی آئین کے ڈھانچے میں خودمختاری کی تلاش کے ذریعہ یہ رجحان تبدیل ہوا۔
>
> (نانگبری 2003:115)

ایک خاص مسئلہ جو ملک کے مختلف حصوں کی قبائلی تحریکوں کو جوڑتا ہے، قبائلی لوگوں کی جنگلاتی زمینوں سے بے دخلی ہے۔ اس معنی میں ماحولیاتی امور قبائلی تحریکوں کے مرکز میں ہیں۔ اسی طرح شناخت کے ثقافتی اور معاشی امور جیسے عدم مساوات وغیرہ بھی ہیں۔ یہ ہمیں ہندوستان میں قدیم اور نئی سماجی تحریکوں کے بارے میں ابہام کے سوال کی طرف واپس لے جاتا ہے۔

8.8 خواتین کی تحریک (THE WOMEN'S MOVEMENT)

19 ویں صدی کی سماجی اصلاحی تحریکیں اور ابتدائی خواتین تنظیمیں (THE 19TH CENTURY SOCIAL REFORM MOVEMENTS AND EARLY WOMEN'S ORGANISATIONS)

آپ 19 ویں صدی کی سماجی اصلاحی تحریکوں سے بخوبی واقف ہیں جنھوں نے عورتوں سے متعلق کئی امور پیش کیے۔ اس کتاب کے باب 2 اور پہلی کتاب میں بھی انھیں اٹھایا گیا ہے۔ 20 ویں صدی کی ابتدا میں قومی اور مقامی سطح پر خواتین کی تنظیموں میں اضافہ دیکھا گیا۔ ویمنس انڈیا ایسوسی ایشن (WIA, 1971)، آل انڈیا ویمنس کانفرنس (AIWC, 1926)، نیشنل کونسل فار ویمن ان انڈیا (NCWI, 1925)، چند ایسے نام ہیں جنھیں بیان کیا جا سکتا ہے جب کہ ان میں سے کئی کی شروعات محدود دائرۂ عمل میں ہوئی ان میں

© NCERT not to be republished

وقت کے ساتھ ساتھ وسعت پیدا ہوئی۔ مثال کے طور پر ابتدا میں اے آئی ڈبلیو ای کا خیال تھا کہ خواتین بہبود اور سیاست باہمی طور پر متعلق نہیں ہیں۔ چند سال بعد ہی اس کے صدارتی خطاب میں بیان کیا گیا۔ کیا ہندوستانی مرد یا عورت آزاد ہو سکتے ہیں۔ اگر ہندوستان غلام رہتا ہے؟ ہم اپنی قومی آزادی کے بارے میں کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جو کہ سبھی عظیم اصلاحات کی بنیاد ہے۔

دلیل دی جا سکتی ہے کہ سرگرمی کا یہ دور سماجی تحریک نہیں تھا۔ اس کی مخالفت بھی کی جا سکتی تھی۔ آیئے ہم ان خصوصیات کو یاد کریں جو سماجی تحریکوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ان میں تنظیم، نظریات، قیادت، ایک ساجھا سمجھ اور عوامی امور پہ تبدیلی لانے کا ہدف تھا مجموعی طور پر ایک ایسا ماحول بنانے میں کامیاب ہوئیں جہاں عورتوں کے امور کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

زرعی جدوجہد اور بغاوتیں (AGRARIAN STRUGGLES AND REVOLTS)

اکثر یہ مانا جاتا ہے کہ صرف متوسط طبقے کی تعلیم یافتہ خواتین ہی سماجی تحریکوں میں شریک ہوتی ہیں۔ جدوجہد کا ایک حصہ کو عورتوں کی شرکت کی گم گشتہ تاریخ کو یاد کرنا ہے۔ نوآبادیاتی دور میں قبائلی اور دیہی علاقوں میں ہونے والی جدوجہد اور بغاوتوں میں عورتوں نے مردوں کے ساتھ حصہ لیا۔ بنگال میں تبھاگا تحریک، نظام کے سابقہ حکومت میں تلنگانہ مسلح جدوجہد اور مہاراشٹر میں وری قبائل کا بندھوا مزدوری کے خلاف بغاوت چند مثالیں ہیں۔

شمالی پہاڑیوں کی ایک خاتون جس کا نام گفیالو تھا، اس نے سول نافرمانی تحریک میں حصہ لیا۔

1947 کے بعد (POST -1947)

ایک سوال جو اکثر اٹھایا جاتا ہے کہ اگر 1947 سے پہلے خواتین تحریک ایک سرگرم تحریک تھی تو بعد میں اس کا کیا ہوا۔ اس کی توضیح یہ کی جاتی ہے کہ قومی تحریک میں حصہ لینے والی بہت سی شریک خواتین قوم کی تعمیر میں لگ گئیں۔ بعض دوسرے تقسیم کے المیے کو اس جمود کا ذمہ دار مانتے ہیں۔

1970 کی دہائی کے وسط میں ہندوستان میں تحریک نسواں کی تجدید ہوئی۔ چند لوگ اسے ہندوستانی تحریک نسواں کا دوسرا دور کہتے ہیں جب کہ بہت سے موضوعات سے اسی طرح بنے رہے پھر بھی تنظیمی حکمت عملی اور نظریات میں تبدیلی ہوئی۔ خود مختار تحریک نسواں کہی جانے والی تحریکوں میں اضافہ ہوا۔ خود مختاری اصطلاح اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ ان خواتین تنظیموں سے جن کے سیاسی پارٹیوں سے متعلق تھے سے مختلف یا خود مختار یا سیاسی پارٹیوں سے آزاد تھیں۔ یہ محسوس کیا گیا کہ سیاسی پارٹیاں عورتوں کے امور کو الگ رکھنے کا رجحان رکھتی ہیں۔

تنظیمی تبدیلیوں کے علاوہ چند نئے بھی تھے جن پر توجہ مبذول کی گئی۔ مثال کے طور پر عورتوں کے تئیں تشدد کے بارے میں سالوں سے متعدد تحریکیں چلائی گئی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اسکول کی درخواست میں ماں اور باپ دونوں کے نام ہوتے ہیں یہ ہمیشہ سے نہیں تھا۔ اسی طرح خواتین کی تحریکوں کے سبب اہم قانونی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ زمین کی ملکیت اور روزگار کے امور پر لڑائی جنسی استحصال اور جہیز کے خلاف حقوق کی مانگ کے ساتھ لڑی گئی ہے۔

شاہ جہاں بیگم 'ایپ' اپنی بیٹی کے فوٹو کے ساتھ جس کا جہیز کے سبب قتل کیا گیا۔

جہیز مخالف جدو جہد

© NCERT not to be republished

اس بات کو تسلیم کیا جانے لگا ہے کہ سبھی عورتیں کسی نہ کسی طرح مردوں کے مقابلے میں سہولتوں سے زیادہ محروم ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ سبھی عورتوں کے ساتھ ایک ہی قسم کا امتیاز نہیں ہوتا۔ تعلیم یافتہ عورتوں کی فکر کسان عورتوں سے اسی طرح مختلف ہے جس طرح ایک دلت عورت کی فکر ایک اعلیٰ ذات کی عورت سے۔ آئیے اس تشدد کی مثال دیکھیں۔

اس بات کو بھی اب تسلیم کیا جانے لگا ہے کہ عورتیں اور مرد دونوں ہی غالب جنسی شناختوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پدر اقتداری سماج میں مردوں کو لگتا ہے کہ انھیں طاقتور اور کامیاب ہونا چاہیے۔ یہ مردانگی نہیں ہے کہ کوئی خود کا جذباتی اظہار کرے۔ تب یہ خیال آتا ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں کو آزادی کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ بلاشبہ یہ اس خیال پر منحصر ہے کہ حقیقی آزادی کو بڑھانے اور فروغ دینے کا کام اسی وقت ممکن ہوگا جب بے انصافیوں کا خاتمہ ہو۔ جنسی اعتبار سے مساوی سماج عام طور پر دو چیزوں پر قائم ہے۔ خواتین کو تعلیم یافتہ بنایا جائے تاکہ وہ کثیر مقاصد والے کردار کو بخوبی نبھا سکیں اور جنسی تناسب کا توازن حال ہی میں حکومت ہند کی ''بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ'' مہم ایک اہم قدم ہے جو جنسی اعتبار سے متوازن سماج کو حقیقی روپ دینے میں معاون ہوگا۔

باکس 8.13

بڑے پیمانے پر بے روزگار، ماحولیاتی تنزلی اور بے قابو غربت کے سامنے ملک میں سیاسی سرگرمی کی ایک نئی ہلچل شروع ہوئی۔ بعض معاملوں میں جدوجہد کی شروعات مختلف پارٹیوں کے محاذ سے یا مختلف پارٹیوں کے مشترکہ محاذ کے ذریعہ ہوئی۔ دوسری طرح کی کارروائی کی ایک مثال 60 کی دہائی کے آخر میں ممبئی اور گجرات میں چلائی گئی تحریک ہے جو قیمت کے اضافے کی مخالفت میں چلی تھی۔

70 کی دہائی میں ہی بحران میں مبتلا بہار میں طلبا میں زبردست بے اطمینانی پیدا ہوئی ...جس نے جے پرکاش نارائن کے مکمل

انقلاب کی دعوت کو لبیک کہا تھا....اقتدار کی ساخت کے بارے میں بہت سے سوال اٹھائے گیے، جس میں کئی امور عورتوں سے متعلق تھے جیسے خاندان، کام کی تقسیم اور فیملی تشدد، مردوں اور عورتوں کے ذریعہ وسائل کی غیر مساوی رسائی، عورتوں اور مردوں کے رشتوں سے متعلق امور اور عورتوں کے جنسی امتیاز کا سوال 70 کی دہائی میں ہی خود مختار تحریک نسواں کا عروج دیکھا گیا ہے۔
70 کی دہائی کے وسط میں کئی تعلیم یافتہ خواتین سرگرم سیاست میں شامل ہوئیں اور عورتوں کے امور کے تجزیے کو بھی فروغ دیا۔ کئی شہروں میں عورتوں کے گروہ کی یکجائی نے ان میٹنگوں کو تنظیمی کوششوں کی ٹھوس شکل فراہم کرنے میں محرک کردار کا کام کیا وہ تھے متھرا زنا بالجبر معاملہ (1978) اور مایا تیاگی زنا بالجبر معاملہ (1980)۔ دونوں ہی معاملے پولیس کی سرپرستی میں انجام دیے گئے جن سے ملک گیر احتجاجی تحریکیں برپا ہوئیں....

ماخذ: الیناسین سبق ''ویمنس پولیٹکس ان انڈیا'' میتریہ چودھری (ادارت) فیمینزم ان انڈیا (ویمن ان لمیٹڈ / کالی، نئی 2004) صفحہ 210-187

باکس 8.14

عورتوں کے خلاف تشدد کے برتاؤ کا تجزیہ ذات کے مطابق یہ دکھائے گا کہ جب غالب پر تشدد اعلیٰ ذاتوں میں جہیز کے لیے قتل اور خاندان کے ذریعہ حرکت پذیری پر کنٹرول اور ضوابط نیز جنسی امتیاز کے واقعات بار بار ہوتے ہیں وہیں دلت عورتوں کو کام کے مقامات زنا بالجبر اور جسمانی تشدد کی اجتماعی اور انفرادی چیلنج کا سامنا نسبتاً زیادہ کرنا پڑتا ہے۔

ماخذ: شرمیلا ریگے، ''دلت وومن ٹاک ڈیفرنٹلی: اے کرٹیک (Critique) آف ڈیفرنس اینڈ ٹو ورڈس اے دلت فیمنسٹ اسٹینڈپوائنٹ پوزیشن'' متیریہ چودھری (ادارت) فیمنزم ان انڈیا (صفحہ 223-211) (وومن ان لمیٹڈ / کالی، دہلی 2004)

باکس 8.14 کے لیے مشق

- غور کریں کہ عورتوں کے ایک طبقے کا دیگر طبقوں کے ساتھ تعلق کس طرح مختلف ہوسکتا ہے؟
- کیا پھر بھی سبھی عورتوں میں بحیثیت خواتین چند باتیں مشترکہ ہوں گی، بحث کریں؟

8.9 خلاصہ (CONCLUSION)

اب جب ہم کتاب کے آخر میں پہنچ چکے ہیں شاید یہ موزوں ہوگا کہ ہم پھر وہاں واپس جائیں جہاں ہم نے گیارھویں جماعت میں سماجیات کی پہلی کتاب سے شروعات کی تھی۔ سماجی تحریکیں غالباً اس رشتے کو زیادہ بہتر ڈھنگ سے دکھاتی ہیں۔ یہ اس لیے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ افراد اور سماجی گروہ اپنی حالتوں کو بدلنا چاہتے ہیں اس لیے وہ خود کو اور سماج کو دونوں کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

1۔ ایک ایسے سماج کا تصور کیجیے جہاں کوئی سماجی تحریک نہ ہوئی ہو، بحث کریں۔ایسے ممالک کا تصور آپ کیسے کرتے ہیں؟اس کا بھی بیان آپ کر سکتے ہیں۔

2۔ درج ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں
- تحریک نسواں
- قبائلی تحریکیں

3۔ ہندوستان میں قدیم جدید سماجی تحریکوں میں واضح امتیاز کرنا مشکل ہے۔بحث کریں۔

4۔ ماحولیاتی تحریک اکثر معاشی اور شناختی امور کو بھی ساتھ لے کر چلتی ہے۔بحث کریں۔

5۔ کسان اور نئی کسان تحریکوں کے درمیان فرق کیجیے۔

حوالہ جات (REFERENCES)

Banerjee, Sumanta. 2002. 'Naxalbari and the Left Movement' in ed. Ghanshyam Shah,Social Movements and the State 2002. pp.125-192.Sage. New Delhi.

Bhowmick, Sharit K. 2004. 'The Working Class Movement in India : Trade Unions and the State' in Manoranjan Mohanti Class, Caste and Gender. Sage. New Delhi.

Chaudhuri, Maitrayee. 1993.*The Indian Women's Movement: Reform and Revival, Rediant.*New Delhi.

Chaudhuri, Maitrayee.2014"Theory and Methods in Indian Sociology" in Yogendra Singh" Indian Sociology: Emerging concepts, Structure and change, Oxford University Press, New Delhi.

Fuchs, Martin and Antje, Linkenbach. 2003. 'Social Movements' in ed. Veena Das, The Oxford India Companion to Sociology and Social Anthropology. pp. 1524-1563. Oxford University Press. New Delhi.

Deshpande, Satish. 2003. Contemporary India: A Sociological View. Viking. New Delhi.

Giddens, Anthony. 2013. Sociology (seventh edition). Polity. Cambridge.

Guha, Ramchandra. 2002. "Chipko: Social History of an Environmental Movement" in Shah Ghansyam Social Movements and the State. Sage. New Delhi.

Nongbri, Tiplut. 2003. Development. Ethnicity and Gende: Select Essays on Tribes. Rawat. Jaipur/New Delhi.

Nongbri, Tiplut. 2013. "Kinship terminology and Marriage Rules: The Khasis of North East India in Sociological Bulletin, New Delhi.

Oommen, T.K. 2004. Nation, Civil Society and Social Movements: Essays in Political Sociology. Sage. New Delhi.

Rege, Sharmila. 2004. 'Dalit Women Talk Differently: A Critique of 'Difference' and Towards a Dalit Feminist Standpoint Position' in Maitrayee Chaudhuri Ed. Feminism in India. pp.211-223. Women Unlimited/Kali.Delhi.

– 2006. Writing caste/writing gender: narrating dalit women's testimonies. Zubaan/Kali. Delhi.

Sen, Ilina. 2004. 'Women's Politics in India' in ed. Maitrayee Chaudhuri Feminism in India Women. Unlimited/Kali. Delhi.

Shah, Ghansyam Ed. 2001. Dalit Identity and Politics . Sage. New Delhi.

– 2002. Social Movements and the State. Sage. New Delhi.

سوالات

© NCERT not to be republished

نوٹ

© NCERT
not to be republished

نوٹ

© NCERT
not to be republished

نوٹ

© NCERT
not to be republished